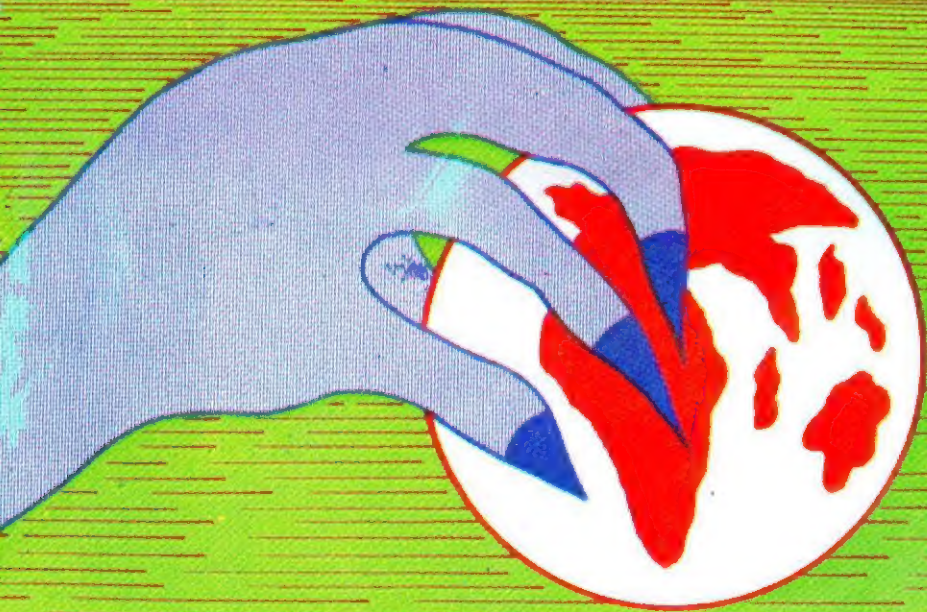
اگر اب بھی نہ جاگے تو.....

نتیجۂ فکر: شمس نوید عثمانی

ترجمانی: ایس عبداللہ طارق



جسیم بکڈپو، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

بار اول۔ فروری ۱۹۸۹ء	تعداد ۲۲۰۰	بار پنجم۔
بار دوم۔ جون ۱۹۸۹ء	″ ۲۲۰۰	بار ششم۔
بار سوم۔ جولائی ۱۹۸۹ء	″ ۲۲۰۰	کتابت :۔ محمد عارف خاں خوش نویس رامپور
بار چہارم۔ اگست ۱۹۸۹ء	″ ۲۲۰۰	مطبوعہ :۔ جے۔ آر۔ آفسیٹ پریس دہلی ″

JASEEM B. Depot

زرِ تعاون :- Rs. 45/-

ملنے کے پتے

۱۔ ادارۂ علم و حکمت دیوبند (یو، پی) 247554

۲۔ عظیم بک ڈپو دیوبند۔ (یو، پی) 247554

۳۔ فلاح پبلشنگ ہاؤس سوپور۔ (کشمیر) 193201

۴۔ دارالاشاعت اسلامیہ ۸، مولانا شوکت علی روڈ،
کولوٹولا اسٹریٹ۔ کلکتہ 700073،

انتساب ___ !

● اس مرحوم خاتون کے نام ___

جس نے مرتے دم تک منافع کی تجارت کی۔
ایسی تجارت جس کا نفع ابدالآباد تک فرشتے اس کے حضور پیش کرتے رہیں گے۔

● اُس معذور بہن کے نام ___

جو پچھلے سات سال سے بستر پر ہے۔
جس کی آنکھ سے نکلنے والا ہر آنسو ٹپکنے سے پہلے قبول کر لیا جاتا ہے۔
کیونکہ یہ موتی وہ اپنی ذات پر نہیں بلکہ سسکتی ہوئی انسانیت پر نچھاور کرتی ہے۔

● اُن نوجوان دیوانوں کے نام ___

جو نفرت کے لامتناہی اندھیروں میں محبت کے چراغ ہاتھ میں لے کر نکل کھڑے ہوئے ہیں
دہشت گردی کی آندھیاں ان پر ہنستی ہیں؛
لیکن وہ چراغ سے چراغ جلاتے چلے جا رہے ہیں۔

ان سبھوں پر سلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم





ترتیبِ سخن

دشتِ جنوں کا ایک مسافر ۸ حق ادا کردو! ۱۱ آغازِ سخن ۱۶

۱۔ انقلاب کی پیشین گوئی ۱۷ تا ۲۹

کعبہ کی بے حرمتی ۱۷ عذابِ پیہم ۱۹ کیا اصل عذاب ابھی باقی ہے؟ ۲۰
تبدیلیٔ قوم کی وعید ۲۲ کیا ہم اللہ کے نزدیک مومن ہیں؟ ۲۴
وہ کون سی قوم ہو سکتی ہے؟ ۲۵

۲۔ ہندو قوم کا نبی ۳۰ تا ۳۷

کرشنا مینن کی حیرت ۳۰ حضرت نوحؑ کی امت کا نبی بھی کھویا ہوا ہے! ۳۱
ہندو قوم، قومِ نوحؑ ہے ۳۲ قرآن کی گواہی ۳۶

۳۔ قرآن میں ہندو قوم کا ذکر ۳۸ تا ۴۴

قرآن پر الزام ۳۸ قرآن میں سب قوموں کے ناموں کا تحقیق ہی نہیں ہوئی ۳۹
حضرت نوحؑ کی قوم ہی صابئین ہیں۔ ۴۱

۴۔ یکسانیت اور ازلی رشتے ۴۵ تا ۶۸

رجحانات اور تعلقات کا جائزہ ضروری ہے ۴۵ حیرت انگیز مماثلت ۴۵

ہندو اور مسلمانوں کی مشترک اقدار ۴۷ | رشتے ازل سے ہوتے ہیں ۴۹
حضرت آدمؑ ہندوستان میں ۵۱ | حضرت نوحؑ ہندوستان میں ۵۲ | حضرت موسیٰؑ و دیگر انبیاءؑ ہندوستان میں ۵۶ | حضرت عیسیٰؑ ہندوستان میں ۵۸ | حضرت محمد مصطفےٰؐ اور ہندوستان ۶۱ | عرب و ہند کبھی ایک تھے ۶۳ | دھول کی تہوں پر نئی پالش نہیں چڑھے گی ۶۷

۵۔ اوّلین آسمانی صحائف ۔ ویدہ ۶۹ تا ۹۵

وید کا تعارف ۶۹ | مقدس کیسے مانیں؟ ۷۲ | ایک کلام دوسرے کلام کی روشنی میں ۷۵ | ابھی اور پرکھیے ۸۵ | آخری گواہی باقی ہے ۸۷
آدگرنتھ (اوّلین صحائف) کے نام سے ڈھونڈیئے ۸۹ | اوّلین صحائف موجود ہیں ۹۰
وید ہی اوّلین صحائف ہیں ۹۱ | وید اور دیگر ہندو مذہبی کتب ۹۴

۶۔ ابتدائے کائنات ۔ حضرت احمدؐ مجتبیٰ ۹۶ تا ۱۱۰

حقیقتِ احمدیؐ ۹۶ | حقیقتِ احمدیؐ ہر مقدس کتاب میں ہے۔ ۱۰۰
عقلی ثبوت ۱۰۲ | سائنس رہنمائی کی محتاج ہے ۱۰۳ | سرورِ کائناتؐ ہی کائنات کی ابتدا ہیں ۱۰۵ | قرآن سے بھی ثابت ہے۔ ۱۰۷

۷۔ اگنی ۔ ویدوں میں ایک معمّہ ۱۱۱ تا ۱۱۳

۸۔ اسلام اور ہندو دھرم ۔ ناموں کی یکسانیت ۱۱۴ تا ۱۱۸

دیگر محققین کیا کہتے ہیں؟ ۱۱۴ | ہندومت کا اسلامی نام ۱۱۵
'اللہ' نام سب مذاہب میں ہے ۱۱۵ | رحمٰن اور رحیم بھی.... ۱۱۷

۹۔ ویدک دھرم میں توحید ۱۱۹ تا ۱۲۳

ہندو مذہب کا عقیدۂ توحید ۱۱۹ | تحریری شکل میں غیر موجودگی ۱۲۲

غلط ترجمہ یا ترجمانی ۱۲۳ ہندو عوام کی ویدوں سے دوری ۱۲۳

۱۰۔ ویدک دھرم اور رسالت ۱۲۴ تا ۱۳۴

انبیاء کے تذکرے ۱۲۴ بھاگوت میں حضرت محمدؐ کا ذکر ۱۲۹
ویدوں میں حضرت نوحؑ کا ذکر ۱۳۱ ویدوں میں حضرت محمدؐ کا تذکرہ ۱۳۱

۱۱۔ ویدک دھرم اور آخرت ۱۳۵ تا ۱۴۸

عقیدۂ آخرت اور پُنر جنم ۱۳۵ ہندو محققین کا اقرار ۱۳۶
ویدوں میں آخرت کا تصور ۱۳۷ ویدوں میں جنّت کی تفصیلات ۱۳۸
دوزخ کی تفصیلات ۱۳۹ آواگون کی اصل حقیقت ۱۴۲ آواگون کے پیچھے ایک اور حقیقت ۱۴۷

۱۲۔ ویدوں کے کچھ دیگر احکامات ۱۴۹ تا ۱۵۰

جوئے کی ممانعت ۱۴۹ شراب کی ممانعت ۱۴۹ سود کی ممانعت ۱۴۹
شادی کی رسومات میں آسانی کا حکم ۱۴۹ مرد کو عورتوں کے کپڑے پہننے کی ممانعت ۱۵۰
عورت کی گھریلو زندگی کا حکم ۱۵۰ عورت کی حیا کے احکامات ۱۵۰

۱۳۔ احادیث اور پران پیشین گوئیوں کی یکسانیت ۱۵۱ تا ۱۵۲

۱۴۔ ویدک دھرم میں کعبہ کی حقیقت ۱۵۳ تا ۱۵۸

۱۵۔ شری رام و کرشن کون تھے؟ وید بتاتے ہیں ۱۵۹ تا ۱۷۰

اصل حقیقت کی تلاش ضروری ہے ۱۵۹ ہندو ذہن کی کشمکش ۱۶۰
شری رام اور شری کرشن کے زمانے ۱۶۱ شری رام کی کہانیاں تمام دنیا میں ۱۶۲

رامچندر جی کی پیدائش سے پہلے ہی رام کتھا تھی ١٦٣ وید راز کھولتے ہیں ١٦٤
خود رام کے نام سے پوچھیے ١٦٦ رامائن کا راز ١٦٩ روایت باقی ہے مطلب
بھلا گئے ١٧٠ شری کرشن کی حقیقت ١٧١ دریچے کھلنا شروع ہوگئے ہیں ١٧٣

١٦۔ ویدوں میں آنحضرتؐ کا مقامِ محمود ١٧٦ تا ١٧٧

١٧۔ ویدک دھرم میں دجّال کا بیان ١٧٨ تا ١٨٠

١٨۔ یہ راز۔ راز کیوں رہے؟ ١٨١ تا ١٨٥

ہندوؤں میں چلے آرہے چند سربستہ راز ١٨١ ہماری غفلت ١٨٤

١٩۔ سابقہ صحائف پر ایمان ١٨٦ تا ١٩٣

ایک غلط فہمی کا ازالہ ١٨٦ دین صرف اسلام ہے لیکن... ١٨٧ کوئی مقدس
صحیفہ اصلاً منسوخ نہیں ہوا ١٨٧ پچھلی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب ١٨٩ یہ تضاد
کیوں محسوس ہوتا ہے؟ ١٩٠ کیا احادیث میں بھی تضاد ہے؟ ١٩١ صحیح پس منظر میں
دیکھیے ١٩٣

٢٠۔ دعوت کا طریق کار ١٩٤ تا ٢١٤

کیا ہندو اہلِ کتاب ہیں؟ ١٩٤ اہلِ کتاب نہیں اُمّیین ہیں ١٩٦ دعوت کا طریق کار احادیث
کی روشنی میں ١٩٨ ۔۔۔ قرآن کی روشنی میں ٢٠٠ ہندو مذہب کو اس کی کھوئی ہوئی
حقیقت دیجیے ٢٠٢ دو زبردست حادثے ٢٠٣ کاش ہم یہ سمجھ لیں کہ... ٢٠٥
کم از کم اتنا تو کیجیے ٢٠٧ امریکیوں کی مثال ٢٠٧ سازش یا حکمتِ عملی ٢١١
خلاصہ ٢١١ ہندو عالم جانتے ہیں ٢١٢ گیم پلٹنے والا ہے ٢١٣
دلیلِ خداوندی ٢١٣ اے کاش......! ٢١٣

٢١۔ انہیں خود بھی تلاش ہے ٢١٥ تا ٢١٦

٢٢۔ معیار صرف قرآن ٢١٧ تا ٢١٨

انجامِ سخن ٢١٩



دشتِ جنوں کا ایک مسافر

ہندوستان کے ایک شہر رام پور کے انگوری باغ محلے میں پچھلے پندرہ سال سے ایک شخص اپنے دو کمروں پر مشتمل ایک چھوٹے سے کرائے کے مکان میں رہ رہا ہے۔ اس کے وقت کا اکثر حصہ عبادات، شب بیداری، انسانوں پر رونے اور کتابوں میں غرق رہنے میں گزرتا تھا باقی بچے وقت میں وہ سوچتا تھا۔

سید المرسلین خاتم النبیین تو ابتدائے تخلیقِ کائنات بھی تھے۔ پھر ان کو دوسرے مذاہب کے پیرو اپنا نبی کیوں نہیں تسلیم کرتے؟

پہلے جو لوگ مسلمان کے کردار سے کبھی متاثر نہیں ہوتے تھے کلام الہٰی کے الفاظ سن کر ان کے دل کی دنیا بدل جاتی تھی۔ وہ قرآن کے اہلِ زبان تھے اور محسوس کر لیتے تھے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ ترجمے ہونے کے بعد صرف پیغام باقی رہ جاتا ہے۔ لیکن الفاظ باری تعالیٰ کے بجائے انسانوں کے ہو جاتے ہیں۔ ترجموں سے اس طرح کا اثر مرتب نہیں ہوتا۔ اور ستم یہ کہ مسلمان نے خود قرآن کو چھوڑ دیا۔

افراد آج بھی حق کو قبول کر رہے ہیں۔ سامنے سے ان کی تعداد چاہے سینکڑوں ہزاروں ہی کی کیوں نہ ہو لیکن دنیا کی پانچ ارب آبادی میں ان کا تناسب ایک لاکھ میں ایک کا بھی تو نہیں۔ آج عالم گیر انقلاب صرف قوموں کی تبدیلی سے آسکتا ہے۔ قومیں کیوں نہیں آتیں؟

پچھلی تحریف زدہ کتابوں پر مسلمان ایمان کیسے لائیں؟ بدلے ہوئے عقائد کے لوگ قرآن پر ایمان کیسے لائیں؟

وہ کیا اسباب تھے جن کی بنا پر دینِ فطرت سے لوگ ہٹتے گئے اور دوسرے عقائد اختیار کرتے گئے اور آج کے مختلف عقائد اور رسومات کی اصل جڑ اور بنیادیں کیا ہیں؟ جب تک اسباب معلوم نہ ہوں گے صحیح تشخیص کیسے ہوگی؟ علاج کیسے ہوگا؟ کیا انسانیت پر انسان کے ہاتھوں یونہی ظلم جاری رہے گا؟

کیا اللہ کے بندے مذہب کے نام پر اسی طرح خون بہاتے رہیں گے؟

قرآن وحدیث نے جس کی پیشین گوئی کی تھی وہ عالم گیر انقلاب کیسے آئے گا؟

کیا آج کے دور کی نشاندہی اور اس کا حل قرآن میں ہے؟

تلاش نے اس کو حل دیا۔ قرآن نے جواب دیا ــــــ

"بیشک پہلی امتوں کی کتابوں میں قرآن کا مضمون ہے۔" (الشعراء: ۱۹۶)

احادیث نے اسے بتایا ہے۔ "آخری دور میں تبدیل ہوکر آنے والی قوم اپنی کتابوں کے رُخ سے ایمان لائے گی۔" (احمد، دارمی، رزین، بیہقی)

اور پھر وہ نہیں رُکا۔ تحقیق اس کا نصب العین بن گیا۔ اللہ کا نازل کردہ کلام جو صدیوں کے فاصلوں میں کھو گیا تھا جس پر وقت کی دھول کی موٹی موٹی تہیں جم گئی تھیں، اس کو اللہ کے آخری اور صحیح کلام قرآن کی روشنی میں پڑھا تو فاصلے سمٹتے چلے گئے۔ دھول صاف ہوتی گئی۔ حق اور باطل واضح ہوتا چلا گیا۔ اس نے اپنے سوال کا جواب پالیا تھا۔ پھر چودھویں صدی ہجری کے آخر میں ۱۹۷۹ء میں ایک اور شدید ذہنی جھٹکا اسے لگا۔ اس مرتبہ فساد کعبہ میں ہوا تھا۔ مہدیت کے ایک دعوے دار نے چودہ دن تک کعبہ کو پامال کیا اور چودہ سو سال میں پہلی مرتبہ کعبہ اذانوں، نمازوں اور طوافوں سے محروم ہوا۔ کعبہ، جسے اُس شخص کے مطالعہ کی رو سے قرآن ہی نہیں بلکہ تمام صحائف زمین کا پہلا گھر اور اللہ دین کی جڑ بتاتے ہیں! اس کعبہ کے لٹنے کے بعد اس کی نظر میں گویا قیامتِ صغریٰ کا آغاز ہوگیا۔

جب زمین کی جڑ ہلی تو پوری دنیا میں زلزلہ ضرور آئے گا۔ اس وقت تک وہ شخص ایک اسکول میں پڑھاتا تھا لیکن اس حادثے سے اس کے پورے وجود میں ایک زلزلہ آیا۔ اس نے پھر سوچا۔ فساد اللہ کے گھر میں گھس آیا اور تمہیں اپنی معاش کی فکر ہے!

نوکری سے اس نے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لیا اور اپنا کل وقت اپنے مالک کی نذر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اب وقت آگیا تھا کہ پچھلے چھ سالوں کی جدوجہد میں اللہ نے جو علم اسے دیا تھا اسے دوسروں تک بھی پہنچائے۔ آمدنی بمشکل گذارے لائق، تحریری صلاحیت محدود۔ دل کا درد الفاظ کی شکل میں ظاہر ہوتا تھا۔ وہ سڑکوں پر نکل کھڑا ہوا۔ ہر واقف کو روکتا تھا۔ رو رو کر انسانیت کے درد کی فریاد کرتا تھا اور گھر جا کر مطالعہ اور تحقیق سے جو وقت بچتا تھا اس میں اللہ کے حضور گڑگڑاتا تھا۔

چشم فلک نے اس مرتبہ ایک عجیب نظارہ دیکھا۔

جو لوگ اسے انتہائی ذہین آدمی سمجھتے تھے وہ دیوانہ بتانے لگے۔ جو اس کی پارسائی کی قسمیں کھاتے تھے وہ موقع پرست اور حکومت کا پٹھو کہنے لگے اور جن کو کل تک اس کے متقی ہونے کا پورا یقین تھا وہ گمراہ کہہ کر پکارنے لگے۔ بہت سے افراد متفق بھی ہوئے اس کی باتیں سننے کے لیے اس کے پاس آنا شروع کیا لیکن ــــ اس کے مشن کا ساتھ دینا؟ یہ راستہ تو خطرات اور ابتلاء اور آزمائش سے پُر نظر آتا تھا۔ ستائش اور بہی خواہی تک تو ٹھیک لیکن داعی بننا سرفروشی کا جذبہ بھی چاہتا تھا۔ اس کے لیے وہ ابھی تیار نہ تھے۔

آج صرف چند سرپھرے اس کے ساتھ ہیں جنھوں نے اس کی رہنمائی میں دین کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا ہے۔

اس شخص کو اہل رام پور شمس نوید عثمانی کے نام سے جانتے ہیں۔

ایس۔ عبداللہ طارق



باسمہٖ تعالیٰ

حق ادا کرو!

مولانا شمس نوید عثمانی کی ایک تقریر کے چند اقتباسات بطور پیش لفظ

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم کی ایک حدیث کا میں اپنے الفاظ میں مطلب یہ سمجھا ہوں۔
حساب کے دن ایک شخص کو احکم الحاکمین کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ عمر بھر سجدے کیے
تھے۔ ماتھے پر بڑا سا گٹہ پڑ گیا تھا۔ تسبیحات پڑھتے عمر گزر رہی تھی۔ مگر مالک کے مزاج کو نہیں پہچانا۔
آدمی سے محبت نہیں کی۔ اس کی سب سے محبوب مخلوق۔
تو جانتے ہو کیا ہوگا؟
اللہ پوچھے گا۔ "تم کون؟" "تم میرے کیسے دوست ہو؟" "میں بھوکا تھا میں نے
روٹی مانگی تھی۔ تم نے روٹی نہ دی۔"
کہا۔ "پروردگار! یہ کیا سن رہا ہوں؟ میں نے تو یہ پڑھا تھا کہ تو کھلانے والا
ہے۔ کھاتا نہیں!"
لیجیے، قلعی کھل گئی علم کی۔
جواب ملے گا۔ "ہاں۔ لیکن وہ میرا بندہ جو بھوکا تھا۔ تم نے اسے روٹی کیوں نہ
بھیجی؟ اگر اسے دیتے تو آج اسے میرے پاس پاتے۔"
میں اس حدیث کا مطلب یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ——
اللہ تعالیٰ ہم لوگوں سے پوچھے گا۔ "میں بھٹک رہا تھا۔ تم نے مجھے راستہ نہیں بتایا؟"

لوگ کہیں گے۔ "پروردگار! آپ کب بھٹکتے ہیں؟"

فرمائے گا: "میرے بندے بھٹک رہے تھے اور قرآن شریف کا روحانی رزق تمہارے پاس تھا۔ محمدؐ کے کردار کی زندہ تصویر تمہارے پاس تھی۔ کتنے انسان تھے۔ ست پُرش کو ڈھونڈ رہے تھے۔ علمی حقیقت تلاش کر رہے تھے۔ وہ جو بھٹک رہی تھی ایک قوم اور علم کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی، اگر تم اسے دیتے تو آج میرے ہاتھ میں پاتے۔"

علم بغیر استاد کے بیکار ہے۔ تمہارے پاس قرآن کا علم ہے۔ اسے اللہ کے رسول سے سیکھو۔ ان کی سنت سے سمجھو۔

ہمارے ساتھ رہنے والی قوم۔ ہمارے پڑوسی مذہب کو ماننے والی قوم کے پاس بھی گیان کی ایک کتاب ہے۔ لیکن بغیر گرد کے گیان کچھ نہیں کر سکتا۔ اس قوم کے مذہب میں لکھا ہے۔ گرو साक्षात लक्षण ہوتا ہے۔ دھرم کی عملی تصویر ہوتا ہے۔ ست پُرش ہوتا ہے۔ ان کے مذہب میں یہ خرابی پیدا ہو گئی کہ ان کا پیغمبر کھو گیا۔ ہندوؤں کو یہ نہیں معلوم کہ پہلا پیغمبر کون تھا ان کا۔ نہایت دھارمک قوم ہے۔ نہایت اعلیٰ درجے کی قربانی دینے والی۔ تم تو وضو کرتے ہو صبح کو۔ وہ بھی کبھی کبھی۔ وہ رات کو اشنان کرتے ہیں۔ جو ہندو ہیں وہ بت کے لیے رات کو اُٹھتے ہیں تین بجے ۔۔۔ اور تم خدا کے لیے صبح کو نہیں اُٹھتے؟ ہمارے پاس اور تو کچھ ہے نہیں۔ ایک کلام ہے خدا کا۔ اور تو سب ہم کھو چکے۔ کم از کم یہ ان انسانوں تک پہنچا دو جو اسے ڈھونڈ رہے ہیں۔ اس کی مدد سے ان کا رسول ڈھونڈ کر دے دو انہیں۔ تین بجے اُٹھنے والی قوم کو اگر اس کے پیغمبر کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ اپنے کلچر کی حقیقت معلوم ہو جائے اور یہ پتہ چل جائے کہ ان کا اصلی خدا کون ہے تو جو نقلی خدا کے اصلی بندے بن سکتے ہیں وہ اصلی خدا کے کیسے اعلیٰ درجے کے بندے ہوں گے۔

جس کی دعوت کرنا ہو اسی کے کھانے کو تیار رکھنا پڑے گا۔ بکری کو کھلانا ہو تو کیا گوشت دوگے؟ ہر ایک کی غذا الگ ہے۔ ہر قوم کا دھارمک بھوجن، स्वभाव اور مزاج الگ ہے۔

اس قوم کا ایک مزاج ہے۔ اگر ان کو یقین ہو جائے کہ کوئی ان کے گیان کو جانتا ہے اور اتنا جانتا ہے کہ اس کو اصلی گیان ہے تو گیان کے آگے سر ٹیک دیتے ہیں۔ قدردان کا معاملہ ہے۔ ناقدری نہیں کریں گے۔ مگر یہ ضرور دیکھیں گے کہ پریم سے کر رہا ہے یا کاروبار کر رہا ہے اخلاص کے بغیر نہ خدا قبول کرتا ہے نہ بندہ۔ نشکام یوگ (بے لوث قربانی) چاہیے۔ سکام یوگ (بدلے کی تمنا کے ساتھ قربانی) پر لعنت۔ بندے کی طرف سے بھی اور خدا کی طرف سے بھی خلوص کا یقین دلانا ہوگا۔ لیکن جب ہوگا جبھی تو دلاؤ گے!

قرآن سارے مذہبوں کو دھونے والا ہے۔ ہر دھونے والے کا احسان مانا جاتا ہے اس دھونے والے کا نہیں مانتے؟ کیوں کہ ہم نے ثابت ہی کب کیا ہے کہ دوسروں کو دھویا اس نے۔ کسی کے گیان کو دھو کر تو دکھاؤ جبھی تو کہے گا تم نے دھویا۔ اپنے ہی کپڑے دھو رہے ہو۔ دھو کر دکھاؤ کر۔ "ایکم ایوم ادوتیم" (ایک ہے اور دوسرے کی شرکت کے بغیر ہے) کیا ہے؟ یہ برہم سوتر کہلاتا ہے۔ کلمہ کہلاتا ہے۔ ہم مسلمان کلمے کے بغیر مسلمان نہیں ہو سکتے۔ آپ ہندو کیسے ہو گئے؟ اگر میں لا الٰہ الا اللہ کا انکار کروں، کافر ہو جاؤں گا۔ تم اپنے کلمے کو ماننے بغیر ہندو کیسے ہو؟

میں نے ایک ہندو بھائی سے کہا: "ایکم برہم دوتیہ ناستے۔ نیہہ نا۔ ناستے کنچن" (ایک ہی خدا ہے دوسرا نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ ذرا سا بھی نہیں ہے۔) پہلے اس پر ایمان لاؤ جبھی تو ہندو ہوگے۔ یہ تو وید کا کلمہ ہے۔ اور ہم اسے پڑھ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا میں اسے پڑھتا ہوں۔ "ایکم برہم......" اب میں اسے دوسری بھاشا میں پڑھتا ہوں۔ There is no god but God. One without second. میں نے کہا۔ میں پھر اسے ایک اور بھاشا میں پڑھتا ہوں۔ لا الٰہ الا اللہ۔ وحدہٗ لا شریک لہٗ؛ میں نے تین زبانوں میں خدا کی گواہی دی۔ تین بار انعام ملے گا۔ مفتی الیاس صاحب بیٹھے تھے انھوں نے بھی پڑھا۔ مولانا اسمٰعیل بیٹھے تھے انھوں نے بھی پڑھا۔ اب میں نے اس ہندو بھائی سے کہا۔ "کیا اس میں کوئی فرق ہے؟" کہا "کچھ نہیں"۔ میں نے کہا "کیا آپ بھی عربی میں پڑھ سکتے ہیں؟ جیسے ہم

نے ڈٹ کر سنسکرت میں پڑھا۔ اس نے کہا ”کیوں نہیں؟“ اس نے کلمہ پڑھا۔

آج کا نوجوان کھلے ذہن کا ہے۔ لیکن علم کی روشنی میں گیان کی بات کرو۔ قرآن سے دھوکر ثابت کرو۔

میں ایک ہندو گیانی کے پاس گیا۔ میں نے کہا۔ ”آپ کے پاس لوگ مورتیاں دیکھنے آتے ہیں یاترا پر۔ بتایئے ہمارے بارے میں کیا خیال ہے آپ کا؟ ہم کس لیے آئے ہیں؟ ہم بھی ایک مورتی کی وجہ سے آئے ہیں۔“

کہنے لگے۔ ”آپ کے یہاں تو مورتی نہیں مانی جاتی؟“

میں نے کہا۔ ”آپ خود مٹی سے بنے ہیں۔ یہ خدا نے آپ کی مورتی بنائی ہے۔ میں اپنے خدا کی بنائی ہوئی مورتی کے درشن کرنے آیا ہوں۔ آپ کے دھرم میں یہ حکم ہے کہ ناک کے اگلے حصہ پر نگاہ جماؤ۔ اور کسی طرف نہ دیکھو۔ پر اُس جگہ دیکھا جا رہا ہے جہاں منع کیا گیا تھا اور اس جگہ دیکھنے کو تیار نہیں جہاں کہا گیا تھا۔“

میں نے کہا۔ ”ہم سجدے میں اسی ناک کی طرف نگاہ جماتے ہیں۔ اپنی مورتی کو دیکھ کر وہ مورتی کار یاد آتا ہے۔ یہ پورا برہمانڈ (سنسار) خدا کا ایک مندر ہے۔ مسجد ہے۔ جو چاہیں کہہ لیں اس میں خدا کی بنائی ہوئی مورتیاں ہیں۔ ان کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ ہم جو بنائیں گے اسے دیکھ کر ہم یاد آئیں گے۔ ہر چیز اپنے بنانے والے کی یاد دلاتی ہے۔ اس خدا کی بنائی ہوئی اپنے جسم کی مورتی کی ناک کے اگلے سرے پر نگاہ جما کر ہم یہ سوچتے ہیں کہ — اے اس زندہ مورتی کو بنانے والے مورتی کار ہمارا پوجیہ (معبود) تو تو ہے اور اس کو پَوَن (ہوا) سے پالنے والے۔ ہمارا پروردگار تو تو ہے اور اس ہوا کو روک کر مارنے والے تو ہی ہماری جان کا مالک ہے۔ تو ہی ہمارا برہما ہے۔ ہمارا پیدا کرنے والا ہے۔ ہمارا وشنو بھی تو ہی ہے۔ ہمیں پالنے والا اور تو ہی ہمارا شیو ہے۔ ہمیں موت دیتا ہے تو ہی ہلاک کرتا — تو ہی ہمارا ایشور۔ تو ہی ہمارا سنہار کرنے والا۔ تیرے ہی ہاتھ میں پیدائش تیرے ہی ہاتھ میں زندگی۔ تیرے ہی ہاتھ میں موت۔“

یہ جو کہا تو ان پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔

جس پڑوسی کا حق ادا نہیں کیا، حضورؐ نے قسم کھا کر کہا تھا کہ وہ مسلمان نہیں۔ پالنے کے مکلف ہم نہیں ہیں لیکن جو ہم کر سکتے تھے وہ کریں۔ ایک روٹی ہے تو آدھی واجب ہو گئی۔ اگر صرف ایک کلرکی بات بتانے کی طاقت ہے تو اتنا ہی کر دیں۔ اگر اتنا کر سکتے ہیں کہ دو چار ویدانت کی گتھیاں کھول دیں تو یہ کریں۔ لیکن اگر آپ اپنے لیے جمع کر رہے ہیں اور پڑوسی کو نہیں دے رہے تو آپ کی آدھی روٹی حرام ہو گئی۔ پڑوسی میں مذہب کی قید نہیں۔

قومیں قوموں کی پڑوسی ہوتی ہیں۔ مذہب مذہب کا پڑوسی ہوتا ہے۔ پوری دنیا تمھاری طرف دیکھ رہی ہے کہ حق ادا کرو۔



ڈوبتے ہوئے سورج نے کہا۔ میرے بعد اس دنیا میں رہنمائی کون کرے گا، کوئی ہے جو ظلمتوں کے خلاف جدوجہد کرنے کی ہمت رکھتا ہو؟
اور پھر ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ آگے بڑھ کر بولا۔ "میں بساط بھر کوشش کروں گا۔"

آغازِ سخن

الحمدُ للہ مولانا شمس نوید عثمانی کے پندرہ سالہ تفکر اور مطالعہ کے ایک جز کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ ان مضامین کا سلسلہ اخبار نئی دہلی میں قسط وار شروع ہوا تھا۔ ان کی مقبولیت اور افادیت کو دیکھتے ہوئے ضروری ترمیمات اور بہت سے اضافوں کے بعد ہماری یہ کوشش حاضر ہے۔

میں نہ ادیب ہوں نہ مصنف۔ اپنی محدود صلاحیتوں کے ساتھ یہ خیال بھی آتا ہے کہ مخاطبین کی اکثریت مختلف مسلکوں سے وابستہ ان افراد پر مشتمل ہے جن سے ایک مذہب میں رہتے ہوئے باہمی تعاون کی توقع تو درکنار ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے مسلک کو ہی مذہب کا درجہ دے رکھا ہے۔ اگر خدائے بزرگ و برتر کا بے پایاں کرم شامل حال نہ ہوتا اور اپنے بہت سے ساتھیوں کا ہمہ وقت تعاون حاصل نہ ہوتا تو میں ہرگز اس قابل نہ تھا کہ مولانا کی خدمات کو تحریری شکل میں مرتب کر سکتا۔ جن کو میں نے پچھلے ایک سال کے دوران مولانا کی مختلف گفتگوؤں کے ٹیپ TAPES ان کے لکھائے ہوئے نوٹس NOTES حوالوں اور زبانی تشریحات کے ہجوم میں سے ترتیب دیا ہے۔

موجودہ پیش کش میں اگر کچھ حصے ناقابلِ فہم رہ گئے ہوں تو یہ نقص مولانا کے مطالعہ اور تحقیق کا نہیں بلکہ راقم الحروف کی محدود صلاحیتوں پر اس کی تمام تر ذمہ داری ہے۔

یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ان مضامین کا مقصد نہ تو عام مسلمانوں کو وید پڑھنے کی ترغیب دینا ہے اور نہ دلچسپ معلومات فراہم کرنا بلکہ دعوتِ دین کے اس رُخ کی طرف متوجہ کرنا اصل مقصد ہے جس کی طرف ابھی تک توجہ نہیں دی جا سکی ہے۔ اگر چند قلوب میں ہم اصل کام کرنے کی ہلکی سی رمق بھی پیدا کر سکے تو یہ ہماری بہت بڑی خوش نصیبی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہماری محنت قبول فرمائے۔ اور ہمارے ان تمام معاونین اور دعاگو حضرات کو اجر عطا فرمائے۔ جن کی بیش قیمت مدد کے گواہ اس کتاب کا ہر ہر لفظ ہیں۔ آمین !!!

دعاؤں کا طالب : ایس۔ عبداللہ طارق

باب ۱

انقلاب کی پیشین گوئی

کعبہ کی بے حرمتی

بیت المقدس پر یہودیوں کے قبضے کے حادثے پر ممتاز عالم دین مولانا سید علی میاں نے مندرجہ ذیل الفاظ میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

"یہ شرمناک شکست اور ساری دنیا کے سامنے رسوائی آخر کیوں ہوئی؟ جبکہ کل تک نصرت الہٰی ان کے جلو میں تھی۔ معجزے رونما ہوتے تھے۔ آسمانی لشکران کے لیے اترتے تھے۔[۱]

اس دن سے آج تک دنیا کے تمام مسلمان ہاتھ اٹھا کر فریاد کر رہے ہیں کہ اے پروردگار قبلۂ اول ہمیں واپس دلا دے۔ لیکن دعائیں خالی واپس آرہی ہیں۔ شاید نصرت آنا بیچ بیچ بند ہوگئی۔ حالات مزید بگڑتے گئے۔ یہاں تک کہ بیت الحرام کی بے حرمتی بھی شروع ہوگئی۔

یکم محرم ۱۴۰۰ھ (۲۰ نومبر ۱۹۷۹ء) کا منحوس دن محمد بن عبداللہ قحطانی کے دعویٰ مہدیت سے شروع ہوا اور آنے والے پندرہ دن ۱۴۰۰ سالہ اسلامی تاریخ کا تاریک ترین دور بن گئے۔ جن میں بیت الحرام انسانی خون سے نہلایا جاتا رہا۔ کعبہ کی دیواریں گولیوں سے چھلنی ہوتی رہیں اور لگاتار پندرہ دن کعبہ نماز، اذان اور طواف سے محروم رہا۔ ان پندرہ دنوں میں مسلمانانِ عالم کی نگاہیں غیبی لشکروں کے انتظار میں آسمان کو تکتی رہیں۔ پہلے بھی تو بارگاہِ رب العزت کی طرف سے اپنے گھر کی حفاظت کے لیے ابرہہ کے لشکر کو تباہ کرنے

۱؎ عالم عربی کا المیہ ۔ ص ۔ ۲۳

کے لیے مدد آئی تھی۔ اس مرتبہ ابابیل کی فوج نہ آئی۔ اللہ کا پیغمبر ۱۴۰۰ سال پہلے ہی بتا چکا تھا کہ اس گھر کے پاسبان ہی جب بے حرمتی پر اتر آئیں گے تو رسی میں ڈھیل دی جائے گی اور انھیں اپنے نامۂ اعمال پر مزید کالک پوتنے کا موقع دیا جائے گا۔ البتہ امامتِ عالم کے منصب کے اہل وہ نہ رہ جائیں گے۔

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ وہ شخص رکن (حجرِ اسود) اور مقام (مقامِ ابراہیم) کے درمیان بیعت لے گا اور اس گھر (کعبہ) کی بے حرمتی اس کے گھر والوں کے سوا کوئی نہیں کر سکے گا۔ پھر جب اس کی بے حرمتی ہو جائے تو یہ مت پوچھنا کہ اب عرب کب ہلاک ہوں گے [1]۔"

یہ روایت ازرقی نے بھی تاریخ مکہ میں درج کی ہے اور حاکم نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔

حادثۂ کعبہ کی پندرہ روزہ تاریخ گواہ ہے کہ نقلی مہدی نے حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اپنی بیعت لی تھی۔ ایک اور حدیث ذہن میں تازہ کریں۔

"حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سچوں کے مسلّم سچے تھے سنا کہ آپؐ نے فرمایا ـــــ میری امت قریش کے سرپھرے نوجوانوں کے ہاتھوں ہلاک ہوگی [2]۔"

واقعات گواہ ہیں کہ کعبہ کے حادثے کے ذمہ دار افراد کی ٹولی میں شامل تمام نوجوان تھے جو بیس اور بائیس سال کی عمر کے درمیان تھے۔ اتنا ہی نہیں اس قیامتِ ارضی کی شروعات کا باعث کون شخص ہوگا۔ یہ پیشین گوئی بھی کی جا چکی تھی۔

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا "قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک قحطان سے ایک شخص نمودار نہ ہوگا جو لوگوں کو اپنے عصا سے ہانکے گا [3]۔"

---

[1] لوامع الانوار۔ علامہ اسفارینی۔ جز ثانی ص۔ ۱۰۲ [3] بخاری۔ کتاب الفتن
[2] بخاری۔ کتاب مناقب قریش۔ باب ذکر قحطانی۔

مولانا احمد علی سہارنپوری نے بخاری شریف کی اس حدیث کے حاشیہ میں تحریر کیا ہے:

"انسانوں کو جانوروں کے گلّے کی طرح ہنکانے کا مفہوم انھیں مسخر کرنا ہے۔ جس کا اشارہ حکومت و اقتدار کی طرف ہو سکتا ہے۔"[1]

عذابِ پیہم

مولانا علی میاں کا یہ تجزیہ کہ نصرتِ الٰہی کا آنا بند ہو گیا کیا مسلمانانِ عالم کے لیے تازیانہ نہیں ہے؟ اور رسول اکرمؐ کی اپنوں کے ہاتھوں بیت الحرام کی بے حرمتی کے بعد عربوں کی ہلاکت کی پیشین گوئی پر اگر ہم ایمان رکھیں تو کیا یہ خبر عالمی سطح پر بہت بڑی تبدیلیوں کی حامل نہیں ہے؟ مسلمانانِ عالم کی زبوں حالی کی داستان پر نظر ڈالیے۔

مسلمان نہ صرف آج ان ممالک میں جہاں وہ اقلیت میں ہیں بلکہ مسلم اکثریت والے ممالک میں بھی عبادت گاہوں کے عدم تحفظ، جان و مال، عزت آبرو، سیاسی اور معاشی ہر طرح کے مسائل سے دوچار ہیں۔ بھوپال کی گیس ٹریجڈی، جبل پور و جمشید پور سے شروع ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کا لامتناہی سلسلہ، بابری مسجد کا المیہ، نیلیا، چین، روس، منگولیا، برما اور یوگوسلاویہ کے مسلمانوں پر مظالم، پاکستان کے نسلی فسادات، اسرئیل کے ہاتھوں دس گنی زیادہ تعداد والے عربوں کی پامالی، عربوں کے فلسطینیوں پر مظالم اور پھر فلسطینیوں کا آپس میں ہی ایک دوسرے کو ہلاک کرنا، ترکی، مصر، شام، لیبیا، انڈونیشیا اور ملائیشیا میں بہت بڑے پیمانے پر اسلامی تنظیموں کے افراد پر مظالم، افغانستان کے مسلمانوں کی آہ و بکا، ایران و عراق کی دس سالہ جنگ میں کام آنے والے بے گنتی افراد، ایتھوپیا کا بھیانک قحط، یورپ، افریقہ و ایشیا کے بہت سے دیگر ممالک کے مسائل میں گرفتار مسلمان .... ذلت کی یہ تصویر کیا پیش کر رہی ہے؟

---

[1] شرح البخاری، الخیر الجاری از شیخ یعقوب البمبانی ۔ حاشیہ ۱۲۸

• حضرت ثوبانؓ مولیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ اور اُمتیں تمہارے اوپر پے در پے آئیں گی جیسے کھانے والے کٹورے پر آتے ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ ہم لوگ شاید اس زمانے میں کم ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا "نہیں۔ تم اس زمانے میں بہت بڑی تعداد میں ہوگے لیکن تم ایسے ہوگے جیسے دریا کے پانی پر جھاگ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہیبت کو دشمنوں کے دلوں سے نکال ڈالے گا اور تمہارے دلوں میں سستی ڈال دے گا۔" ایک شخص بولا "یا رسول اللہؐ! سستی کیوں ہوگی؟" فرمایا "دنیا کی الفت اور موت کے خوف سے۔"[1]

کیا اصل عذاب ابھی باقی ہے؟

ذلت کے اس دور کو آج ہم عذاب کا نام دیتے ہیں لیکن یہ حالات اگر عذاب کا صرف پیش خیمہ ہوئے تو؟ اگر اللہ کا عذاب اس سے بھی سخت ہوا تو؟ پچھلی نافرمان قوموں پر جب اللہ کا عذاب آیا تو وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دی گئیں...... کیا امتِ محمدی کو اس انجام سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے؟ قرآنِ حکیم سے معلوم کیجیے۔

ترجمہ: "آسمان سے زمین کی طرف وہ ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر یہ امر اس کے پاس ایک دن میں لوٹے گا جس کی مقدار تمہارے شمار میں ایک ہزار سال کی ہوگی۔"[2]

بہت سے مفسرین اس آیت سے مراد قیامت کے دن کو لیتے ہیں۔ حالانکہ سورۂ معارج میں قیامت کے دن کی مقدار "یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ" کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے یعنی وہ ایک دن تمہارے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اللہ کا امر نافذ ہونے والا ایک دن قرآن مجید نے ایک ہزار سال کے برابر بتایا ہے۔

اس ایک دن کی تشریح سورۂ حج کی آیات ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸ میں دیکھیے۔

ترجمہ: "سو کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے دل ایسے ہو جاتے جن سے

---

[1] ابوداؤد، بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ باب تغیر الناس۔ [2] سورۂ سجدہ ۔ ۵

یہ سمجھنے لگتے یا کان ایسے ہو جاتے جن سے یہ سننے لگتے۔ اصل یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جایا کرتے ہیں اور آپ سے یہ لوگ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں (یعنی عذاب کی خبر پر یقین نہیں کر رہے ہیں) دراں حالانکہ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا اور آپ کے پروردگار کے پاس ایک دن مثل ایک ہزار سال کے ہے تم لوگوں کے شمار کے مطابق۔ اور کتنی ہی بستیاں تھیں جنھیں میں نے مہلت دی تھی اور وہ نافرمان تھیں۔ پھر میں نے انھیں پکڑ لیا اور میری طرف (سب کی) واپسی ہے۔"

سورۂ سبا کی آیات ۲۹۔ ۳۰ بھی ملاحظہ ہوں۔

ترجمہ: "اور کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ کہہ دیجئے کہ تمھارے واسطے ایک دن کا وعدہ ہے۔ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو نہ (ایک ساعت) آگے بڑھ سکتے ہو۔"

تینوں مقامات کی آیات کو سامنے رکھ کر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا ان سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اللہ زمین پر جو نظام سسٹم نافذ کرتا ہے وہ اس کو اپنے ایک دن یا ہمارے ایک ہزار سال کے بعد اٹھا لیتا ہے اور پھر نئی تدبیر بھیجتا ہے۔ جو لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ عذاب صرف پچھلی امتوں کے لیے تھے اور اب حشر تک کے لیے مہلت ہے وہ یہ جان لیں کہ ایک ہزار سال کی مدت کا اللہ کا وعدہ ہے۔

ابھی جلدی نہ کیجیے۔ ابھی یہ نہ پوچھیے کہ ایک ہزار سال تو گذر چکے، مہلت اس کے بعد کیوں ملی ہوئی ہے، ابوداؤد کی مندرجہ ذیل حدیث ملاحظہ کیجیے:

"حضرت سعدؓ بن وقاص نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:
"یقیناً میں امید رکھتا ہوں کہ میری امت اپنے پروردگار کی نظر میں اتنی عاجز اور بے حقیقت نہیں ہو جائے گی کہ اس کا پروردگار اس کو آدھے دن کی بھی مہلت عطا نہ کرے۔" حضرت سعدؓ بن وقاص سے پوچھا گیا کہ "آدھا دن کتنا ہوتا ہے؟" انھوں نے جواب دیا کہ "پانچ سو سال۔"

شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی تحقیق کے مطابق دنیا میں یہ امت آنحضرتؐ کے وصال کے بعد پندرہ سو سال تک رہے گی۔ [1]

مقررہ مدت کے بعد مزید مہلت کا ذکر سورۃ الشعراء آیات ۲۰۲ تا ۲۰۹ میں ملتا ہے۔

تبدیلیٔ قوم کی وعید

اب یہاں ایک بہت بڑا لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ ہر رسول کے آنے کے بعد اس کی امت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے تازہ ترین علم کی رہنمائی میں پچھلی تمام قوموں کے سدھار کے لیے کھڑی ہو۔ یہی امامتِ عالم کا منصب کہلاتا ہے۔ آں حضرتؐ کی بعثت کے ساتھ ہی بنی اسرائیل کو معزول کر کے امتِ محمدیؐ کو تا قیامت دنیا کی قوموں کی امامت عطا کی گئی تھی۔ اب رہتی دنیا تک کوئی نیا نبی نہیں آنا تھا اور امتِ محمدیؐ کو دنیا کے بگاڑ کو دور کرنے کا کام انجام دینا تھا۔

کیا امت موجودہ حالتِ زار میں اس منصب کی اہل ہے؟

لیکن امامت تو برقرار رہنا چاہیئے کیونکہ رسول اکرمؐ خاتم "یین ہیں۔

تمام کڑیاں پھر یکجا کیجیے۔

امتِ محمدیؐ پر پندرہ سو سال بعد عذاب کی نذیر۔ کعبہ کی بے حرمتی کے بعد عربوں کی (روحانی) ہلاکت کی خبر۔ معزولی کے تمام آثار۔ لیکن امامتِ عالم پھر بھی برقرار۔!

لکھتے ہوئے قلم کانپتا ہے۔ لیکن کیا یہ تمام خبریں ایک ہی جانب اشارہ نہیں کر رہی ہیں۔؟

"تبدیلی قوم" جس کی قرآنِ پاک نے متعدد مقامات پر پیشین گوئی کی ہے۔ یعنی اُمتِ محمدیؐ امامت عالم کے منصب کی دوبارہ اہل بنے گی۔ ایک دوسری قوم کے اسلام قبول کرنے کی شکل میں۔

تبدیلیٔ قوم سے متعلق چند آیات کے ترجمے ملاحظہ ہوں۔

---

[1] یہ وضاحت علامہ نواب قطب الدین خانؒ دہلوی نے مشکوٰۃ شریف کے باب قرب الساعۃ میں درج اس حدیث کی اُردو شرح میں کی ہے۔

ترجمہ: "اگر وہ چاہے تو اے لوگو تم (سب) کو لے جائے اور دوسروں کو لے آئے، اور اللہ اس بات پر قادر ہے۔" ؎۱

ترجمہ: "یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو جس کا انعام کسی قوم پر کر چکا ہو نہیں بدلتا۔ جب تک کہ وہ) لوگ اس کو نہ بدل دیں۔ جو کچھ اُن کے پاس ہے۔ بیشک اللہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔" ؎۲

ترجمہ: "سو تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں (یعنی مال کی محبت میں گرفتار ہو گئے ہیں) حالانکہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے اور جو کوئی بخل کرتا ہے خود اپنے نفس سے بخل کرتا ہے۔ اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں ہے، بلکہ تم سب اس کے محتاج ہو، اور اگر تم رُو گردانی کرو گے تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔" ؎۳

ترجمہ: "اور اُن (اُمتیوں) میں سے آخرین (کے لیے بھی آپ کو مبعوث کیا) جو ابھی اُن (پہلوں) میں شامل نہیں ہوئے ہیں اور وہ (اللہ) بڑا زبردست حکمت والا ہے۔" ؎۴

ترجمہ: "اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے سو اللہ عنقریب ایک ایسی قوم کو لے آئے گا جو اللہ سے محبت کرتے ہوں گے اور اللہ ان سے محبت کرتا ہوگا۔ وہ ایمان والوں پر مہربان ہوں گے اور انکار کرنے والوں کے مقابلے پر سخت ہوں گے، اور وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کرے، اور اللہ بڑی وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔" ؎۵

ترجمہ: "اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تمہیں ایک دردناک سزا دے گا اور تمہارے بدلے ایک

؎۱ سورۂ نساء آیت ۱۳۳ ؎۲ سورۂ انفال آیت: ۵۳ ؎۳ سورۂ محمد: ۳۸
؎۴ سورہ جمعہ۔ آیت: ۳ ؎۵ سورۂ المائدہ۔ آیت: ۵۴

دوسری قوم لے آئے گا اور تم اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔[۱]

کیا نعوذ باللہ یہ بار بار دوسری قوم لانے کا ڈراوا "بھیڑیا آگیا" والی پکار ہے۔؟

بے شک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ ہم اور آپ کتنا ہی چاہیں مشیتِ ایزدی میں تبدیلی نہیں لاسکتے۔ ہاں اس کی کوشش کرنا ہمارا فرض ہے کہ عذاب میں پکڑے جانے والے لوگوں میں ہم شامل نہ ہوں اور جس قوم کو اشاعتِ محمدیؐ کے دوسرے حصے کی شکل میں قوموں کی سربراہی کا اعزاز عطا فرمائے گا اس قوم کے ایمان لانے میں ہماری کوششیں بھی شامل ہوں۔ بشرطیکہ ہم یہ جان سکیں کہ اس خوش نصیبی کی مستحق کون سی قوم ہو سکتی ہے۔ سنتِ رسول سے تو ہمیں یہی رہنمائی ملتی ہے۔

دیکھیے ...... جب حضرت ابوذر غفاریؓ مکہ میں آں حضرتؐ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے تو آپؐ نے فرمایا، "مجھے ایک ایسی سرزمین کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔ جہاں نخلستان ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ جگہ یثرب (مدینہ) کے سوا کوئی اور نہیں ہے۔ کیا تم میرا پیغام اپنی قوم میں پہنچاؤ گے؟ شاید کہ وہاں کو فائدہ بخشے اور تمہیں بھی اس کا اجر ملے؟"[۲]

معلوم ہوا کہ اگر پہلے سے یہ علم ہو جائے کہ فلاں قوم تبدیل ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والی ہے تو ان میں کام کرنے میں سبقت کرنے والوں کا خصوصی اجر ہے۔

کیا ہم اللہ کے نزدیک مومن ہیں؟

آگے بڑھنے سے پہلے اپنے ذہن سے اس غلط فہمی کو نکال دیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ صرف زبان سے کہہ دینے کے بعد جنت ہم پر واجب ہو گئی۔ یہی تو یہودی کہا کرتے تھے کہ ہم اگر دوزخ میں گئے بھی تو تھوڑی مدت کے لیے اور اپنی غلطیوں کی سزا کے بعد دائمی جنت میں آجائیں گے۔

ایک متفق علیہ حدیث ہے کہ:

۱؎ سورۂ توبہ۔ آیت: ۳۹

۲؎ مسند احمد، مسلم، طبرانی۔ بحوالہ، سیرتِ سرورِ عالم ﷺ جلد دوم۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی۔ مطبوعہ، اشاعت اسلام ٹرسٹ دہلی۔ ص ۵۷۹۔ ۱۹۹۹ء

رسول اللہ ؐ نے فرمایا: "تم لوگ ہو بہو پچھلی امتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔" صحابہ کرامؓ نے پوچھا۔ "پچھلی امتوں سے مراد کیا یہودی اور نصرانی ہیں؟" آپؐ نے فرمایا: "اور کون؟" کوئی نہیں جانتا کہ اللہ کے نزدیک ہم میں سے کتنے مومن ہیں اور کتنے منافق اور کتنے عمل کفر کرنے والے۔ منافق کی تعریف سمجھنے کے لیے حضرت عمرؓ کی مثال تازہ کریں۔

اپنے دور خلافت میں آپ ایک دن صاحب سرِ رسولؐ حضرت حذیفہؓ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ چہرہ دھواں دھواں ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے فرماتے ہیں کہ "اللہ کی قسم کھا کر کہو جو میں پوچھوں گا سچ بتاؤ گے؟" حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا: "پوچھیں امیرالمومنین!" کہا۔ "نہیں، اللہ کی قسم کھاؤ کہ سچ سچ جواب دو گے۔" پھر انتہائی مضطرب انداز میں سوال کیا کہ تمہیں رسول اللہؐ نے مدینہ کے تمام منافقین کے نام بتائے تھے۔ سچ کہنا ان میں میرا نام تو نہیں ہے؟"

اللہ اللہ! سیدنا عمرؓ بن خطاب جن کو دنیا میں جنت کی خوشخبری دی جا چکی ہے ان کو اپنے منافق ہونے کا خوف ہے۔ فرماتے تھے:

"ایمان خوف اور امید کی درمیانی کیفیت کا نام ہے۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ دنیا کے تمام لوگ جنت میں داخل ہونے والے ہیں سوائے ایک شخص کے تو مجھے خوف رہے گا کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں اور اگر ایک شخص کے سوا تمام لوگ دوزخ میں ڈالے جا رہے ہوں تو میں اللہ کی رحمت سے یہ امید رکھوں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔"

ذرا سوچیے تو سہی۔ ایمان اور نفاق کا معیار اگر اس کا دسواں حصہ بھی قرار دیا جائے تو امت مسلمہ میں کتنے مومن نکلیں گے اور منافقین کو قرآن نے جہنم کے سب سے نچلے درجے کی وعید سنائی ہے۔[1]

وہ کون سی قوم ہو سکتی ہے؟

اب آئیے اس قوم کی تلاش کی طرف جسے پروردگار عالم قوموں کی امامت کے منصب پر فائز کرنا چاہتا ہے۔ اگر اللہ اور اس کے رسول نے تبدیلی کی خبر اور وقت کی طرف رہنمائی فرمائی ہے تو یقیناً

[1] سورۂ نساء: ۱۴۵

اس قوم کی نشاندہی بھی کی ہوگی۔ تبدیلیٔ قوم کی جن آیات کے تراجم اوپر نقل کیے جاچکے ہیں، ان کی مختلف تفاسیر پر نظر ڈالیں۔

سورۂ محمد آیت ۳۸ کے ذیل میں عبدالرزاق، عبدبن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا۔ حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی...... "اور اگر تم پیٹھ پھیر دوگے"۔ تو صحابہؓ نے پوچھا "یارسول اللہؐ آخر یہ کون لوگ ہیں جو اس وقت ہماری جگہ بدل کر آئیں گے جبکہ ہم نے پیٹھ پھیر دی ہو اور مزید یہ کہ وہ ہم جیسے نہ ہوں گے۔" تب حضورؐ نے حضرت سلمانؓ کے کندھے پر تھپکی دی اور فرمایا۔ "یہ ہے وہ اور اس کی قوم ہے وہ۔ اور قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو فارس کے یہ لوگ وہاں تک اسے ڈھونڈتے ہوئے پہنچ جائیں گے۔" [1]

سورۂ جمعہ آیت ۳ کے ضمن میں بھی اسی مضمون کی روایت بخاری میں آئی ہے۔

سورۂ مائدہ کی آیت ۵۴ کے ذیل میں تفسیر فتح القدیر میں ہمیں جو روایات ملی ہیں ان کو ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

ابن جریر نے شریح بن عبید سے روایت کی ہے کہ انھوں نے کہا کہ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی تو حضرت عمرؓ نے سوال کیا۔ "یارسول اللہؐ! کیا میں اور میری قوم مراد ہے؟" فرمایا: "نہیں۔ بلکہ یہ شخص اور اس کی قوم" یعنی ابوموسیٰ اشعریؓ۔

عیاض الاشعری سے روایت ہے کہ حضورؐ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: "یہ شخص اور اس کی قوم"۔ [2]

---

[1] تفسیر فتح القدیر۔ ج ۵ ص ۴۱

[2] اس حدیث کو ابن سعد، ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں۔ عبدبن حمید۔ ترمذی اور بیہقی نے دلائل میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح حدیث قرار دیا ہے۔

■ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ کے سامنے یہ آیت تلاوت کی تو حضورؐ نے فرمایا: "اے ابوموسیٰ اشعری یہ تیری قوم ہے، یمن کی قوم!" [1]

■ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت پر فرمایا: "وہ اہل یمن کی قوم میں سے ہیں" [2]

سورۂ توبہ آیت ۳۹ کے ذیل میں تفسیر فتح القدیر جلد دوم ص ۳۴۵ پر علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

"اور اس پر اختلاف رائے ہے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ چنانچہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ یمن والے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ فارس والے ہیں اور دلیل کے بغیر اس جگہ کے تعین کی کوئی شکل نہیں ہے۔"

اب آپ غور فرمائیں کہ کیا (نعوذ باللہ) اللہ کے سچے رسولؐ مختلف موقعوں پر مختلف صحابہ سے الگ الگ قسم کی متضاد باتیں کہہ سکتے تھے کہ حضرت سلمان فارسیؓ سے ان کے منہ پر اہل فارس (ایرانی) کو بتا دیا اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جو یمن کے رہنے والے تھے ان کے سامنے اہل یمن کہہ دیا؟ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے (لہٰذا آپؐ کی زبان پر ہمیشہ حق ہوتا تھا) تو پھر ہمیں ان دو بظاہر متضاد قسم کی روایات میں تطبیق ڈھونڈنا پڑے گی۔ دنیا میں صرف ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں یہ دونوں قومیں اکٹھی ہو گئی ہیں۔ اہل فارس (ایرانی) آرین نسل کے لوگ تھے اور شمالی ہندوستان میں آرین نسل کے لوگ آکر آباد ہوئے۔ جنوبی ہندوستان کے دراوڑ نسل کے باشندوں کی بہت بڑی تعداد یمن میں آباد تھی۔ بدھ مت کو ماننے والی سندھی قومیں میدسبا، بجو، سیابجا اور احامرہ نامی قومیں بھی یمن میں آباد تھیں۔ [3] اور وہاں آج بھی ہندوستانی تہذیب کی زبردست چھاپ ہے۔ ہند، ہندہ، شیام یا شام، ریام نامی عظیم الشان قلعے وہاں موجود ہیں۔ [4]

---

[1] اس حدیث کو ابوالشیخ، ابن مردویہ، شعبہ، بیہقی، ابن عساکر اور حاکم نے اپنی جمع میں نقل کیا ہے۔
[2] اس روایت کو ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور بخاری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے (بحوالہ فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۴۵)
[3] رسالہ معارف۔ اعظم گڑھ نمبر ۵ جلد ۱۹ ص
[4] سیرت النبی از مولانا شبلی۔ حصہ اول ص ۱۱۵، ۱۱۶

ان دونوں نسلوں کا ایک ہی ملک ہند میں اکٹھا ہونا بھی ناظمِ کائنات کے نظمِ انتظام کا ایک نمونہ ہے تاکہ اس کے رسول کی اُس وقت بظاہر متضاد پیش گوئیاں یہاں بھی ثابت ہو سکیں۔

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اہلِ ایران اور ان کے ہمدرد صرف حضرت سلمان فارسیؓ سے متعلق روایات کو لے کر موجودہ ایرانی انقلاب کا ذکر کرتے ہیں۔ ہم ان کے بارے میں خوش گمانی رکھتے ہوئے صرف اتنا کہہ سکتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰؓ اشعری سے متعلق روایات پر ان کی نظر نہیں پڑ سکی ہوگی جو جاٹوں کے اوّلین قبولِ اسلام میں بھی عہد آفریں تاریخی رول ادا کر چکے ہیں![1]

مولانا عبید اللہ سندھیؒ جو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے کے سب سے بڑے علمبردار تھے اپنی کتاب[2] میں سورہ جمعہ کی آیت ۳ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"......ہمارے نزدیک وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ کے مصداق اہلِ ایران، ہندوستان والے اور اس ضمن میں جو اور ان کے ساتھ شامل ہوں......"

یہاں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ایک پیشین گوئی بھی سنتے چلیں۔

"اور جس بات کا مجھے یقین ہے وہ یہ کہ اگر مثلاً ہندوؤں کا ہندوستان کے ملک پر تسلط محکم اور ہر پہلو کے اعتبار سے ہو جب بھی اللہ کی حکمت کی رو سے یہ واجب اور ضروری ہے کہ ہندوؤں کے سرداروں اور لیڈروں کے دل میں یہ الہام کرے کہ وہ دینِ اسلام کو اپنا مذہب بنالیں۔"[3]

شاہ صاحب کی مغلوں کے دور میں کی گئی پیشین گوئی کا پہلا حصہ پورا ہو چکا ہے یعنی ہندوستان پر عملاً ہندوؤں کا تسلط محکم ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ اس پیشین گوئی کا اگلا حصہ یعنی اس قوم کا قبولِ اسلام بھی ضرور پورا ہوگا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ہم نے وہ کم سے کم دلائل سامنے رکھ دیئے ہیں جو اس بات کو ثابت کرنے

---

[1] جاٹوں کی اسلامی تاریخ۔ از مہربان علی بڑولوی۔ ص ۸۹

[2] شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ۔ مطبوعہ سندھ ساگر اکاڈمی لاہور ص ۱۴۲

[3] الفرقان بریلی۔ شاہ ولی اللہ نمبر [illegible] طبع دوم ص ۱۸۰

کے لیے کافی ہیں کہ امتِ محمدیؐ کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصّے یعنی موجودہ امتِ محمدی کی عمر پندرہ سو سال ہے۔ ہندوستان کی ہندو قوم اس امت کا دوسرا حصہ یعنی آخرین ہیں۔ یہ قوم بحیثیت مجموعی اسلام قبول کرلے گی اور اس وقت امامتِ عالم کے منصب پر سرفراز ہوگی۔

دل ودماغ کو جھنجھوڑ دینے والی اس خبر کو سن کر ایک ردِعمل تو یہ ممکن ہے کہ آپ اسے فرضی تانوں بانوں سے بُنا ایک خیالی افسانہ قرار دے کر مگن رہیں۔ بصورتِ دیگر ایمرجنسی (ہنگامی) حالات میں اپنے کو گھرا ہوا پاکر خود ہی فیصلہ کریں۔ اپنی اصلاح کریں۔ اپنے نصب العین پر غور کریں، اور اس قوم کو دعوت دینے کا طریق کار سوچیں جو دنیا کی امام بننے جارہی ہے۔ اگر اس کے ایمان لانے میں کچھ حصہ ہمارا بھی شامل ہوجائے تو ہماری کتنی بڑی کامرانی ہوگی ورنہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور وہ ہماری مدد کا بالکل محتاج نہیں ہے۔

جس سورۂ توبہ کی آیت ۳۹ میں قوم تبدیل کیے جانے کی خبر دی گئی تھی۔ اس کی اگلی آیت ۴۰ میں یہ بات بھی واضح کردی گئی ہے کہ ـــ

اگر تم نے اس (رسول) کی مدد نہ کی تو (نہ کرو اور سابقہ تاریخ سے پوچھ لو کہ تنہا) اللہ اس کی اس وقت مدد کرکے دکھا چکا ہے جب اسے انکار اور کفرانِ نعمت والوں نے (بے گھر اسلام کے پہلے دورِ اجنبیت میں) نکال دیا تھا اور (غار ثور) میں وہ دو ہی رہ گئے تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ نے اس پر سکونِ دل کا خزانہ الٹ دیا اور اَن دیکھے لشکروں سے اس کی ایسی مدد کی کہ کفر کی بات کرکری ہوگئی اور اللہ کا بول بالا ہو کر رہا اور اللہ؟ وہ تو ہے ہی سراپا قوت واقتدار سراپا حکمت ووقار۔

لیکن بہت سے وہ لوگ، جو پہلے تھے پیچھے رہ جائیں گے اور بعد میں آنے والے آگے نکل جائیں گے۔ (انجیل متی: ۳۰.۱۹)

باب ۲

ہندو قوم کا نبی

کرشنا مینن کی حیرت

کہا جاتا ہے کہ سری کرشنا مینن اپنے قیام لندن کے زمانے میں ایک دن اپنے حلقۂ احباب میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک دوست نے انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"یہ سامنے بیٹھا ہوا تمھارا دوست یہودی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کے پاس خدا کی ایک کتاب ہے جس کا نام توریت ہے اور یہ علم آسمانی کی کتاب خدا نے حضرت موسیٰ کے ذریعے دی تھی۔"

"میں یہ بات جانتا ہوں۔" کرشنا مینن نے جواب دیا۔

اب اسی دوست نے ایک دوسرے عیسائی دوست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

"یہ شخص عیسائی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اس کے پاس بھی خدا کی ایک کتاب ہے جس کا نام انجیل ہے اور یہ علم خداوندی کا تحفہ خدا نے حضرت عیسیٰ مسیح کے ذریعہ عطا کیا تھا۔"

"میں یہ بھی جانتا ہوں۔" کرشنا مینن نے ہلکے سے تبسم کے ساتھ کہا۔ جیسے ان شہرۂ آفاق باتوں کے دہرانے پر انھیں تعجب ہو رہا ہو۔ لیکن بولنے والا مکمل سنجیدگی سے بول رہا تھا۔ اس نے تیسرا عنوان چھیڑتے ہوئے اور ایک مسلمان دوست کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ہمارا مسلمان دوست ہے اور اس کا کہنا ہے کہ اس کے پاس بھی خدا کی ایک کتاب ہے۔ قرآن ۔۔۔ اور خدا نے یہ علم جس انسان کے ذریعہ دیا اس کا نام حضرت محمدؐ ہے۔"

"ارے بھائی میں یہ بھی جانتا ہوں۔" کرشنا مینن نے حیرت کے آخری عالم میں جواب دیا۔

"بے شک۔" وہی دوست بولا۔ "ہم اور تم یہ سب باتیں خوب جانتے ہیں مگر دوست

ہم میں سے کوئی یہ نہیں جانتا کہ وید جس کو تم ٹھیک اسی طرح خدا کا سب سے پہلا۔ سب سے قدیم سب سے عظیم علم اور کلام مانتے ہو اسے آدگرنتھ (आदिग्रन्थ) یعنی اولین صحف کہتے ہو اس کو خدا سے لینے اور مخلوق کو دینے کا سب سے پہلا انسانی ذریعہ کون تھا آخر ؟"

کہا جاتا ہے کہ پوری محفل کی سمت سے اِس بار سوالیہ تبسم اور تعجب کے سامنے پہلی بار خود کرشنا مینن سر سے پاؤں تک سوالیہ نشان بن گئے۔ ایک ایسے فکری سناٹے میں گم ہو گئے جیسے پہلی بار انھیں یہ ایک ٹھوس سوال محسوس ہوا ہو۔ جیسے پہلی بار انھیں اپنے ویدک علمار کے موجودہ علمی موقف میں ایک حقیقی خلار کا احساس ہوا ہو۔ توریت۔ انجیل اور قرآن مجید کے خدا سے انسان تک پہنچنے کے ذرائع تو معلوم ہیں لیکن اگر وید خدا کا کلام ہے تو اسے لانے والا نبی کون تھا ؟ یہ واقعہ چاہے سچا ہو چاہے افسانہ، اس میں شک نہیں رہتا کہ یہ فطری سوال ہر ایک ویدک دھرم کے ماننے والے کے سینے میں ہزاروں سال سے اندر ہی اندر مسلسل کھٹک رہا ہوگا۔

حضرت نوحؑ کی امت کا نبی بھی کھویا ہوا ہے!

ہندو قوم رامائن اور مہابھارت کو انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں تسلیم کرتی ہے لیکن ویدوں کے بارے میں ان کے سوادِ اعظم کا عقیدہ ہے کہ یہ کلامِ الٰہی ہیں۔ اس کے باوجود وہ یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ کس رسول کے ذریعہ دنیا میں آئے۔ اپنے نبی کو انھوں نے دیومالاؤں میں گم کر دیا۔ دنیا کی ہر مذہبی قوم کسی نہ کسی شخصیت کو اپنی مذہبی کتب سے منسوب نبی مانتی ہے لیکن ہندو قوم وہ واحد مذہبی قوم ہے جس کا اصل نبی کھویا ہوا ہے۔ اس حقیقت پر نظر رکھیں اور بخاری شریف کی مندرجۂ ذیل حدیث پر غور کریں۔

" حضرت ابوسعیدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن حضرت نوحؑ کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا انھوں نے اپنی امت کو احکامِ خداوندی پہنچائے تھے؟ وہ عرض کریں گے : بے شک اے میرے پروردگار۔" پھر حضرت نوحؑ کی امت سے پوچھا جائے گا کہ کیا (نوحؑ نے) تم تک ہمارے احکام پہنچائے تھے ؟ وہ لوگ انکار کریں گے اور کہیں گے

"ہمارے پاس تو کوئی بھی ڈرانے والا نہیں آیا تھا" اور پھر (حضرت نوحؑ سے) پوچھا جائے گا۔ "تمھارے گواہ کون ہیں؟" اور وہ کہیں گے "میرے گواہ حضرت محمدؐ اور ان کی امت کے لوگ ہیں" اور اس کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا "تب تمھیں پیش کیا جائے گا اور تم یہ گواہی دوگے کہ (حضرت نوحؑ نے احکام) پہنچائے تھے۔ پھر رسول اللہؐ نے یہ آیت پڑھی: وکذالک جعلنکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا ...." [1]

اب ذرا غور فرمائیں۔ ایک طرف تو حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ کی امت اپنے رسول کو پہچاننے سے انکار کر دے گی اور دوسری طرف ہم یہ جانتے ہیں کہ تمام مذہبی قوموں میں صرف ہندو قوم کا نبی کھویا ہوا ہے۔

پھر سوچیں۔ ایک طرف تو ہم یہ جانتے ہیں کہ ہندو قوم تبدیل ہو کر امتِ محمدی بنے گی اور موجودہ امتِ محمدی کے افراد اس تبدیلی کا ذریعہ بنیں گے اور دوسری طرف حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قومِ نوحؑ کے اپنے نبی کو پہچاننے سے انکار کے بعد امتِ محمدی گواہی دے گی کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو احکام خداوندی پہنچائے تھے۔ یعنی گواہی دینے والی امتِ محمدی کے افراد حضرت نوحؑ کی امت کو اور ان سے حضرت نوحؑ کے رشتے کو پہچانتے ہوں گے۔

کیا یہ واضح دلیل اس بات کی نہیں محسوس ہوتی کہ موجودہ ہندو قوم حضرت نوحؑ کی امت ہے۔

ہندو قوم قومِ نوحؑ ہے

ویسے بھی ویدک دھرم دنیا کے تمام مذاہب میں متفقہ طور پر سب سے پرانا مذہب ہے اور حضرت نوحؑ دنیا کے سب سے پہلے صاحبِ شریعت رسول تھے۔

لیکن ابھی یقین کرنے سے پہلے خود ویدک دھرم سے معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔ ابھی ہم چاہے ہندو قوم کے اس دعوے کو تسلیم نہ کریں کہ وید کلام الٰہی ہیں، لیکن یہ تو دیکھیں کہ

---

[1] بخاری۔ بحوالہ مشکوٰۃ باب حساب والقصاص والمیزان

یہ کتابیں جن کو ہندو قوم کلامِ الٰہی قرار دیتی ہے اپنا نبی کون سا بتاتی ہیں؟ فرانسیسی مصنف ڈیوبائیں (A.J.A. DUBOIS) جس نے چالیس سال تک ہندو مذہب اور ہندوستانی تہذیب کا مطالعہ کیا اور ہندو مذہبی رسم و رواج پر آج تک کی سب سے مستند اور ضخیم کتاب لکھی اس نے اپنی کتاب[1] میں جو حقیقتیں بیان کی ہیں وہ شاید قارئین کی دل چسپی کا سبب بنے

......مختصر یہ کہ ایک مشہور شخصیت جس سے ہندوؤں کو بہت عقیدت ہے اور جسے وہ مہانووُو (MAHANUVU) کے نام سے جانتے ہیں۔ (سیلاب کی) تباہی سے ایک کشتی کے ذریعہ بچ نکلی جس میں سات مشہور رشی بھی سوار تھے...... مہانووو دو الفاظ کا مرکب ہے۔ مہا کے معنی عظیم اور نوو بلاشک و شبہ (حضرت) نوحؑ ہی ہیں......"[2]

...... عملاً یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہندوستان اس سیلاب عظیم کے فوراً بعد آباد ہوا تھا۔ جس نے پوری دنیا کو ویران کر دیا تھا......[3]

"......مارکنڈیہ پران اور بھاگوت میں اس کا بہت واضح بیان ہے کہ اس حادثہ میں تمام نسلِ انسانی ختم ہو گئی تھی سوائے سات مشہور عبادت گزار رشیوں کے جن کا میں نے بہت سے مقامات پر ذکر کیا ہے یہ سات رشی ایک کشتی پر بیٹھ کر عالم گیر تباہی سے بچ سکے تھے۔ اس کشتی کو وشنو (خدا) خود چلا رہا تھا۔ ایک اور عظیم شخصیت جو بچ جانے والوں میں تھی۔ وہ منو کی تھی جس کو میں نے دوسرے مقامات پر ثابت کیا ہے کہ (حضرت) نوحؑ کے سوا کوئی نہیں تھی۔ ...... جہاں تک مجھے علم ہے ان تمام مشرک اقوام میں کسی نے سیلاب کو اتنی تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کیا ہے اور اس واقعہ کی تفصیلات حضرت موسیٰؑ کی (توریت میں) بیان کردہ تفصیلات سے کسی قوم کی تحریروں میں اتنی مماثلت نہیں رکھتیں جتنی کہ ان

---

[1] HINDU MANNERS, CUSTOMS & CEREMONIES (ہندو شعائر مراسم و مناسک)

[2] HINDU MANNERS, CUSTOMS & CEREMONIES P. 48.

[3] HINDU MANNERS, CUSTOMS & CEREMONIES — P-100

ہندو کتابوں میں ہے جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ یہ قابلِ ذکر بات ہے کہ یہ شہادت ہمیں اس قوم میں ملی ہے جس کے قدیم ہونے پر سب متفق ہیں...... [1]

حضرت نوحؑ اور سیلاب نوح کے واقعات بہت تفصیل کے ساتھ بھوشیہ پران اور متسیہ پران میں بھی بیان ہوئے ہیں جن کے حوالے ہم آئندہ ابواب میں پیش کریں گے۔

منو کا لفظ بہت سی ہندو مذہبی شخصیات کے لیے استعمال ہوا ہے[2] لیکن پرانوں، ویدوں اور دیگر ہندو مذہبی کتب میں سب سے زیادہ تفصیل سے جس منو کا تذکرہ ہے وہ حضرت نوحؑ ہی ہیں۔

ویدوں میں حضرت نوحؑ کا ذکر منو کے نام سے ۷۵ مقامات پر آیا ہے۔

ویدوں کا انگریز مفسر وید کے ایک منتر میں آنے والے لفظ منو کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے: "منو (نوحؑ) لاجواب شخصیت اور انسانوں کے نمائندے تھے۔ تمام نسلِ انسانی کے باپ (سیلاب کے بعد آدم ثانی کی حیثیت سے) اور پہلی شریعت کے شروع کرنے والے تھے۔" [3]

پرانوں اور ویدوں میں حضرت نوحؑ کی تفصیلات کے علاوہ ایک اور بہت اہم

---

[1] Hindu Manners, Customs & Ceremonies
مؤلف Abbe. J. A. Dubois ص ۲۱۶-۲۱۷

[2] جیسے حضرت آدم کے لیے ۔۔۔ بتایا گیا ہے کہ منو کے بائیں حصے سے شت روپا (शतरूपा) یعنی حضرت حوا پیدا ہوئیں۔ (رام چرت مانس، مفسر ہنومان پرشاد پوت دار مطبوعہ: گیتا پریس۔ گورکھپور ایڈیشن ۱۵ صفحہ ۱۵۲ اور ہندو مذہب کی معلومات۔ از خواجہ حسن نظامی دہلوی۔ مطبوعہ: حلقہ مشائخ دہلی ایڈیشن ۲۰ دسمبر ۱۹۲۷ء صفحہ ۶)

[3] گرفتھ کا یہ تشریحی نوٹ رگ وید ۱-۱۳-۴ کے ذیل میں ہے

نوٹ

ترجموں میں بین القوسین (بریکٹ کے درمیان) الفاظ ہمارے ہیں۔

ثبوت اس قوم کے حضرت نوحؑ سے متعلق ہونے کا ہم پیش کر رہے ہیں۔

اکثر اقوام کا اپنے انبیاء سے تعلق کا ایک مظہر یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ ان کے زمانے سے اپنا سال یا سن شمار کرتے ہیں جیسے مسلمان اپنا سن ہجری حضرت محمدؐ کی ہجرت سے شمار کرتے ہیں۔ اور عیسائی اپنے سال حضرت عیسیٰؑ کی وفات سے گنتے ہیں۔ اسی طرح ہندو قوم اپنے اہم واقعات کے وقت کو حضرت نوحؑ سے گنتی ہے۔ اس کے لیے وہ حضرت نوحؑ کے سیلاب سے ہر ساٹھ سال کے وقفہ کو ایک اکائی یا ایک سال مانتے ہیں اور ان سالوں سے اپنے اہم واقعات کو شمار کرتے ہیں۔ ڈیو بائس اپنی مذکورہ بالا کتاب میں لکھتا ہے۔

" ہندوؤں کا موجودہ یگ کلیگ تقریباً اسی زمانے سے شروع ہوتا ہے جو سیلاب نوحؑ کا زمانہ ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کو وہ یادگار سمجھتے ہیں اور ان کے مصنفین اسے جل پرلیادن یا پانی کے سیلاب کا نام دیتے ہوئے اس کا وضاحت سے ذکر کرتے ہیں۔ اس موجودہ یگ کی تاریخ یقیناً 'جل پرلیا ون' کے آغاز سے شروع ہوتی ہے ......

...... اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہندو اپنی زندگی کے تمام اہم اور مشہور واقعات و معمولات اور اپنی تمام عوامی یادگاروں کی تاریخ یا سن کو ایک سیلاب کے خاتمے سے شمار کرتے ہیں ...... سیلاب کے بعد ہر ساٹھ سال کا ایک سال مان کر ان سالوں سے اپنے تمام عوامی اور ذاتی واقعات کی مدت شمار کرتے ہیں [۱]

اس قوم کا حضرت نوحؑ (ان کی زبان میں منو) سے خصوصی تعلق ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ ان کی مذہبی کتب میں منوسمرتی کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔

ہندو قوم کی مذہبی تاریخ اور مذہبی کتب کے حضرت نوحؑ سے خصوصی تعلق کی چند مثالیں یہاں پیش کی گئیں۔ قوم نوحؑ سے متعلق بخاری شریف کی جو حدیث اس باب کے شروع میں گذری اس میں ہم نے دیکھا کہ حضرت نوحؑ کی امت ان کو اپنے نبی کی حیثیت سے نہیں پہچانتی ہوگی اور

---

[۱] Hindu Manners, Customs & Ceremonies

(ہندو شعائر، مراسم و مناسک، ص ۲۱۶ - ۲۱۷)

ہم جان چکے ہیں کہ حضرت نوحؑ سے زبردست رشتہ موجود ہونے کے باوجود موجودہ ہندو قوم بحیثیت مجموعی ان کو نہیں جانتی ہے۔ اسی حدیث سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ قیامت کے دن اُمّتِ محمدی حضرت نوحؑ کے اپنی قوم میں پیغام پہنچانے کی گواہ بنے گی۔ اور ہمیں معلوم ہے کہ دیگر احادیث نے اس قوم کے امتِ محمدی بننے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ظاہر ہے ان تمام حقیقتوں کے آشکارا ہونے کے بعد اور امتِ محمدی میں شامل ہونے کے بعد ہی اس بات کی گواہی دیں گے۔

لیکن ان تمام ثبوتوں کے بعد بھی ابھی آخری اور مستند ترین گواہی باقی ہے۔ قرآنِ عظیم۔ آئیے دیکھیں۔

قرآن کی گواہی

دنیا کی تمام قوموں کو دو طرح کی نسلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سامی نسلیں (Semetic races) اور غیر سامی قومیں (Non-Semetic races)

غیر سامی قوموں میں آرین نسل آتی ہے اور سیمیٹک قوموں میں یہودی، عیسائی اور جزیرہ نمائے عرب کے بنی اسماعیل۔

دنیا کی دو نسلوں میں تقسیم ہونے اور ان میں سے ایک نسل کا تعلق حضرت نوحؑ سے ہونے کی قرآن بھی تصدیق کرتا ہے۔

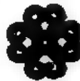
"یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ منجملہ (دیگر) انبیاء کے نسلِ آدمؑ سے (تھے) اور بعض ان کی نسل سے تھے جنھیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا، (ایک نسل) اور بعض ابراہیمؑ و یعقوب (علیہما السلام) کی نسل میں سے ہیں۔ (دوسری نسل) اور یہ سب ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت دی اور ہم نے ان کو مقبول بنایا۔" [۵۰]

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ نسلِ آدمؑ میں سے حضرت نوحؑ کے ساتھیوں کی نسل الگ ہے اور حضرت ابراہیمؑ و یعقوب علیہما السلام کی نسل یعنی بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل الگ نسلیں ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بنی اسماعیل و بنی اسرائیل سامی نسلیں Semetic races ہیں

[۵۰] سورہ مریم: ۵۸

صاف ظاہر ہے کہ حضرت نوحؑ کے ساتھیوں کی نسل غیر سامی (Non-Semetic) یا آرین نسل ہونی چاہیے۔ آرین نسل دنیا کے بہت سے ملکوں کے علاوہ ہندوستان کے بیشتر حصے میں آباد ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ ہم حضرت نوحؑ کے ساتھیوں کی نسل کو حضرت نوحؑ کی امت کیسے کہہ رہے ہیں۔ کسی رسول کی امت کہلانے کے لیے ان کی نسل سے ہونا یا نہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہم مسلمان ہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰؐ کی امت ہیں حالانکہ ہم میں سے اکثر ان کی نسل سے نہیں ہیں۔ ہم ان کی امت ہیں، کیونکہ ہم ان کو اپنا رسول تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی امت میں سے جنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کے پیغمبرِ خدا ہونے کا اقرار کیا۔ وہ پھر حضرت عیسیٰؑ کی امت کہلائے۔ حضرت نوحؑ کے ساتھ ان کے وہی ساتھی طوفانِ نوحؑ سے بچا لیے گئے تھے جو ان پر ایمان لائے تھے۔ وہ ان کے امتی تھے اُن ساتھیوں کی نسل یا آرین نسل میں سے موجودہ ہندو مذہبی قوم چونکہ حضرت نوحؑ کے بعد آنے والے دوسرے انبیاء کو اپنا نبی تسلیم نہیں کرتی ہے اس لحاظ سے ہم نے اپنی تحریروں میں ان کو حضرت نوحؑ کی امت یا حضرت نوحؑ کی قوم کہا ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ حضرت نوحؑ کو بھی ان کی اصل حیثیت کے ساتھ یہ قوم نہیں پہچانتی ہے جس کا اظہار ہم ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے نبی کو دیومالاؤں میں گم کر دیا ہے۔



"اگر آج کلمہ گو مسلمانوں میں اس ادائے فرض کے سپاہی بننے کا ولولہ نہیں تو کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو زندگی کے میدان میں لائے اور اس سے اسلام کا یہ فرض ادا کرائے۔" (سید سلیمان ندویؒ۔ معارف جنوری ۱۹۳۹ء)

باب ۳

قرآن میں ہندو قوم کا ذکر

قرآن پر الزام بہت سے ہندو مخلصین جو اسلام سے متاثر ہیں اور قرآن کی عظمت کے معترف بھی ہیں ان کو یہ شکایت کرتے ہوئے ہم نے سنا ہے کہ قرآن میں دیگر قوموں کا ذکر تو ہے لیکن ہمارا ذکر قرآن میں کہیں نہیں ہے۔ ان کی شکایت کا جواب جب ہم طرح طرح کی تاویلوں سے دینے کی کوشش کرتے ہیں تو ذرا غور کیجیے کہ کہیں ہم خود بھی غیر ارادی طور پر یا غیر محسوس طریقے سے قرآن پر یہ الزام عائد کرنے میں شریک تو نہیں بن رہے ہیں؟

شری گنگا پرشاد اپادھیائے نے عربی میں قرآن شریف کا مطالعہ کر کے اردو زبان میں مصابیح الاسلام کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس کا ایک حوالہ ہم نقل کر رہے ہیں:

"قرآن شریف میں کئی جگہوں پر تو یہ کہا ہے کہ خدا مختلف قوموں کی ہدایت کے لیے مختلف نبیوں کو بھیجتا ہے لیکن خصوصاً کسی کا تذکرہ نہیں ہے۔ تماشے کی بات یہ ہے کہ جو پرانی قومیں ہیں اور جن کی تہذیب کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے۔ جیسے ہندوستان، چین وغیرہ، ان کا کچھ بھی اشارہ تک نہیں۔ گویا اس الہام سے جس کو قرآن یا کلام مجید کے نام سے پکارا جاتا ہے عام انسانی جماعت کا کوئی تعلق ہے ہی نہیں......" [1]

بیشک قرآن کے اولین مخاطب اہل عرب تھے لیکن اگر یہ صرف ۱۴۰۰ سال پرانی کتاب

---

[1] مصابیح الاسلام۔ ص ۴۳۔ مطبوعہ: ٹریکٹ وبھاگ، آریہ سماج چوک الٰہ آباد ۱۹۲۳ء
مصنف: شری گنگا پرشاد اپادھیائے۔

نہیں ہے بلکہ رہتی دنیا تک کے حالات و واقعات کا اس میں ذکر ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس قوم کا اس میں ذکر نہ ہو جو دنیا کی قدیم ترین مذہبی قوم ہے اور نزولِ قرآن سے ہزاروں سال قبل سے آج تک بہت بڑی تعداد میں دنیا میں موجود ہے۔ یہ قرآن پر ایک الزام ہے۔ کیا ہم نے کبھی ہندو قوم کا نام یا تعارف قرآن میں تلاش کرنے کی کوشش کی؟ ٹھیک ہے۔ قرآن میں لفظ ہندو کہیں نہیں ملتا لیکن کیا لفظ عیسائی یا کرسچین ملتا ہے؟ کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ عیسائیوں کا بھی قرآنِ حکیم میں ذکر نہیں ہے؟ قرآن نے عیسائیوں کے لیے لفظ "نصاریٰ" استعمال کیا ہے دنیا کا کوئی عیسائی اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں کہتا لیکن ہم جانتے ہیں کہ نصاریٰ قرآن میں ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو آج اپنے آپ کو عیسائی کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جو قوم آج اپنے آپ کو ہندو کہتی ہے اسے کسی اور نام سے قرآنِ حکیم نے موسوم کیا ہو۔

قرآن میں سب قوموں کے ناموں کی تحقیق ہی نہیں ہوئی

قرآنِ پاک میں بہت سی ایسی قوموں کا تذکرہ ملتا ہے جنھیں مفسرین آج تک متعین نہیں کر سکے جیسے اصحاب الرس اور قومِ تبع۔ خصوصاً صابئین کا ذکر تو جگہ جگہ کلام پاک میں مومنین یہود اور نصاریٰ کے ساتھ اس حیثیت سے کیا گیا ہے جیسے یہ بہت بڑی قوم یا دنیا کے منفرد گروہوں میں سے ایک ہوں۔ مثلاً ـــــ

ترجمہ: "بیشک جو لوگ "مومن" ہیں اور جو "یہودی" ہیں اور "نصاریٰ" ہیں اور "صابئین" ہیں ان میں سے جو اللہ پر اور یومِ آخر پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو ان کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے نہ ان پر کوئی خوف آئے گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرہ: ۶۲)

اس آیت میں صابئین کا ذکر مومنین، یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ قرآن پاک میں جہاں جہاں صابئین کا ذکر ہے انھیں بڑی بڑی قوموں کے ساتھ ہے۔ اتنی اہمیت کی حامل قوم جس کا خصوصی تذکرہ قرآن پاک نے دنیا کی بڑی بڑی قوموں کے ساتھ ہی کیا ہے اس کو ہم آج تک تلاش نہیں کر سکے۔ حالاں کہ انھیں مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں

کی طرح آج بھی اور آئندہ آنے والے زمانے میں بھی دنیا کی نمایاں مذہبی قوموں میں سے ہونا چاہیئے۔ اگر ہم غور کریں تو تلاش کا دائرہ بہت محدود ہو گیا ہے۔ مسلمان، عیسائیوں اور یہودیوں کے علاوہ دنیا میں کتنی بڑی بڑی مذہبی قومیں اور ہیں؟ انھیں میں سے صابئین کو ہونا چاہیئے۔ اب ذرا ایک اور زاویے سے تلاش کریں۔

قرآن مجید میں شریعت نافذ کرنے والے، پیغمبران میں خصوصی اہمیت کے حامل جن پیغمبروں کا ذکر خصوصی اہمیت کے ساتھ بار بار آیا ہے۔ وہ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں۔ مثلاً دیکھیے۔

ترجمہ: "اور جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ابن مریم سے۔ اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔" (سورۂ احزاب: ۷)

ترجمہ: "اللہ نے تم لوگوں کے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپؐ کے پاس وحی کیا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو بھی حکم دیا تھا ......" (سورۂ شوریٰ: ۱۳)

ہم دیکھتے ہیں کہ کلام پاک میں جن بڑی بڑی قوموں کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے وہ مسلمان عیسائی، یہودی، اور صابئین ہیں اور جن صاحب شریعت رسولوں کا تذکرہ جگہ جگہ ایک ساتھ آیا ہے وہ رسول اکرم حضرت محمدؐ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت نوحؑ ہیں۔ ان میں سے مسلمان حضرت محمدؐ کو اپنا آخری پیغمبر تسلیم کرتے ہیں، عیسائی حضرت عیسیٰؑ سے اور یہودی حضرت موسیٰؑ سے منسوب قوم ہیں لیکن صابئین؟ ہم نہیں جانتے۔

پھر سوچیے! حضرت محمدؐ کے اُمتی مومنین ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے عیسائی حضرت موسیٰؑ کی قوم یہودی اور حضرت نوحؑ کی قوم؟ کسی کو معلوم نہیں۔ کہیں انھیں کی قوم کو تو صابئین نہیں کہا گیا ہے؟ [1]

---

[1] حضرت ابراہیمؑ کی قوم میں یہودی، عیسائی اور مسلمان سب شامل ہیں کیونکہ سب ان پر ایمان لاتے ہیں اور دنیا میں کوئی ایسی قوم نہیں ہے جو حضرت ابراہیمؑ پر تو ایمان لائے اور ان کے بعد آنے والے کسی اور نبی پر ایمان رکھتی ہو۔

حضرت نوحؑ کی قوم ہی صابئین ہیں

تفسیر ابن کثیر میں عبدالرحمن بن زید کا یہ قول درج ہے کہ صابئین اپنے آپ کو حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر بتاتے تھے۔

صابئین کے بارے میں حضرت عمرؓ، امام ابوحنیفہؒ، امام اسحٰقؒ، ابوالزنادؒ، قرطبیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، امام غزالیؒ، امام راغبؒ، معالمؒ، ابن جریرؒ، ابن کثیرؒ، امام سہیلیؒ، علامہ شوکانیؒ، قاضی بیضاویؒ، عبدالماجد دریابادیؒ اور سید سلیمان ندویؒ کے مختلف اقوال اپنی تشریحات کے ساتھ ہم ذیل میں اکٹھا کر رہے ہیں۔

۱۔ عراق کے اس مقام کے رہنے والے لوگ تھے جہاں ابراہیمؑ پیدا ہوئے تھے۔ (حضرت ابراہیمؑ کے مقام پیدائش اُر اور ہندوستانی تہذیبوں ہڑپا اور موہن جوداڑو کے کھنڈرات کی کھدائی سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ دونوں تہذیبوں کے درمیان بہت قریبی روابط تھے)

۲۔ اہل کتاب تھے (یہ تو قرآن میں صابئین کے تذکرے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا ذکر جگہ جگہ آسمانی کتاب رکھنے والی قوموں کے ساتھ ہی آیا ہے۔ صابئین کے پاس حضرت نوحؑ کون سے صحیفے لائے اس پر ہم آئندہ صفحات میں بحث کریں گے۔)

۳۔ لاالٰہ الااللہ کہتے تھے لیکن مشرک تھے۔ (اس کا ذکر ہم آئندہ صفحات میں کریں گے کہ ہندو مذہب کا کلمہ بھی لاالٰہ الااللہ ہے۔)

۴۔ یمن کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے (یہ بات بھی تہذیبوں کے مطالعہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ ہندوستانی مذہب کے لوگ بہت بڑی تعداد میں یمن میں آباد تھے۔ وہاں آج بھی شیام اور ہند نامی قلعے موجود ہیں۔)

۵۔ صابئین عجمی (غیر عرب) نام ہے عربی نہیں۔

۶۔ فرشتوں کی پجاری قوم تھی (ہندو مذہب میں بہت سے دیوتاؤں کا تصور فرشتوں کا تصور ہے اور وہ ان کی پوجا کرتے ہیں)۔

۷۔ جماعتِ ستارگان اور نجوم کے معتقد تھے۔ (اقوام عالم میں شاید کسی قوم کو

نجوم میں اتنی دلچسپی نہیں رہی ہے اور نہ ہے جتنی ہندوستانی ہندو قوم کو ہے)۔

۸۔ ستاروں کی پوجا کرنے والے (مختلف ستاروں اور سیاروں کی پوجا کا تصور موجودہ ہندو مذہب کا جزو ہے)۔

۹۔ آگ کی پوجا کرنے والے (آگ کی پوجا ہَوَن، شادی، ارتھی وغیرہ میں ہندو قوم میں رائج ہے)۔

۱۰۔ زرتشت ایرانی النسل (یہ لوگ بھی آگ کے پجاری تھے اور ہندو بھی ہیں۔ یہ بھی آرین تھے اور ادھر سے ہی آرین ہندوستان میں آئے)۔

۱۱۔ مذہبادن میں کئی مرتبہ غسل کرنے والے (مذہبادنیا میں غسل کی اہمیت شاید سب سے زیادہ ہندو مت ہی میں ہے۔ ان کی کوئی پوجا اشنان کے بغیر نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ مختلف موقعوں پر اجتماعی اشنان بھی ہوتے ہیں)۔

۱۲۔ ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہونے والے (یہی ہندو قوم دینِ اسلام قبول کرے گی۔ یہ ہم پچھلے باب میں ثابت کر چکے ہیں۔)

۱۳۔ مائل ہونے اور جھکنے والے (تبدیلی قوم کے لیے احادیث میں اسی قوم کی طرف اشارہ ہے۔ یہ پچھلے باب میں آچکا ہے۔)

اتنے متضاد اور مختلف تصورات صابئین کے بارے میں ہمارے مفسرین و علماء کے ہیں اور بہت تعجب کی بات ہے کہ وہ سب کے سب ہندو قوم پر فٹ ہوتے ہیں۔ چاہے مختلف ادوار میں مختلف مفسرین الگ الگ قوموں کو صابئین سمجھتے رہے ہوں، لیکن اس دور میں یہ سب خصوصیات اس قوم میں ایک ہی جگہ پائی جاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مندرجہ بالا خصوصیات یا اعتقاد رکھنے والی تمام جماعتیں ماضی میں نقل مکانی کر کے ہندوستان میں اکٹھی ہو چکی ہوں۔ ہم نہیں سمجھتے کہ اب بھی کسی شک و شبہ کی گنجائش اس امر میں باقی ہے کہ صابئین کون ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ پچھلے ادوار میں مختلف گروہوں پر صابئین کی تعریف صادق آتی ہو۔ لیکن کم از کم موجودہ دور میں صابئین سے مراد کون سی قوم ہے۔ یہ روزِ روشن

کی طرح عیاں ہے۔

بات نامکمل رہ جائے گی اگر ہم یہاں یہ نہ ذکر کریں کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی صابئین کو آرین نسل ہی مانتے تھے۔ ثبوت کے طور پر ملاحظہ ہوں مندرجہ ذیل حوالے ــــ

• .... مسیح ضرور ایسے بزرگ تھے جنھوں نے اس تعلیم کو غیر اسرائیلی لوگوں میں بالفاظ دیگر صابئین یا آرین قوموں میں بھی پہنچانے کی کوشش کی۔"[1]

• .... ایران اس زمانے میں آرین یعنی صابی قوموں کا مرکز بن چکا تھا۔ اس سے پہلے ہندوستان کو یہ مرکزیت حاصل تھی ......"[2]

اور مولانا سید سلیمان ندویؒ کی گواہی بھی دیکھ لیجئے کہ وہ صابئین کو قدیم ہندوستانی باشندے تسلیم کرتے تھے۔

• ..... مغضوب اور ضال جس طرح اہل کتاب میں ہیں، اپنی اپنی مزاجی کیفیت کی بنا پر وہی صورتیں متابعۂ شبہ اہل کتاب میں بھی ہیں جن کی دو جماعتوں سے ہم کو قرآن نے واقف کرایا ہے اور وہ مجوس اور صابئین ہیں جن میں ایران قدیم اور ہند قدیم کے باشندے بھی داخل ہیں....."[3]

آخر میں یہ بھی سمجھ لیں ایک بہت ہی قلیل تعداد کا فرقہ عراق اور شام میں پایا جاتا ہے جو اپنے آپ کو صبّی کہتا ہے۔ یہ لوگ حضرت یحییٰؑ کے بعد کے کسی نبی کو تسلیم نہیں کرتے۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی نہیں مانتے۔ حضرت یحییٰؑ سے پہلے کے انبیاء کو مانتے ہیں۔ اس کا امکان ہے کہ قرآن نے صابئین ان کو بھی کہا ہو۔ لیکن سید سلیمان ندویؒ جیسے محقق اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ

---

[1] رسالہ الفرقان۔ بریلی "شاہ ولی اللہ نمبر" ص: ۳۰۲

[2] رسالہ الفرقان۔ بریلی "شاہ ولی اللہ نمبر" ص: ۳۹۰ مضمون از مولانا عبید اللہ سندھی۔

[3] ماخوذ از خطبۂ صدارت مولانا سید سلیمان ندویؒ، سالانہ اجلاس جمعیۃ علماء بمبئی فروری ۱۹۴۳ء بحوالہ "حکومت الٰہیہ اور علماء منکرین" ص ۲۴۳۔ مرتبہ ابو محمد امام الدین رام نگری۔ مطبوعہ: مکتبہ نشاۃ ثانیہ۔ حیدرآباد۔ ۱۹۴۶ء

جیسے ہر ملک میں گھومنے والے اہلِ نظر نے صابئین ہندوستانی نسل کے لوگوں ہی کو مانا ہے حالانکہ ان دونوں حضرات کے علم میں یہ فرقہ ضرور ہوگا۔ اس کے علاوہ اس مجمی فرقے میں سوائے اہلِ کتاب ہونے کے اور کوئی وہ خصوصیت نہیں پائی جاتی جن کو مفسرین علمار نے صابئین سے منسوب کیا ہے اور جن کو اسی باب میں ہم نقل کر چکے ہیں۔

ہماری رائے میں قرآن کی مختلف اصطلاحوں کا اطلاق چونکہ کبھی کبھی بیک وقت مختلف گروہوں کے لیے اور کبھی کبھی مختلف زمانوں میں مختلف گروہوں کے لیے بھی ہوتا ہے اس لیے یہ ممکن ہے کہ اس مجمی فرقہ پر بھی قرآنی اصطلاح صابئین کا اطلاق ہو لیکن ہندوستانی مذہبی قوم کا صابئین کے ذیل میں آنا شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

"...... عالی مرتبت صابئین تمہارے پاس آئیں گے اور وہ تمہارے ہو جائیں گے۔ وہ تمہارے بعد آئیں گے۔ پابہ زنجیر۔ اور تمہارے سامنے جھک جائیں گے۔ وہ تم سے نہایت عاجزی سے کہیں گے ــ بے شک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔"

(بائبل۔ یسیعاہ نبی کی کتاب ۴۵،۱۴)

"وہ سب کے سب شرمسار اور پشیمان ہوں گے۔ وہ سب جو بت بنانے والے ہیں، آپس میں شرمندہ ہوں گے۔"

(بائبل۔ یسیعاہ نبی کی کتاب۔ ۴۵-۱۶)

باب ۴

یکسانیت اور ازلی رشتے

عربوں کی روحانی ہلاکت کے بعد آج رجحانات اور تعلقات کا جائزہ ضروری ہے

ہم کس دور سے گزر رہے ہیں اس کا تجزیہ ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ ایک قوم چودہ سو ۱۴۰۰ سال قبل ملک عرب میں تبدیل ہوئی تھی، ایک اب ہندوستان میں تبدیل ہوگی۔ دونوں کے مذہبی رجحانات اور بگاڑ کا تقابل انتہائی ضروری ہے، پھر ہم یہ بھی دیکھیں گے کہ موجودہ ہندومت اور اسلام میں کون کون سی اقدار مشترک ہیں اور یہ بھی کچھ کم اہم نہیں کہ ہم ماضی میں عرب اور ہندوستان کے معاشرتی، تمدنی، جغرافیائی اور روحانی تعلقات پر نظر ڈالیں۔ کیونکہ جس قوم کو ہمیں دعوت دینا ہے اسے پہلے ہر رُخ سے سمجھنا ضروری ہے۔ تو آئیے پہلے جائزہ لیں مشرکین مکہ اور موجودہ ہندو قوم کے بگاڑ کا۔

حیرت انگیز مماثلت

حدیث رسول پاکؐ ہے: "اسلام کا آغاز اجنبیت کی حالت میں ہوا اور پھر وہ اسی طرح اجنبیت کی طرف لوٹ جائے گا جیسا کہ شروع میں تھا۔ پس خوشخبری ہے اجنبیوں کے لیے....." [1]

کیا ہم آج اسی غربت اسلام کے دور سے نہیں گزر رہے ہیں جس سے رسول خدا اور فدائیانِ رسولؐ مکی دور میں گذرے تھے۔

وہ سیکڑوں بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ یہ قوم ہزاروں بتوں کی پجاری ہے۔

---

[1] مسلم کتاب الایمان۔ باب بدا الاسلام غریبا۔ بحوالہ معروف و منکر از سید جلال الدین عمری ص ۲۱۸

اس وقت سے آج تک کوئی دوسری قوم ہیں ایسی نہیں ملتی جو سیکڑوں ہزاروں بتوں کی پجاری ہو۔

وہ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے ـــ یہ اپنی عورتوں کو زندہ جلارہے ہیں۔ اور راجستھان کے کچھ علاقوں میں آج بھی بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جاتا ہے۔

وہ رسولِ خدا کے پاس باہمی رضامندی (COMPROMISES) کے فارمولے لاتے تھے کہ تم ہمارے بتوں کو برا نہ کہو، ہم تمہارے خدا کو تسلیم کیے لیتے ہیں ـــ اس قوم کے افراد وقتاً فوقتاً ایسے فارمولے (COMPROMISES) ہمارے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں کہ ہر دھرم کی اچھی باتیں لے کر انسانیت کے مذہب کو مانو۔ دنیا کے کسی دوسرے دینی اور لادینی مذہب کے پیرو، یہودی، عیسائی یا کمیونسٹ ایسا نہیں کرتے۔ وہ صرف اپنے طریقے کو اچھا کہتے ہیں۔

ان کا بھی ایک گروہ کعبہ کا ننگا طواف کرتا تھا۔ ان کے بھی بعض گروہ ننگے ہو کر اپنی پوجائیں کرتے ہیں۔

ان کے صحائف گم تھے (صحفِ ابراہیمؑ کا کہیں پتہ نہ تھا) ـــ ان کا نبی کھویا ہوا ہے۔ (ویدا کو یہ ایشور وانی یعنی کلامِ خدا کہتے ہیں لیکن یہ کس پر نازل ہوئے، انھیں نہیں معلوم)۔

کیسی حیرت انگیز مماثلت ہے ان دونوں قوموں کے مذہبی رجحانات میں، جن کے درمیان ہم ہیں اور جن کے درمیان رسولِ اکرمؐ کو اُس کی دور میں مبعوث کیا گیا تھا۔

عقائد کے بگاڑ کے جس آخری درجہ پر رسول اللہؐ کی بعثت کے وقت مشرکینِ مکہ پہنچ گئے تھے ٹھیک اسی طرح موجودہ ہندو قوم عقائد کے بگاڑ کی آخری انتہا پر پہنچ چکی ہے۔ تاریخ کے اپنے آپ کو دُہرانے اور اس قوم کی تبدیلی کے لیے انتخاب کیے جانے پر حیرت نہیں ہونی چاہیئے۔ اہلِ مکہ کے بحیثیت مجموعی اسلام میں داخل ہونے سے چند برس قبل تک کوئی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ صرف قادرِ مطلق کی پیشین گوئیوں پر فدائیانِ رسولؐ کو یقین تھا اور تاریخ نے دیکھا کہ وہ معجزہ رونما ہوا۔ آج بھی اگرچہ سطحی انداز پر دیکھنے والوں کو کتنا ہی ناممکن کیوں نہ معلوم ہو، ہم اللہ اور اس کے رسولِ صادقؐ کی پیشین گوئیوں پر مکمل ایمان رکھتے ہیں

ہندو اور مسلمانوں کی مشترک اقدار

ہندو، دنیا کی سب سے پہلی شریعت والی قوم ہیں اور مسلم آخری شریعت والی قوم اور ان دونوں کو حکمتِ الٰہی نے ایک ہی ملک ہندوستان میں اکٹھا کر دیا ہے۔

ہندوستان کے تمام مندر اور مسجد شرقاً غرباً یعنی قبلہ رو تعمیر ہوئے ہیں۔ ڈیو بائس اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

"بڑے بڑے منادر کا طرز تعمیر اور ڈھانچ خواہ وہ نئے ہوں یا پرانے ہر جگہ بالکل ایک اور یکساں ہے ...... داخلے کا صدر دروازہ پورب کی سمت میں کھلتا ہے اور یہ ایک ایسی نوعیت ہے جس کا پورا لحاظ ان کے تمام منادر اور معابد میں کیا گیا ہے۔ چاہے وہ بڑے ہوں یا چھوٹے" ...... [۱]

مسلمانوں کو تو مسجدوں کی سمت تعمیر کی وجہ معلوم ہے لیکن ہندو نہیں جانتے کہ انہوں نے کیوں اپنے مندر قبلہ رو تعمیر کیے ہیں۔ مختلف لوگ مختلف توجیہات کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن صحیح علم کسی کو نہیں ہے۔ کہیں یہ ان کے کعبہ سے دیرینہ تعلق کی بنا پر تو نہیں ہے۔ جسے آج وہ بھول گئے ہیں اور اب خالی رواج باقی رہ گیا ہے اور حقیقت کھو گئی ہے؟

ہندوؤں کی چتا کا رخ شمالاً جنوباً ہوتا ہے اور یہی مسلمانوں کی قبروں کا رخ ہے۔

مسلمان حج و عمرہ کے موقع پر کعبہ کے سات طواف کرتے ہیں۔ ہندو شادی بیاہ کے موقع پر اگنی کے سات پھیرے کر عہد کرتے ہیں۔

مسلمان حج کے موقع پر جو لباس (احرام) پہنتے ہیں وہ دو عدد بغیر سلی چادروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک تہبند کے طور پر باندھی اور دوسری اوپر اوڑھی جاتی ہے۔ ہندو تیرتھ کے موقع پر ہزاروں سال پہلے ہی سے یہی لباس زیب تن کرتے چلے آ رہے ہیں بلکہ یہ لباس ان کے یہاں اتنا مقدس مانا گیا ہے کہ اسی کی بدلی ہوئی شکل عام زندگیوں میں مردوں نے دھوتی اور عورتوں نے ساڑی کی شکل میں اپنالی ہے۔

---

[۱] از Hindu Manners Customs & Ceremonies by— A.J.A. Dubois_P.573

حج وعمرہ کے موقع پر مسلمانوں کے لیے بال کتروانا لازم اور منڈانا افضل قرار دیا گیا ہے۔ ہندو ہزاروں سال قبل سے ہی تیرتھ کے موقع پر اپنے سر منڈواتے چلے آرہے ہیں۔

مسلمان حج یا عمرہ کے موقع پر جب حالت احرام میں ہوتے ہیں تو ان کے مردوں کو جوتے یا ایسے چپل پہننے کی اجازت نہیں ہوتی جس سے پاؤں کا اوپری حصہ ڈھک جائے۔ موجودہ دور میں ہوائی چپل اس مقصد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ چلنے میں دشواری بھی پیش نہ آئے اور پاؤں کے اوپری حصے پر صرف دو پتلی پٹیاں رہیں۔ ہندو ہمیشہ سے تیرتھ کے موقعوں پر لکڑی کی ایسی کھڑاؤں پہنتے آرہے ہیں جن کے اوپر کوئی پٹی نہیں ہوتی بلکہ صرف لکڑی کا کھونٹی نما انگوٹھا ہوتا ہے۔

مسلمان عقیقے کے موقع پر بچے کا نام رکھتے ہیں اور اس کا سر مونڈتے ہیں۔ ہندو پہلے ہی سے نام کرن سنسکار (بچے کا نام رکھنے کی مذہبی رسم) کے موقع پر اپنے بچوں کا سر مونڈتے آرہے ہیں۔

کیا آپ یہ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ رسول خدا نے یہ رسومات چودہ سو سال پہلے ہندو مت سے مستعار لی تھیں (نعوذ باللہ) حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کا کعبہ سے دیرینہ تعلق ہے اور یہ دنیا کی واحد مذہبی قوم ہے جس نے اپنی روایات کو خرافات کی شکل میں بھی باقی رکھا ہے۔ اگر حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو کعبہ کے تعلق سے یہ رسومات دی تھیں تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ نے بھی یقیناً اپنی قوموں کو دی ہوں گی۔ وقت کے لمبے سفر میں اصل حقیقت کعبہ گم ہو گئی جس کے بعد دیگر قوموں نے تو ان ظاہری رسومات کو بھی کھو دیا لیکن اس قوم نے ان رسومات کو کسی نہ کسی شکل میں باقی رکھا۔ اس طرز کی سیکڑوں مثالیں ہیں جنھیں ہم طوالت کی وجہ سے یہاں پیش نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن یہ سمجھ لیں کہ یہ اس قوم کی ایک بہت قیمتی صفت ہے۔ اگر ان کی گم شدہ حقیقتیں کسی طرح انھیں واپس دی جا سکیں تو دوسری تمام قوموں کے مقابلے میں ہندو قوم کا اسلام کو سمجھ سکنا سب سے آسان ہے۔

حقیقت فراموش ہو کر روایات باقی رہ جانے والی خرابی مسلمان قوم میں بھی پیدا ہو چلی ہے۔ جسے محسوس کر کے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا ؎

یہ اُمت خرافات میں کھو گئی ؎ حقیقت روایات میں کھو گئی

لیکن اس امت کی کتاب اور اس کا رسولؐ قیامت تک کے لیے محفوظ ہے۔ مسلمانوں کو کھوئی ہوئی حقیقتیں کتاب اور رسولؐ سے رجوع کر کے واپس دی جا سکتی ہیں۔ ہندو علماء کے بقول اگر وید صرف علمِ خداوندی کا نام ہے۔ کسی خاص کتاب کا نہیں تو پھر یہ کہنا چاہیئے کہ ہندو قوم کی کتاب اور رسول دونوں کھوئے ہوئے ہیں۔ ان کی حقیقتیں ہم جب ہی واپس کر سکتے ہیں جب ان کی کتاب اور ان کا رسول ڈھونڈ کر انھیں واپس کر سکیں۔

رشتے ازل سے ہوتے ہیں

رشتے پیدا نہیں کیے جاتے ازل سے قائم ہوتے ہیں۔ صرف جسمانی نہیں ہوتے، روحانی بھی ہوتے ہیں۔ ان کا ظہور چاہے جب بھی ہو۔ یہ اصول صرف انفرادی رشتوں کا ہی نہیں بلکہ قوموں اور گروہوں کا بھی ہے۔ صرف انسانی رشتوں کے لیے ہی نہیں بلکہ حیوانی نباتاتی اور جماداتی رشتوں کا بھی یہی اصول ہے کہ وہ بھی ازلی ہیں۔ یہ ایک الگ تفصیلی موضوع ہے جس کے سائنٹیفک ثبوت ہیں۔ اس پس منظر میں آیئے۔ دیکھیں کہ تبدیل ہونے والی قوم اور اس کے مسکن ہندوستان کے حضرت محمدؐ کی جائے پیدائش عرب اور عربی قوم سے کیا رشتے ہیں۔ اس ذیل میں ہم مختلف نامور محققین کی تحریروں کے کچھ اقتباسات پیش کر رہے ہیں ———

"۱۰۰۰ ق م میں یمن کی قوم سبا نے بھی ہندوستان سے تجارتی تعلقات کو مضبوط کیا تھا۔ مورخ جوزیفس نے لکھا ہے کہ بمبئی کے قریب 'سپارا' مقام سے عہد سلیمانؑ میں، جن کا زمانہ ۹۵۰ ق م ہے، فلسطین سے تجارت ہوئی۔ اسی طرح ہندوستانی ململ، چھینٹ (ایک قسم کا کپڑا) اور رومال وغیرہ عرب میں مقبول تھے جن کا ذکر عربی اشعار میں ملتا ہے..... خاندان موریہ کے آندھرا میں تمام کتبات آرامی یعنی عربی طرز میں لکھے ملے ہیں۔ اشوک کے کتبات بھی داہنی طرف سے لکھے ہوئے ملے ہیں۔" [1]

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج سے پانچ ہزار سال قبل ہندوستان میں عربی زبان یدھشٹر کے دربار میں کیسے رائج ہو گئی اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ آج سے پانچ ہزار سال پیشتر اس ملک میں

---

[1] اسلام کامل، مولفہ ڈاکٹر محمد اسحٰق صدیقی استاذ شعبہ عربی فارسی الٰہ آباد یونیورسٹی۔ بحوالہ فاران کراچی جنوری ۱۹۵۱ء ص ۱۱

دینِ حنیف کا دورِ دورہ تھا... "[1]

ہندوستان کی ایک اور جماعت بھی قدیم زمانے سے عرب میں پائی جاتی تھی اس کو عرب میدکہتے تھے.

"...... اصطخری نے لکھا ہے کہ حدودِ سندھ کے تمام شہروں میں کفار کا مذہب بودھ ہے اور ان کے ساتھ ہی ایک قوم ہے جسے مید کہا جاتا ہے...... جاٹ اور مید کے بعد ہندوستان کی ایک اور قوم عرب میں قدیم زمانے سے پائی جاتی ہے وہ سیابجہ یا سبابجہ ہے ...... بلاذری نے فتوح البلدان میں اور ابنِ خلدون نے اپنی تاریخ میں بار بار سیابجہ استعمال کیا ہے..... عرب میں ہندوستان کی ایک اور جماعت زمانۂ قدیم سے آباد تھی جسے عرب حمرار، حمر، احامر اور احامرہ کے لقب سے یاد کرتے تھے." [2]

"عجیب حیرت انگیز بات ہے کہ 'ہند' کا لفظ عربوں کو ایسا پیارا معلوم ہوا کہ انھوں نے اس ملک کے نام پر اپنی عورتوں کا یہ نام رکھا۔ چنانچہ عربی شاعری میں یہ نام وہ حیثیت رکھتا ہے جو فارسی میں لیلیٰ و شیریں کا ہے." [3]

تفصیلات محققین کی کتابوں میں بھری پڑی ہیں۔ اُردو میں خصوصاً مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا قاضی اطہر مبارکپوری نے عرب ہند روابط پر بہت جامع کتابیں تصنیف کی ہیں۔ یہاں ہم نے بطور نمونہ چند حوالے پیش کیے ہیں جن سے عرب و ہند کے قدیم روابط کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

یہ روابط صرف تمدنی و معاشرتی ہی نہ تھے بلکہ روحانی بھی تھے۔ مثلاً

"محققین کو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہلِ عرب بودھ کو ہی 'بوذاسف' کہتے تھے." [4]

---

[1] کفر توڑ۔ مصنف دھرم پال۔ بی اے بحوالہ سہ ماہی "اوقاف" ص ۲۹۔

[2] نارجیل سے نخیل تک۔ مؤلفہ قاضی اطہر مبارکپوری۔ بحوالہ معارف ۵ جلد ۸۹

[3] عرب اور ہند کے تعلقات از سید سلیمان ندوی۔ ص ۱۱-۱۲

[4] کتاب الفہرست۔ ابن ندیم۔ ص ۳۴۵

بحوالہ عرب ہند تعلقات از سید سلیمان ندوی۔ ص ۱۱۵

مذہبی روابط اور خصوصاً انبیاء علیہم السلام کی بعثت یا آمد کے سلسلے میں ہیں متعدد روایات ملتی ہیں۔

آج ایک عام تصور مسلمان ذہنوں میں یہ ہے کہ جن انبیاء کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ ان کا تعلق صرف جزیرہ نمائے عرب سے تھا لیکن یہ دعویٰ کرنے والے حضرات یہ نہیں بتلاتے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ عرب، مصر، عراق یا شام کے کن حصوں میں دعوت کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں محققین حضرات کو جو کچھ ملا ہے وہ ہم مختصراً پیش کر رہے ہیں۔

حضرت آدمؑ ہندوستان میں

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ سری لنکا میں کوہ سراندیپ پر ایک بہت بڑے پاؤں کا نشان موجود ہے جسے بہت سے مذاہب کے پیرو مقدس مانتے ہیں۔ مسلمان اور عیسائی اسے حضرت آدمؑ کے پاؤں کا نشان بتاتے ہیں، بودھ مذہب کے پیرو اسے گوتم بدھ کے پاؤں کا نشان کہتے ہیں اور ہندو اسے شیوجی کے پیر کا نشان مانتے ہیں۔ یہ عجیب و غریب روایات بالکل بے بنیاد بھی نہیں ہیں ان کی کڑیاں ہمیں عربوں کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں۔

"اہل عرب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہندوستان سے ان کا تعلق صرف چند ہزار برس کا نہیں بلکہ پیدائش کے شروع سے یہ ملک ان کا پدری وطن ہے۔ حدیثوں و تفسیروں میں جہاں حضرت آدمؑ کا واقعہ ہے۔ متعدد روایتوں سے یہ بیان آتا ہے کہ حضرت آدمؑ جب آسمان کی جنت سے نکالے گئے تو وہ اسی زمین کی جنت میں جس کا نام ہندوستان جنت نشان ہے، اتارے گئے۔ سراندیپ (لنکا) میں انھوں نے پہلا قدم رکھا جس کا نشان اس کے ایک پہاڑ پر موجود ہے۔ ابن جریرؒ ابن ابی حاتم اور حاکم میں ہے کہ ہندوستان کی اس سرزمین کا نام جس میں حضرت آدمؑ اترے، وجنا ہے کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ دجنا' دکھنا یا دکھن ہے جو ہندوستان کے جنوبی حصے کا مشہور نام ہے؟"[1]

اب ایک ثبوت تفسیر کی کتابوں سے بھی ملاحظہ فرمائیں۔

"ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آدمؑ کا تنور ہند میں تھا۔"[2]

---

[1] عرب ہند کے تعلقات۔ از سید سلیمان ندوی۔ ص ۳۰۔ [2] تفسیر فتح القدیر علامہ شوکانی۔ جلد دوم ص ۳۴۳

واضح رہے کہ قرآن، انجیل اور توریت سے یہ روشنی مفسرین کو ابھی تک نہیں مل سکی ہے کہ حضرت آدمؑ دنیا کے کس خطے میں اتارے گئے۔ مندرجہ بالا روایات اور سری لنکا میں پاؤں کے نشان سے یہ اشارات ملے ہیں کہ حضرت آدمؑ کی بعثت اس سرزمین میں ہو سکتی ہے۔ حالانکہ یہ روایات ضعیف قرار دی جاتی ہیں۔ لیکن یہ بات ضرور قابلِ غور ہے کہ دنیا کے کسی اور خطے کے بارے میں ایسا دعویٰ ہونے کی روایات بھی ہمیں نہیں ملتیں۔

حضرت نوحؑ ہندوستان میں

قرآن سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ طوفانِ نوحؑ کے بعد حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر رکی تھی جو کہ عراق کے علاقے کردستان میں ہے۔ بائبل سے پتہ چلتا ہے کہ کوہِ ارارات پر ان کی کشتی ٹھہری تھی۔ (جودی پہاڑ کوہِ ارارات کے سلسلے کی ہی ایک چوٹی ہے۔) لیکن آج تک مفسرین نے یہ نہیں بتایا کہ کشتی کے رکنے کے بعد حضرت نوحؑ کا خطۂ تبلیغ دنیا کے کون کون سے علاقے رہے اور یہ بھی پتہ نہیں چل سکا کہ طوفانِ نوحؑ سے پہلے حضرت نوحؑ چھ سو سال تک کہاں رہے۔ توریت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھی طوفان کے بعد بابل میں اکٹھا ہوتے اور وہاں سے پوری روئے زمین پر پھیلے۔

"اس لیے اس کا نام بابل ہے کیونکہ خداوند نے وہاں پر تمام اہلِ زمین کی زبانوں کو خلط ملط کر دیا تھا۔ اور وہاں سے اُن (حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھیوں) کو خدا نے تمام روئے زمین پر پھیلایا۔"

(توریت کتاب پیدائش ۱۱-۹)

قرآن یہ بتاتا ہے کہ تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا تھا، اور یہاں سے طوفان کی ابتدا ہوئی تھی۔

ترجمہ:- "یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا (تو) ہم نے کہا کہ اس (کشتی) میں ہر قسم کے جوڑوں میں سے دو کو چڑھا لو ......" (ہود : ۴۰)

لفظ تنور عربی زبان کا لفظ نہیں ہے۔ فارسی میں اس کے معنی روٹی پکائے جانے والے تنور کے ہیں۔ بیشتر مفسرین نے اس لفظ کو انہیں معنوں میں استعمال کیا ہے اور کچھ نے تنور سے مراد سطحِ زمین لیا ہے۔ یعنی سطحِ زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا لیکن لفظ تنور سے پہلے

قرآن میں الف۔ لام استعمال ہوا ہے جس کا مطلب ہے کوئی مخصوص تنور۔ اس سلسلے میں علماء کی تشریح دیکھئے :

"اور اگر یہ کہا جائے کہ الف لام اَلتَّنُّوْرُ میں ہے.... اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بعید نہیں کہ نوحؑ کو وہ تنور معلوم ہو۔

حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ وہ تنور پتھر کا تھا اور حضرت حوا اس میں روٹیاں پکاتی تھیں پھر وہ حضرت نوحؑ کے پاس آگیا تھا اور ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب تم دیکھو کہ تنور سے پانی اُبل رہا ہے تو اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جانا۔" ؎۱

"یہ تنور حضرت آدمؑ کا تھا" یہ بات مولانا محمد نعیم صاحب مرادآبادی نے بھی اپنی تفسیر میں لکھی ہے۔ پہلے ہم تفسیر فتح القدیر سے حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول نقل کر ہی چکے ہیں کہ حضرت آدمؑ کا تنور ہند میں تھا۔ آئیے اب ایک اور رُخ سے دیکھیں ۔

لفظ تنور پر بہت سے اقوال اکٹھا کرتے ہوئے علامہ شوکانیؒ نے لکھا ہے :

"...... آٹھواں قول یہ ہے کہ وہ ایک مقام ہے جو ہند میں ہے...." ؎۲

یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ جب ہم نے ہندوستانی ریلوے ٹائم ٹیبل میں تلاش کیا تو ہمیں تنور (TANUR) نام کا ایک مقام صوبہ کیرالہ میں ملا۔ اور نقشہ میں تلاش کیا تو معلوم ہوا کہ کیرالہ کے ملاپورم (MALAPPURAM) ضلع میں ساحلِ سمندر پر تنور واقع ہے۔ یہ ہندوستان کے مغربی ساحل پر ہے جو بحیرۂ عرب کے ذریعہ عرب سے جدا ہوتا ہے۔ روایات کی روشنی میں کیا یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ وہی مقام ہے جہاں سے سیلاب نوحؑ کے شروع ہونے کا ذکر قرآن نے کیا ہے؟ اس سے دوسرے تمام اقوال کی تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ یعنی ساحلِ سمندر پر جو مقام تنور ہے وہاں سطح زمین سے پانی اُبلنا شروع ہوا تھا اور یہی مقام حضرت آدمؑ کا تنور کہلاتا تھا۔

؎۱ لباب التاویل۔ ج ۳ ص ۱۰۹۔ طبع مصر ۱۳۱۷ھ۔ بحوالہ لغات القرآن مؤلفہ مولانا عبدالرشید نعمانی ندوۃ المصنفین۔ دہلی ۱۹۶۱ء

؎۲ تفسیر فتح القدیر۔ جلد دوم۔ ص ۴۰۳

یہ نظر میں رہے کہ ہندوستانی قوم سے حضرت نوحؑ کا زبردست تعلق بحیثیت 'منو' کے ہم پچھلے صفحات میں پورے وثوق کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں۔ پچھلے بیان کردہ حسن بصریؒ کے قول سے کہ "جب تم دیکھو کہ تنور سے پانی ابل رہا ہے تو اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جانا۔" اور ان دوسری تمام روایات سے جن میں کہا گیا ہے کہ یہ تنور حضرت آدمؑ کا تھا اور ہند میں تھا یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت نوحؑ طوفانِ نوح سے قبل ہندوستان میں تھے۔ اب طوفان کے بعد پر غور کریں۔

نرسنگھ اگروال نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ آرین قوم ہندوستان میں منو (حضرت نوحؑ) کے ساتھ آئی۔

"آرین جن کو ہندوستان میں فادر منو لے کر آئے بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے۔" [1]

"گجرات کے ایک قانون داں اور محقق ایم۔ زماں کھوکھر نے برسوں کی تحقیق کے بعد انکشاف کیا ہے کہ آدم ثانی خاک گجرات میں محو استراحت ہیں۔ ان کے دعوے کی بنیاد دو سو چالیس (۲۴۰) فٹ چوڑا ایک قدیم ترین مزار ہے جو گجرات کے اسی تاریخی شہر سے پچیس (۲۵) میل دور موضع بڑیلہ شریف کے نواح میں صدیوں سے مرجع خلائق ہے۔ گاؤں سے تقریباً ایک فرلانگ جنوب میں گھنی جھاڑیوں اور سایہ دار درختوں سے ڈھکی ہوئی اس نو گزی قبر کے بارے میں عام تاثر ہے کہ یہاں حضرت نوحؑ کے بیٹے یا پوتے حضرت قبیطؑ کا مدفن ہے لیکن ایم زماں کھوکھر نے علم کشف القبور کے دو علماء ...... کی روایت سے ثابت کیا ہے کہ یہ قبیطؑ نہیں بلکہ خود حضرت نوحؑ ہیں ......" [2]

بہت سے دیگر علماء کشف القبور اور بزرگان کے حوالے تائید میں بیان کرنے کے بعد آگے لکھا ہے:

"بڑیلہ شریف ایک سرحدی گاؤں ہے اور گجرات سے پانچ میل دور جانب شمال مشرق

---

[1] The Hindu Muslim Question ص-۱۲

[2] روزنامہ قومی جنگ ۱۳ مارچ ۱۹۸۶ء و روزنامہ منصف حیدرآباد

قصبہ ٹانڈہ کے نزدیک واقع ہے۔ یہاں سے وادی چھمب، کا علاقہ شروع ہوجاتا ہے اور دریائے چناب اور توی اس کے قریب ہی بہتے ہیں۔ تقسیم سے قبل ہندو مزار کو منو مہرست کے نام سے پکارتے تھے۔ منو مہرست سنسکرت کا لفظ ہے اور اس کا مطلب کشتی والا ہے۔ عبرانی لفظ نوح سے بھی یہی معنی اخذ کیے جاتے ہیں۔ سنسکرت کی قدیم کتابوں میں درج ہے کہ آدمؑ کا ایک بیٹا پنکھ پکھیر دسمیٹ کر کشتی پر بلاتا ہے۔ طوفان نوحؑ کا ذکر آریاؤں کی قدیم مذہبی کتابوں میں آیا ہے اور اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ اوائل ہی میں نوحؑ کی اولاد برصغیر ہند تک پھیلی ہوئی تھی۔ آئینۂ گجرات میں درج ہے کہ گجرات کے باشندے حضرت نوحؑ کے بیٹے حامؑ کی اولاد ہیں اور حامیوں نے کشمیر کے نواح میں بڑی بڑی عمارتیں اور خلافہ تعمیر کرائے تھے مرور زمانہ سے لحد حام کے آثار بھی مٹ چکے ہیں لیکن شہروں اور مزارات کی صورت میں ان کی آمد کے نشانات یہاں کے وسیع و عریض علاقے میں پھیلائے ہوئے ہیں۔ بڑلیہ شریف کے نواح میں مٹی کے بڑے بڑے تودے اور ٹیلے اس امر کے گواہ ہیں کہ یہاں کبھی اولادِ آدمؑ کی عالیشان بستیاں ہوں گی۔" [1]

اس تحقیقاتی مقالے کے مندرجہ بالا اقتباسات کے بعد اب ذرا یہ بھی دیکھیں۔

"....... یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ بوقیر بن یقطن بن حام بن نوحؑ کی اولاد میں سندھ اور ہند دو بھائی تھے جن کے نام سے یہ دونوں ملک مشہور ہوئے ....." [2]

ان تمام روایات اور تحقیقات سے کیا اس قیاس کو تقویت نہیں ملتی کہ طوفان نوحؑ سے قبل اور بعد میں بھی حضرت نوحؑ کا تعلق ہندوستان سے رہا تھا؟

حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ سے متعلق مندرجہ بالا روایات اور تحقیقاتی تحریروں کو اگر آپ علیحدہ علیحدہ دیکھیں تو ان میں سے چند یا ہر ایک کو ضعیف کہہ لیں لیکن اکٹھا ہونے کے بعد ان کی حیثیت قوی اور مستند بن جاتی ہے۔ پھر یہ بھی غور طلب ہے کہ کسی اور ملک میں ان انبیاء کی بعثت

---

[1] روزنامہ نوائے جنگ ۳ مارچ ۱۹۸۰ء روزنامہ منصف حیدرآباد۔
[2] خلافت راشدہ اور ہندوستان از قاضی اطہر مبارکپوری مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۷۲ء ص ۲۵

یا وفات کے دعوے ہمیں نہیں ملتے۔ اس کے علاوہ اگر ان تمام محققین نے ایک ہی حقیقت پر اپنی اپنی جگہ افسانے گڑھ لیے تو یہ بڑی عجیب بات ہے کہ عربوں نے بھی حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے ہندوستان ہی سے متعلق ہونے کے افسانے گڑھے اور چین، روس، جاپان، یورپ، امریکہ یا آسٹریلیا سے متعلق نہیں گڑھے۔

ویسے بھی اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اس دور کے انسانوں کے قد ساٹھ ساٹھ میٹر لمبے اور عمریں ایک ایک ہزار سال کی ہوتی تھیں۔ ایسے انسان اپنی عمر میں اگر دنیا کے ہر خطے سے گزرے ہوں تو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔ لمبی عمروں کی روایات تو بہت عام ہیں۔ لمبے قد کے لیے صحیح بخاری میں کتاب الانبیاء صلوات اللہ علیہم میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی حدیث دیکھی جا سکتی ہے۔ جس میں ہے کہ "حضرت آدمؑ کا قد ساٹھ ذراع (میٹر) تھا۔ اس وقت سے اب تک لوگوں کا قد برابر گھٹتا آرہا ہے۔"

حضرت موسیٰؑ و دیگر انبیاءؑ ہندوستان میں

جی ہاں! حضرت آدمؑ و نوحؑ ہی نہیں، دیگر بہت سے انبیاءؑ کی ہندوستان میں آمد یا موجودگی کی بہت سی روایات موجود ہیں جن میں کچھ کا ذکر ہم ذیل میں کر رہے ہیں۔

"محققین کو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہل عرب بودھ کو ہی بوذاسف کہتے تھے۔" [1]

اس دور کے ایک نامور عالم مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کو مہاتما بدھ میں نبوت کا پرتو نظر آتا تھا اور وہ کلام مجید کے ذوالکفل اور کپل وستو کو ایک ہی شخصیت قرار دیتے تھے۔ [2]

اے این کننگھم کی آثار قدیمہ کی ۶۳-۱۸۶۲ء کی رپورٹ کے تذکرے کے ذیل میں ہمیں یہ ملتا ہے:

"...... کننگھم نے اجودھیا میں ان تودوں کی تفصیل بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ منی اور کبیر پربتوں کے درمیان مسلمانوں کا ایک مذہبی مقام ہے جو مشرق سے مغرب تک ۶۴ فٹ ہے۔ اور

---

[1] عرب ہند تعلقات از سید سلیمان ندوی ص ۱۱۵

[2] شاہ معین الدین احمد۔ رسالہ معارف ج ۲ جلد ۱۹ ص ۱۱

۴۰ فٹ چوڑا ہے اور اس میں دو مزار ہیں جنھیں حضرت شیثؑ اور حضرت ایوبؑ سے منسوب کیا جاتا ہے۔[۱]

"ہندوستان کی سرزمین بھی خدا کے پیغمبروں سے خالی نہیں رہی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے بزرگ تک جو عقائد میں بڑے متشدد ہیں ہندوستان میں بعثت انبیاء کے قائل ہیں اور ان کو یہاں کے بعض شہروں میں نورِ نبوت نظر آیا تھا۔"[۲]

ایم زماں کھوکھر ادحسن کا ذکر ہم روزنامہ قومی جنگ رام پور کے حوالے سے کر چکے ہیں ان کے بارے میں اخبار مزید لکھتا ہے،

"ایم زماں کھوکھر نے مزار نوحؑ یا فرزند نوحؑ کے مرقد کے علاوہ وسیع وعریض قبروں کی نشاندہی کی ہے ان کے بقول موضع جوکالی میں حضرت حانوخ کنعانی تھے اور وہ حضرت یوسفؑ کے بیٹے تھے۔ آئینہ گجرات میں درج ہے کہ قاضی سلطان محمود نے علم کشف القبور کے ذریعہ گجرات کے آس پاس متعدد مزارات کی نشاندہی کی ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ تمام قبریں ان تمام انبیاء بنی اسرائیل کی ہیں جو اولاد موسیٰؑ وعمران میں سے تھے۔ قدیم تاریخی حوالوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ گجرات، علم و فضل کے اعتبار سے خطہ یونان ہی نہیں بلکہ روحانیت کی نسبت سے پیغمبروں کا مدفن بھی ہے۔ روال شریف کے مقام پر ایک مزار موجود ہے۔ جس کی لمبائی عام قبر سے کئی فٹ زیادہ ہے۔ اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہاں آدمؑ کے بیٹے شیثؑ کی اولاد میں سے ایک بزرگ دفن ہیں۔ پسیر نگر میں ہمسیالان کی ایک تربت ہے۔ بخت نصر کے حملے کے دوران اپنے بیٹے سمیت قید ہو گئے تھے اور بابل میں اسیری کے ۷۰ برس گزارنے کے بعد ہند کی طرف چلے آئے تھے۔ ان کے جد امجد حضرت ہارونؑ ہیں۔ قصبہ ٹانڈا میں ایک اسرائیلی سردار نقیب خوشی کی قبر ہے۔ دریائے توی کے کنارے سلطان لینوس اور غنانوس کی قبریں ہیں۔ یہ دونوں بزرگ حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے افرائیم کی اولاد میں سے بیان کیے جاتے ہیں۔ سلطان سنیا دوش کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ حضرت داؤدؑ کے فرزند ہیں۔ ...... ایک نوگزی قبر موضع رنگڑہ میں بھی ہے۔ ان صدیوں اور قرنوں پرانی قبروں

---

[۱] مسلم انڈیا (اردو) اپریل ۱۹۸۵ء ص۵۱ [۲] مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۲۵۹۔ بحوالہ "اسلام میں دوسرے مذاہب اور اہل مذاہب کی حیثیت" از شاہ معین الدین احمد ندوی۔ مطبوعہ رسالہ معارف ج۳ جلد ۹۵، ص۱۱۱

نے اگر اپنے تقدس اور احترام کو برقرار رکھا ہوا ہے تو اس بارے میں یہی کیا جا سکتا ہے کہ یہ پیغمبروں کے معجزات ہیں۔" ؎

حضرت موسیٰؑ کے بارے میں ہندوستان کی جین قوم کی روایات میں یہ ملتا ہے کہ وہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔

اگرچہ حضرت آدمؑ و نوحؑ کے ضمن میں بیان کردہ روایات کے مقابلے میں مندرجہ بالا روایات کی حیثیت اور زیادہ کمزور ہے لیکن پھر بھی کیونکہ روایات موجود ہیں اس لیے ہم نے مختصراً بیان کر دیں۔

حضرت عیسیٰؑ ہندوستان میں

حضرت عیسیٰؑ کی ہندوستان میں آمد کے بارے میں کشمیر اور لداخ میں بہت سی روایتیں مشہور ہیں روسی اور انگریزی محققین نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ذیل میں ہم ہندی زبان کے مشہور رسالے کا دمبنی (مارچ ۱۹۸۸ء) میں چھپے اچاریہ رجنیش کے ایک مضمون "عیسیٰؑ کی نامعلوم زندگی" (ईसा का अज्ञात जीवन) سے کچھ اقتباسات نقل کر رہے ہیں۔ (تراجم ہندی سے اُردو)

"....... ہندوستان کے پاس یہ یقین کرنے کے کئی ثبوت ہیں کہ عیسیٰؑ کشمیر میں ایک بدھ مٹھ میں ٹھہرے رہے۔ کشمیر میں کہانیاں مشہور ہیں کہ عیسیٰؑ وہاں تھے .... مراقبے میں غرق تھے پھر وہ یروشلم میں ظاہر ہوئے اس وقت وہ تیس سال کے تھے ....."

ایک فرانسیسی مصنف اپنی کتاب "جنت کا سانپ" (The Serpent Of Paradise) میں کہتا ہے "کوئی نہیں جانتا کہ تیس سال کے ہونے تک انھوں نے کیا کیا اور کہاں رہے۔ ایک روایت کے مطابق وہ کاشیر میں رہے تھے۔"

"....... روسی سیاح نکولاس فیرودچ جو کہ قریب ۱۸۸۰ء کے آس پاس ہندوستان آیا تھا۔ لداخ گیا۔ وہاں وہ بیمار پڑ گیا اور مشہور ہمیس گمپا میں رہا۔ گمپا میں اپنے قیام کے دوران وہ متعدد بدھ گرنتھ پڑھ گیا اس نے ان بدھ گرنتھوں میں عیسیٰؑ کا ان کی تعلیمات اور

؎ روزنامہ قومی جنگ۔ لاہور ۱۳ مارچ ۱۹۸۸ء

ان کے لداخ کے سفر وغیرہ کے بارے میں کافی بیان پایا۔ بعد میں اس نے ایک کتاب شائع کی۔ اس میں عیسیٰؑ کے لداخ اور مشرق کے دوسرے ممالک کے سفر سے متعلق بیانوں کا ذکر کیا ہے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ لداخ میں عیسیٰؑ اونچے پہاڑوں کے دروں میں سے گزر کر برفیلے راستوں و پنڈوں کو پار کرتے ہوئے کشمیر میں پہلگام پہنچ گئے۔ وہ پہلگام (گڈریہ کا گاؤں) میں کافی لمبے عرصے اپنی بھیڑ بکریوں کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ یہاں عیسیٰؑ کو اسرائیل کی کچھ کھوئی ہوئی قوموں کے نشانات ملے۔ ایسا بیان ملتا ہے کہ عیسیٰؑ کے قیام کے بعد سے ہی یہ گاؤں پہلگام کے نام سے پکارا گیا۔ 'پہل' کا کشمیری زبان میں مطلب ہے 'گڈریہ' اور 'گام' کا مطلب 'گاؤں'۔ بعد میں سری نگر جاتے ہوئے عیسیٰؑ آرام کے لیے رُکے اور اِشمکم (ईसामुकाम) مقام پر انھوں نے اپدیش دیئے۔ یہ گاؤں بھی اسمکم (عیسیٰؑ کے آرام کی جگہ) نام سے ان کے پیچھے ہی پکارا جانے لگا۔" [1]

اسی ہندی رسالے کادمبنی کے دسمبر ۱۹۹۱ء کے شمارے میں شانتی کنج ہری دوار کا ایک مضمون "تبتی لاما کی قربت میں عیسیٰؑ" (तिब्बती लामा के सान्निध्य में ईसा) کے عنوان سے چھپا ہے۔ اس کے اقتباسات بھی ہم نقل کر رہے ہیں۔ (تراجم ہندی سے اُردو)

"یہ تیس سال عیسیٰؑ نے کہاں اور کس طرح گذارے، یہ جاننے کے لیے عالموں نے کافی ریسرچ کی ہے۔ ریسرچ اسکالروں میں سب سے آگے ہیں روسی عالم نوروِچ، جنھوں نے لگاتار چالیس سال تک مختلف ملکوں کا سفر کرکے ریسرچ کی اور اپنے نتائج کو ۱۸۹۴ء میں "عیسیٰؑ کی نامعلوم زندگی" (Unknown Life Of Jesus) نامی کتاب کی شکل میں شائع کرایا۔ نکولس نوروِچ اپنے تحقیقاتی سفر کے دوران تبت بھی گئے اور انھوں نے تبت کے ہموس بودھ وِہار میں تاڑ کے پتوں پر لکھا ہوا ایک قدیم گرنتھ دیکھا۔ نوروِچ نے اس بودھ وہار میں گذارے عرصہ کا بیان اس طرح لکھا ہے۔۔۔ "میں جب ایک گپھا میں گیا تب وہاں ایک لاما نے مجھے ایک ایسے پیغمبر کے بارے میں بتایا جسے وہ بدھ کا ہی ایک روپ مانتا تھا۔ لاما نے اس پیغمبر کا نام عیسیٰؑ بتایا اور کہا کہ ہم لوگ عیسیٰؑ کا نام بڑی عزت کے ساتھ لیتے ہیں۔ ان کے بارے میں

---

[1] یہ لفظ ہندی میں اسی طرح لکھا تھا۔ عیسیٰؑ اور مقام سے بنا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

ہمیں زیادہ معلومات نہیں ہے۔ لیکن بڑے لاما کے پاس ایک قدیم گرنتھ ہے جس میں عیسیٰ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے کسی طرح نزدوچ نے وہ قدیم گرنتھ دیکھنے اور اس کی تصویر اتارنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اس گرنتھ میں ۱۴ باب اور ۲۴۴ اشلوک ہیں۔ گرنتھ میں عیسیٰ کے بارے میں جو بیان ملتا ہے وہ اس طرح ہے۔۔۔ عیسیٰ گیان حاصل کرنے کی غرض سے ہندوستان آئے۔ ان دنوں یروشلم کے سوداگروں کے قافلے تجارت کے لیے یہاں آیا کرتے تھے۔ عیسیٰ بھی ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ سندھ ہوتے ہوئے ہندوستان آئے تھے...... عیسیٰ سب ہی انسانوں سے محبت کرتے تھے۔ اور انھیں بھی ویش، شودر سبھی پیار کرتے تھے۔ ان دنوں وہ جگن ناتھ پوری میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جگن ناتھ مندر کے پجاریوں کو یہ پتہ چلا کہ عیسیٰ شودروں سے بھی ملتے ہیں تو وہ ان سے ناراض رہنے لگے۔ عیسیٰ کو جب پجاریوں کی ناراضگی کا پتہ چلا تو وہ جگن ناتھ مندر چھوڑ کر راج گرہ چلے گئے...... چھ سال وہاں رہے اس کے بعد نیپال ہوتے ہوئے تبت پہنچے۔ سولہ سال تک اس طرح سفر کرتے ہوئے ایران کے راستے سے اپنے وطن لوٹ گئے۔ تبت کے سفر کے دوران انھوں نے چند سال ہیمس بودھ وہار میں لاما کے ساتھ بھی گذارے تھے...*

"انجیل میں بھی ایسا بیان ملتا ہے کہ بیت لحم میں جب عیسیٰ کا جنم ہوا تب مشرق کے کوئی گیانی پرش ان کا درشن کرنے کے لیے بیت لحم آئے۔ آرتھر ملی نے اس گیانی پرش کو بدھ سنیاسی بتایا ہے۔"

+ کرائسٹ ان کشمیر میں عزیز قریشی نے لکھا ہے کہ ان دنوں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد ہندوستان میں آکر بس گئی تھی۔ جن کے نشانات ابھی بھی یہاں پائے جاتے ہیں۔ کشمیر کے گوجر لوگ اپنے کو اسرائیلی قبیلے کا بتاتے ہیں ان کے نام اب بھی یہودی ڈھنگ کے ہوتے ہیں وہ عبرانی سے ملتی جلتی زبان بولتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہودیوں میں بھی عبرانی زبان چلتی ہے۔ ان کے گھروں کے نام بھی یہودیوں جیسے ہیں۔ عیسیٰ خود بھی یہودی خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ان دنوں ہندوستان میں آنے والے یہودی تاجروں کے ساتھ یہاں آ گئے تھے.....

* درانی سوامی آنند کے لکھے ہوئے Long Missing Links & Discoveries About Aryans.

اور عیسیٰ مسیح اور خدا کے بغیر بات ادھوری رہے گی۔ انگرنے اس کتاب میں جیس کی لکھی ہوئی کتاب سے بطور ثبوت کئی تصویریں دی ہیں..... کتنی ہی تصویریں ہیں جن میں ہندوستانی تہذیب کی چھاپ ہے......"

"...... بھوشیہ پران (भविष्य पुराण) کے پرسنگ ۳ ادھیائے ۲۲ کے ۲۱ سے ۳۱ اشلوک تک ہمالیہ پر عیسیٰ سے شکادیش کی ملاقات کا بیان اس طرح ملتا ہے۔ "ایک بار شکادیش ہمالیہ سے آگے ہونڑ (हूण) دیش گئے وہاں انھوں نے ایک سفید پوش گورے رنگ کے سنت کو پہاڑوں میں گھومتے ہوئے دیکھا۔ شکادیش نے اُن سے تعارف چاہا تو سنت نے کہا کہ عیسیٰ میرا نام ہے۔ میں نے کنواری ماں کے پیٹ سے جنم لیا ہے اور میں غیر ملک سے آیا ہوں۔ مجھے مسیح کہا جاتا ہے......"[1]

مندرجہ بالا مضمون میں اس کے علاوہ رمیش چندر دت کی کتاب "قدیم ہندوستان میں تہذیب کی تاریخ" (History Of Civilisation In Ancient India) اور ڈاکٹر اسپنسر کی "عیسیٰ کی پوشیدہ زندگی" (Mystic Life Of Jesus) کے حوالے سے بھی حضرت عیسیٰؑ کا ہندوستان آنا ثابت کیا گیا ہے۔

یہ تھیں ہندوستانی، انگریزوں اور ایک روسی کی تحقیقات انھیں آپ مانیں یا نہ مانیں (حالانکہ نہ ماننے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے) اب آیئے دیکھیں نبی آخر الزماں حضرت محمدؐ کے ہندوستان سے تعلق کی روایات۔

حضرت محمد مصطفےٰؐ اور ہندوستان

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت تمیم داریؓ جو ۹ھ میں مسلمان ہوئے ان کے بارے میں ایک چلتی ہوئی روایت ہے کہ وہ جنوبی ہند میں تبلیغ اسلام کے لیے تشریف لائے تھے اور یہیں انتقال فرمایا اور نواحی مدارس میں ان کی قبر موجود ہے۔"[2]

"طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام اور تاریخ طبری وغیرہ میں ہے کہ ۹ھ میں حضرت

---

[1] ص ۱۳۵ تا ۱۳۹ کادمبنی۔ دسمبر ۱۹۸۰ء
[2] "خلافت راشدہ اور ہندوستان" از قاضی اطہر مبارکپوری۔ مطبوعہ ۱۹۷۲ء ص ۴۰

خالدؓ بن ولید نجران سے بنو حارث کا ایک وفد لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے..... رسول اللہؐ نے ان کا وفد کو دیکھ کر فرمایا۔ "یہ کون لوگ ہیں جو گویا ہندوستان کے آدمی ہیں۔" ؎

مندرجہ بالا روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ ہندوستانیوں کو اتنی اچھی طرح جانتے تھے کہ غیر معروف لوگوں کا حلیہ بیان کرنے کے لیے آپؐ نے ہندوستانیوں کی مثال دی۔ ذیل میں دو روایتیں ہم اور نقل کر رہے ہیں جن سے آپؐ کا ہندوستانیوں سے واقف ہونا ثابت ہوتا ہے۔

"یوں تو عہد رسالت میں ہندوستان کی مختلف قومیں دیار عرب میں موجود تھیں مگر ان میں سے زط (جاٹ) اور سیابجہ بڑی تعداد میں عرب کے مشرقی سواحل اور ان سے متصل آبادیوں میں رہتے تھے اور پورے عرب کے لوگ ان سے اچھی طرح واقف تھے۔ خود رسول اللہؐ اور صحابہ کرامؓ ان کو جانتے اور پہچانتے تھے۔ چنانچہ جامع ترمذی کے ابواب الامثال میں...... حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے الفاظ یہ ہیں۔ کچھ لوگ میرے قریب آئے۔ وہ اپنے جسم اور بال میں جاٹوں کے مشابہ تھے۔" ؎

مندرجہ بالا حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث اس طریقے سے حسن غریب تک ہے۔ ؎

صحیح بخاری میں معراج کے باب میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت موسیٰؑ کو رنگ اور جسامت میں جاٹ سے تشبیہ دی ہے۔

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے حضرت عیسیٰؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ کو دیکھا۔ عیسیٰؑ تو سرخ رنگ گھونگھریالے بالوں اور چوڑے سینے والے ہیں۔ رہے موسیٰؑ تو وہ گندمی رنگ اور سیدھے بالوں والے تھے۔ گویا وہ جاٹوں (زط) میں سے ہیں۔" ؎

؎ ؎ خلافت راشدہ اور ہندوستان از قاضی اطہر مبارکپوری۔ مطبوعہ ۱۹۷۲ء ص ۲۹،۳۰ بالترتیب
؎ ترمذی شریف (اردو) مطبوعہ ربانی بکڈپو دہلی ۱۹۸۶ء جلد دوم ص ۱۳۵
؎ بخاری کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب کریم۔

یہاں تک تو ہم نے وہ روایات پیش کی ہیں جن میں ہندوستانیوں سے آپ کی واقفیت کا ذکر ہے لیکن بات صرف واقفیت تک ہی کی نہیں ہے بلکہ خصوصی تعلق، محبت اور لگاؤ آپ کو اس ملک سے تھا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

"عربوں کو ہندوستان سے ہمیشہ بڑا لگاؤ رہا ہے۔۔۔۔۔۔عربوں کا خیال ہے کہ حضرت آدمؑ دنیا میں وجنا کے مقام پر اتارے گئے جو ہندوستان میں واقع ہے۔ نور محمدیؐ حضرت آدمؑ کی پیشانی میں امانت تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہؐ کا ابتدائی ظہور اس سرزمین میں ہوا۔[۱]

"ایک روایت یہ ہے کہ جنت سے چار دریا نکلے ہیں۔ نیل، فرات، جیحون اور سیحون۔ نیل تو مصر کا دریا ہے۔ فرات عراق میں، جیحون ترکستان میں۔ سیحون کے متعلق یہ ہے کہ ہندوستان کے دریا کا نام ہے۔ کیا جنت کے اس چوتھے دریا کو گنگا کہیں گے؟ بعض لوگوں نے اس کو دریائے سندھ قرار دیا ہے۔"[۲]

"۔۔۔۔۔۔اسی مناسبت سے عربوں میں یہ روایت مشہور ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے اور حضرت علیؓ نے بھی فرمایا کہ سب سے پاکیزہ اور خوشبودار مقام ہندوستان ہے۔"[۳]

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ رسول اکرمؐ نے ہندوستان میں غزوہ کی بھی خوشخبری سنائی ہے۔ ایسا غزوہ جس میں صرف شرکت ہی کر لینے پر دوزخ کی آگ سے حفاظت کی بشارت ہے۔ امام نسائیؒ نے سنن میں باب غزوۃ الھند کے تحت اور امام طبرانی نے معجم میں سند جید کے ساتھ حضرت ثوبانؓ مولیٰ کی رسول اللہؐ سے روایت نقل کی ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے نارِ جہنم

---

[۱] تفسیر درمنشور از علامہ سیوطی جلد ۱ صفحہ ۵۵
بحوالہ سید صباح الدین عبد الرحمٰن رسالہ معارف فروری ۷۵ء، صفحہ ۸۸، ۸۹

[۲] عرب ہند تعلقات۔ مولانا سید سلیمان ندوی صفحہ ۳۰۲

[۳] سبحۃ المرجان فی تاریخ ہندوستان، باب اول۔ بحوالہ سید صباح الدین عبد الرحمٰن۔ رسالہ معارف۔ فروری ۱۹۷۵ء صفحہ ۸۸

سے محفوظ رکھا ایک وہ گروہ جو ہندوستان میں جہاد کرے گا اور دوسرا گروہ' جو حضرت عیسیٰ کے ساتھ رہے گا۔" [1]

" حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان میں غزوہ کا وعدہ فرمایا ہے۔ اگر میں اس میں شریک ہوا تو اس میں اپنی جان و مال خرچ کر دوں گا۔ اگر مارا گیا تو بہترین شہید ہوں گا اور اگر زندہ واپس ہوا تو جہنم سے آزاد ابوہریرہ ہوں گا۔" [2] اللہ ہمیں بھی غزوۂ ہند کے لیے قبول فرمائے۔

عرب و ہند کبھی ایک تھے

عرب و ہندوستان کے درمیان ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی تجارتی، ثقافتی اور روحانی تعلقات پر مبنی ایک طویل کہانی کے یہ کچھ درمیانی حصے تھے جو آپ کی نظر سے گذرے۔ کہیں کہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک ہی کمپیوٹر مشین کے دو حصے ہیں جن کا ایک دوسرے سے مسلسل رابطہ ناگزیر ہے جیسے کبھی کبھی دو جڑواں بھائیوں کے درمیان ٹیلی پیتھی کی دماغی لہروں کا تعلق قائم رہتا ہے۔ چاہے وہ ایک دوسرے سے سینکڑوں، ہزاروں میل دور رہیں۔ اس احساس کے بعد یہ جان کر حیرت بالکل نہیں ہوگی کہ کبھی دونوں ملک جغرافیائی اعتبار سے بھی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے بلکہ ایک دوسرے میں پیوست تھے۔ وقت کے طویل سلسلے میں جو تغیرات رونما ہوئے ان میں یہ دونوں ملک بھی ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔

علم طبقات الارض کے ماہرین کی جدید تحقیقات کے مطابق دنیا کے یہ تمام براعظم ساکن نہیں ہیں بلکہ مسلسل حرکت کر رہے ہیں۔ بیس کروڑ سال پہلے زمین کے تمام خشکی کے حصے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ اس خشکی کے خطے کے چاروں طرف سمندر تھا۔ مختلف براعظم اس عظیم خطۂ زمین سے ٹوٹ ٹوٹ کر تیرتے ہوئے آج موجودہ شکل میں آ پہنچے ہیں اور اب

---

[1] سنن نسائی جلد دوم ص ۶۳ مطبوعہ مجتبائی۔ دہلی

[2] سنن نسائی اور امام احمد، امام ابن عساکر اور امام ابن کثیر نے بھی غزوۂ ہند کی حدیث کی روایت کی ہے۔ چنانچہ البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۱۵ میں ہے۔ "غزوہ ہند میں حدیث وارد ہوئی ہے جسے حافظ ابن عساکر وغیرہ نے روایت کیا ہے۔" غلام علی آزاد نے مذکورہ بالا دونوں روایتوں کو تفصیل کے ساتھ سبحۃ المرجان صفحہ ۱۱ میں درج کیا ہے)

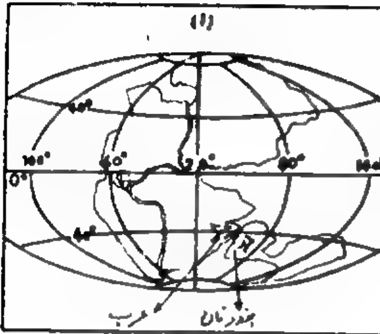
بحوالہ خلافت راشدہ اور ہندوستان، از قاضی اطہر مبارکپوری۔ مطبوعہ: ندوۃ المصنفین، دہلی۔ ۱۹۷۲ء

بھی حرکت پذیر ہیں۔ اس موضوع پر رونلڈ شیلر کے لکھے ہوئے مضمون "زمین کے براعظم بہہ رہے ہیں" [EARTH'S CONTINENTS ARE ADRIFT] سے چند اقتباسات ہم پیش کر رہے ہیں۔ یہ مضمون ریڈرس ڈائجسٹ جولائی ۱۹۷۱ء کے انگریزی شمارے میں چھپا تھا۔ اگلے صفحہ پر جو تصاویر دی جارہی ہیں وہ بھی ریڈر ڈائجسٹ کے اسی مضمون سے لی گئی ہیں۔

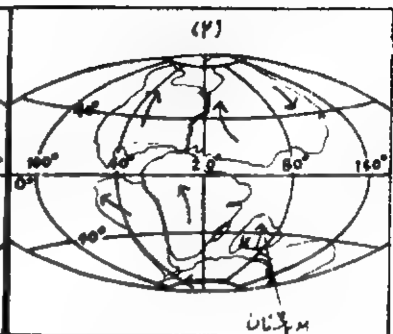
"دنیا کے چار اب ساٹھ کروڑ سالہ علم طبقات الارض کی تاریخ میں سمندر ایک اکارڈین باجے کی طرح پھیلتے اور سکڑتے رہے ہیں اور براعظم طوفانی سمندر میں ایک پرانے جہاز کی مانند ڈولتے رہے ہیں .... یقیناً اس معمے کے کچھ حصے ابھی غائب ہیں اور تمام تفصیلات پر سائنسداں متفق نہیں ہو پائے ہیں لیکن ایک عمومی خاکے پر سائنسدانوں کی اکثریت اس حیثیت سے اتفاق کر چکی ہے کہ یہ اب صرف ایک نظریہ نہیں رہا بلکہ اسے سائنٹیفک سچائی تسلیم کر لیا گیا ہے..... سمندری علوم کے ماہر سائنس داں مورس ایوِنگ کے الفاظ میں یہ تحقیق سائنس اور نسلِ انسانی کے لئے اتنی اہم ہے جتنی کہ سائنس داں آئنسٹائن کے حرکت اور قوت کے اصول......

• زمین کے تمام براعظم آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ بیس کروڑ سال پہلے یہ زبردست براعظم ٹوٹنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ آج کی موجودہ شکل یعنی سات براعظم اور مختلف جزائر وجود میں آگئے .... یہ تمام براعظم ایک زبردست طاقت کے ذریعہ جس کا مرکز نامعلوم ہے مختلف سمتوں میں بہہ رہے ہیں اور ان کی رفتار ایک سینٹی میٹر سے پندرہ سینٹی میٹر سالانہ ہے جو کہ علم طبقات الارض کی رو سے ایک زبردست رفتار ہے...... مثلاً سائنس دانوں کو یہ معلوم ہوا کہ بحرِ اوقیانوس کی چوڑائی بڑھ رہی ہے۔ یورپ اور شمالی امریکہ ایک دوسرے سے ڈھائی سینٹی میٹر سالانہ کی رفتار سے دور ہوتے جارہے ہیں..... سمندر کے فرش کی حرکت کی رفتار کا حساب لگانے کے بعد سائنسداں یہ معلوم کر سکے ہیں کہ خشکی کے تمام براعظم پہلے کس شکل میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے ایک زبردست مشرق مغرب دراڑ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے افریقہ اور جنوبی امریکہ جدا ہوئے۔ انٹارکٹکا اور آسٹریلیا علیحدہ ہوئے اور ہندوستان آزاد ہو کر شمال کی طرف سے بہنا شروع ہوا۔ بیس کروڑ سال میں زمین نے موجودہ شکل اختیار

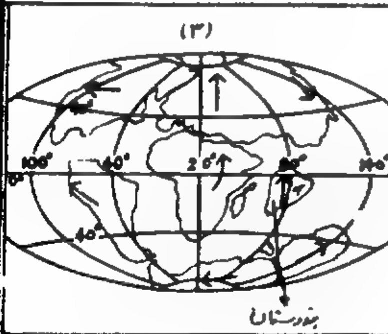
کی ...... سب سے حیرت انگیز کیس ہندوستان کا ہے۔ جس نے افریقہ اور انٹارکٹکا سے ٹوٹنے کے بعد شمال کی طرف آٹھ ہزار آٹھ سو کلومیٹر کا فاصلہ اٹھارہ کروڑ سال میں طے کیا اور ایشیا کے پیٹ میں



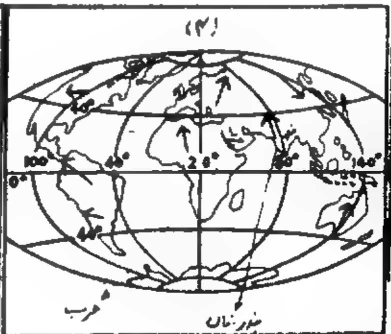
۱۔ براعظم۔ بیس کروڑ سال قبل



۲۔ دو کروڑ سال تک بہنے کے بعد



۳۔ گیارہ کروڑ سال سے زائد بہنے کے بعد



۴ آج۔ اور اب بھی حرکت پذیر

اس قوت سے داخل ہوا کہ اس کے آگے کی زمین ہمالیہ پہاڑ کی شکل میں اونچی اٹھ آئی ...... موجودہ سمتوں میں موجودہ رفتار سے زمین کے ٹکڑوں کا بہنا جاری رہا تو ہمالیہ ابھی اور اونچا ہوگا اور پھر ہندوستان ایشیا میں گھسے رہنے سے تھک کر مشرق کی طرف بہنا شروع کر دے گا...... ؎۱
(حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

اوپر دیئے نقشوں سے یہ واضح ہے کہ ہندوستان پہلے موجودہ براعظم افریقہ میں جڑا ہوا تھا۔ ہندوستان کے الگ ہونے کے بعد کروڑوں سال کی تبدیلیوں کے بعد اس جگہ نے موجودہ عرب کی شکل اختیار کی۔

پرانا تصور یہ تھا کہ زندگی صرف انسانوں، جانوروں اور چند نظر نہ آنے والی مخلوقات میں ہے باقی تمام چیزیں بے جان ہیں۔ پھر سائنس نے نباتات یعنی پیڑوں پودوں میں زندگی کا ہونا ثابت کیا۔ اور آج سائنس یہ بتاتی ہے کہ ہر شے میں زندگی ہے۔ جمادات یعنی مٹی پتھر وغیرہ میں بھی زندگی ہے۔ یہاں تک کہ ان میں احساسات و جذبات بھی ہوتے ہیں۔ (یہی قرآن سے ثابت ہے لیکن فی الوقت یہ ہمارا موضوع نہیں ہے) دنیا کی ہر شے میں زندگی ہونے کے باوجود خالص مادی نقطۂ نظر سے سوچنے والے ہماری یہ بات نہیں سمجھ سکیں گے کہ دنیا کی تمام اشیاء میں آپسی تعلقات یا دوریاں بھی ہیں۔ ان دیکھی طاقت کی رہنمائی میں مختلف اصولوں اور ضابطوں میں بندھے ہوئے مختلف اشیاء میں آپس میں محبت اور نفرت کے تعلقات بھی ہیں۔ کیا تعجب ہے کہ عرب کی سرزمین سے ہندوستان کے جغرافیائی اعتبار سے جدا ہونے کے بعد بھی ان کے درمیان ایسے تعلقات کی مقناطیسی اور ریڈیائی لہریں قائم ہوں جن کی وجہ سے ان ممالک میں ماضی میں بھی گہرے روحانی رابطے رہے ہیں اور مستقبل میں بھی ظاہر ہوتے رہیں گے۔

دھول کی تہوں پر نئی پالش نہیں چڑھے گی

مدبر کائنات کے نظم تدبیر پر جس گوشے سے بھی نظر ڈالیں حسن تدبیر پر عقل حیران رہ جاتی ہے۔

کروڑوں سال پہلے زمین کے دو ٹکڑے جو ایک دوسرے سے متصل تھے جدا ہوتے ہیں۔ پھر ایک ٹکڑے پر دنیا کا پہلا مرد قدم رکھتا ہے اور دوسرے ٹکڑے پر جنت سے اس کی بیوی کو اتارا جاتا ہے (روایات کے مطابق حضرت حوّا کو جدہ میں اتارا گیا تھا) اس طرح دنیا میں بسنے والی نسل انسانی کی ابتدا ہی سے ان دونوں خطوں کے درمیان رابطوں کی شروعات ہوتی ہے۔ ایک

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ) لہ ریڈرس ڈائجسٹ جولائی ۱۹۷۱، ص ۱۲۷ تا ۱۳۴

خطے کا نام ہندوستان اور دوسرے کا نام سرزمینِ عرب ہے۔ طوفانِ نوحؑ ایک ٹکڑے سے شروع ہوتا ہے اور یہاں سے حضرت نوحؑ کی کشتی چل کر دوسرے ٹکڑے پر سیلاب کے بعد رکتی ہے۔ حضرت نوحؑ پھر اسی طرف واپس لوٹتے ہیں۔

ہندوستان کی مختلف نسلوں کے باشندے ہر دور میں عرب کے مختلف حصوں میں پائے جاتے ہیں۔ ایک حصے میں مبعوث ہونے والے انبیاء بھی دوسرے حصے سے اپنا تعلق قائم رکھتے ہیں۔ پھر عرب میں نبی آخر الزماںؐ کا ظہور ہوتا ہے۔ ایک ایسی قوم میں جو تبدیل ہونے سے پہلے عقائد کی گمراہی کے اعتبار سے دنیا کی منفرد ترین قوم تھی۔ وہ خود بدلی اور دنیا کے ایک بڑے حصے کو بدل کر امتِ محمدیؐ میں شامل کیا۔ اور اب چودہ سو سال بعد ہندوستانی قوم جو اس وقت عقائد کی گمراہی کے اعتبار سے دنیا کی منفرد ترین قوم ہے تبدیلی کے قریب ہے اور اوم ست (ओम मत) سے امت میں بدلنے والی ہے اور اس مقصد کی تکمیل کے لیے آخری شریعت کی علمبردار قوم کو حضرت نوحؑ کی قوم یعنی پہلی شریعت والی قوم کے ساتھ ہندوستان میں یکجا کیا جاتا ہے۔ پہلے ویدک ازم پھر جین ازم اور بدھ ازم اور بعد میں مسلمان صوفیاء نے حضرت نوحؑ کے دور سے ابتک اس ملک کو روحانیت کے مرکز کی حیثیت سے برقرار رکھا ہے۔ ہزاروں سال پرانی دھول کی پرتیں ہٹانے کی ضرورت ہے۔ اندر سے جو صاف شفاف ٹرانی نکلے گی اس پرانی پالش چڑھانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئے گی۔ دھول کی تہوں کی موجودگی میں پالش ہونا ممکن نہیں ہے۔

اب کیا لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ وہ اچانک ان پر آجائے؟ اس کی علامات تو آچکی ہیں۔ جب وہ خود آجائے گی تو ان کے لیے نصیحت قبول کرنے کا کون سا موقع باقی رہ جائے گا؟ (سورۂ محمدؐ: ۱۸)

باب ۵

اوّلین آسمانی صحائف ۔ وید

ویدکا تعارف

"ہم سب سے آگے کے خدا کی ہی عبادت کرتے ہیں۔" (رگ وید: ۱-۱-۱۰)

"اے سراپا علم، سب کو روشن کرنے والے پرمیشور! ہم کو ہدایت اور مغفرت کے لیے صراط مستقیم سے لے چل۔ اے سکھ داتا پربھو! حاضر و ناظر مالک! تو سب کے علوم، اعمال، افکار اور معاملات سے واقف ہے۔ ہم سے ٹیڑھ، گمراہی اور گناہ کو دور کر۔ ہم تجھے ہی بندگی اور حمد پیش کرتے ہیں۔" (یجر وید: ۴۰-۱۶) [1]

"عالم کا مالک ایک ہی ہے۔" (رگ وید ۱۰-۱۲۱-۳)

"لوگو، سنو۔ نراشنس (محمدؐ) کی لوگوں کے درمیان انتہائی تعریف کی جائے گی۔"

(اتھروید ۲۰-۱۲۷-۱)

"وہ یوم آخر کو بھلا کر اور علم و عقل کو حقارت سے ٹھکرا کر ہماری مقرر کردہ حدود کو پھلانگ رہے ہیں۔" (رگ وید ۱-۴-۳)

یہ کچھ وید منتروں کے ترجمے ہیں۔ سنجیدگی سے غور کیجیے کہ کیا ہندو مذہب کی موجودہ رائج شکل ویدوں کی ان تعلیمات کے بالکل برعکس نہیں ہے؟ کیا ان تعلیمات اور خبروں میں قرآنی تعلیمات اور خبروں سے ذرا سی بھی عدم مطابقت آپ کو محسوس ہوتی ہے؟ ویدوں میں ایسی صرف چند مثالیں ہی نہیں ہیں بلکہ تمام کے تمام وید ان تعلیمات سے بھرے پڑے ہیں جس کی کچھ اور

---

[1] سد بھارک گرو کل، یجر روہتک کے وید پرولیش خصوصی نمبر ارمارچ ۱۹۵۲ء میں دیے گئے سوامی دیانند جی کے ہندی ترجمہ ص ۱۵ سے اردو کی گئی۔ بحوالہ مصابیح الاسلام۔ از گنگا پرشاد اپادھیائے۔

مثالیں ہم اس باب کے آخر میں پیش کریں گے۔ اس سے پہلے آئیے دیکھیں کہ عام ہندوؤں کی نظر میں ویدوں کا مقام کیا ہے اور جن عیسائی اور مسلم محققین نے کسی حد تک ویدوں میں تحقیق کی ہے، وہ کیا کہتے ہیں۔ عام ہندو عقیدے کے مطابق ـــ

وید شروتی گیان (سُنا ہوا علم یا سُنا جانے والا علم) ہیں ہزاروں سال سے وید کہیں تحریری شکل میں موجود نہیں تھے۔ یہ علم پنڈتوں کے حافظے میں تھا اور سینہ بہ سینہ چلا آرہا تھا۔ سب سے پہلے میکس مُلر MAXMULLER نے سخت محنت سے بہت سے ویدوں کے حافظ پنڈتوں سے سن کر اُسے تحریری شکل میں مرتب کیا۔ تحریری شکل میں نہ ہونے کی وجہ سے عام لوگوں کے لیے انھیں پڑھنا تو ظاہر ہے ممکن ہی نہ تھا۔ وید سننے کی بھی ہر ایک کو اجازت نہ تھی۔

تمام ہندو مانتے ہیں کہ اصل وید ایک تھا لیکن آج چار وید موجود ہیں۔ اس بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں ہیں۔ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اصل وید گم ہو گیا ہے۔ کچھ کا عقیدہ ہے کہ ان چاروں ہی میں سے ایک اصل وید ہے اور بعض لوگ ایک وید کو ان چار حصوں میں تقسیم شدہ مانتے ہیں۔

وید دیو وانی (देव वाणी) یعنی کلام الٰہی ہیں۔ ہندو لوگ مہابھارت اور رامائن کو تو رشیوں سے منسوب کرتے ہیں لیکن وید کو خدا کا کلام کہتے ہیں۔

وید برہم کا نج گیان (ब्रह्म निज ज्ञान) خدا کا ذاتی علم ہیں۔

وید دو طرح کے علوم پر مشتمل ہیں۔ وید منتر شروتی (वेद मन्त्र श्रुति) یعنی سنا ہوا احکامات کا علم اور وید تنتر شروتی (वेद तन्त्र श्रुति) یعنی سنا ہوا متشابہات کا علم

وید آدِ گرنتھ (आदि ग्रन्थ) یعنی اولین صحائف ہیں۔

موجودہ دور میں ویدوں پر سب سے پہلے تحقیق کرنے والے میکس مُلر صاحب (MAX-MULLER) کو بیس سال تک بے تکان محنت اور بے اندازہ خرچ کرنے پر بھی صرف سائن آچاریہ کی تفسیر ہی مکمل حالت میں حاصل ہو سکی تھی۔ اسی کی بنیاد پر انھوں نے سینکڑوں ہندوستانی

پنڈتوں کی مدد سے کثیر تعداد میں کھوئے ہوئے ویدوں کو دنیا کے سامنے چھپی ہوئی مقدس کتاب کی شکل میں پیش کیا تھا۔ ؂۱

"آرین انسان سے وابستہ یہ سب سے پہلے بولے جانے والے الفاظ ہیں۔ ان کا تعلق دنیا اور ہندوستان کی تاریخ سے ہے۔ یہ پچھلی نسلوں کی یادگار ہیں۔ نسلِ انسانی کی آرین شاخ سے متعلق طویل کتابی سلسلوں کی پہلی کتاب ہیں۔ (میکس ملر) ؂۲

"ان چاروں ویدوں کی ابتدا آسمانی خیال کی جاتی ہے اور یہ مانا جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ سے چلے آرہے ہیں۔ عظیم ترین پیدا کرنے والے سے یہ براہِ راست حاصل ہوئے ہیں۔" ؂۳

"ان کی شروعات کہاں سے ہوئی اس کے بیانات میں تضاد ہے لیکن اس پر اتفاق ہے کہ یہ انسان کو خدا کا براہِ راست تحفہ ہیں۔" (ولکنس) ؂۴

"موجودہ شکل تک پہنچتے پہنچتے وید کے مضامین کے بارے میں خاطر خواہ اختلافات رہے ہیں۔" (ولکنس) ؂۵

"ویدوں کی تخلیق کس نے کی؟ یہ ٹیڑھا سوال ہے۔ راسخ العقیدہ ہندو ایسا مانتے ہیں کہ وید غیر انسانی کلام 'خدا کا کلام' ہیں۔ مقصد یہ کہ وید خدائی علم ہیں۔" ؂۶ (ڈاکٹر سمپورنانند)

عیسائی محقق ڈیو بائیس لکھتا ہے:

"اور نقل کرنے والوں سے لاپرواہی یا جہالت کی وجہ سے بڑی تعداد میں غلطیاں ہوئی ہیں۔" (ص ۱۰۲ (Hindu Manners, Customs

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے ہم عصر مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کے شاہ عبدالعزیزؒ کے نام

؂۱ بحوالہ بجروید ص ۳۳ نیز منتر مہادگیان ج ۱۰۱ از پنڈت شری رام شرما جی

؂۲ ص ب Quoted by Griffith in the preface of the first edition of the "Hymns Of Rig Veda". Volume I

؂۳ ص ۴ 'W.J.Wilkins' in 'Hindu Mythology'

؂۴ ص ۵

؂۵ بحوالہ — 'वेदिक साहित्य' - पं० राम गोविन्द त्रिवेदी, भारतीय ज्ञान पीठ, काशी (पृ० २३-२४)

لکھے گئے ایک مکتوب پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر خلیق نظامی تحریر کرتے ہیں:

"انھوں نے ہندوؤں کو مشرکانِ عرب کے مشابہ تسلیم کرنے سے نہ صرف انکار کیا ہے بلکہ وید کو الہامی کتاب مانتے ہوئے ہندوؤں کو اہلِ کتاب کا مرتبہ دیا ہے۔" [۱]

مظاہر العلوم سہارنپور کے مفتی مولانا محمد یحییٰ صاحب نے ایک سوال کے جواب میں لکھا۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں نور اللہ مرقدہٗ کے مکتوبات میں وید کے متعلق تحریر موجود ہے کہ انھوں نے اس کو آسمانی اور الہامی کتاب قرار دیا ہے ...... نیز مولانا شاہ عبدالعزیز اور مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی کے فتاویٰ میں ان کے مقتداؤں کا ذکر ہے جن کو یہ اوتار (زمانے ہوئے) کہتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جو لوگ مثلاً آریہ اپنے مذہب کو آسمانی دھرم اور اپنی کتاب کو الہامی کتاب کہتے ہیں، ان سے ان کے دعویٰ پر برہان طلب کی جاسکتی ہے لیکن بلاوجہ حتمی طور پر اس کا انکار نہ کیا جائے۔ چنانچہ ہمارے استاد مولانا اسعداللہ صاحبؒ نامناسب الفاظ ان کے لیے استعمال نہیں فرماتے تھے۔" [۲]

اور دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا مسلک تو اس سلسلے میں اتنا محتاط تھا کہ رام چندر جی اور کرشن جی کی شان میں کبھی گستاخی کو منع فرماتے تھے کیونکہ ان کے خیال میں ان کے رسول ہونے کا امکان ہے۔

مقدس کیسے مانیں؟

اب تک کا حاصل مطالعہ یہ ہے کہ ویدوں میں آسمانی کلام ہونے کا امکان ہے۔ کم از کم وہ حصے یقیناً الہامی ہیں جن میں ہزاروں سال قبل دی ہوئی رسول اللہؐ کی بعثت کی خبریں موجود ہیں لیکن بحیثیت مجموعی صرف توحید و آخرت کے عقائد کی موجودگی اس کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ انھیں کتاب اللہ کی اس تحریف شدہ شکل کا بھی درجہ دیا جاسکے جو توریت، زبور اور انجیل کا ہے۔ اس کی تین وجوہات ہیں:

۱۔ موجودہ توریت، زبور اور انجیل ہی کو کتبِ مقدس کے درجہ پر رکھنے میں ابھی شبہات ہیں۔

۲۔ کلام کے مستند ہونے کی دلیل خود کلام ہوتا ہے۔ توحید اور آخرت کی صرف چند مثالیں ملنے

---

[۱] تاریخ مشائخ چشت، جلد پنجم ص ۸۵، بحوالہ مولانا اخلاق حسین قاسمی، رسالہ روبی، دہلی۔ فروری ۱۹۸۸ء، ص ۱۳

[۲] مولانا اخلاق حسین قاسمی، رسالہ روبی دہلی، فروری ۱۹۸۸ء ص ۱۳

سے ویدوں کو ابھی توریت، زبور اور انجیل کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

۳۔ توریت، زبور اور انجیل کا ذکر قرآن نے کیا ہے اور ویدوں کا قرآن میں کہیں تذکرہ نہیں ہے

ہم ایک ایک کر کے مندرجہ بالا اشکالات کا تجزیہ کر رہے ہیں:

۱۔ موجودہ توریت، زبور اور انجیل کو کتب مقدسہ کا درجہ دیے جانے کے مسئلہ کو مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے بڑی خوبی کے ساتھ حل کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:

• ...... ہمارے علماء عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ اصلی توریت اور انجیل غائب ہو چکی ہیں۔... اس لیے وہ ان کتابوں کو مقدس ماننے کے لیے کسی طرح تیار نہیں ہیں۔ اس نظریہ سے یہ بڑا نتیجہ پیدا ہوا کہ قرآن حکیم نے جہاں اہل کتاب کو اپنی کتابوں پر عمل کرنے کی دعوت دی اور عمل نہ کرنے کا الزام دیا ان کی صحیح تفسیر کرنے سے ہمارے علماء عاجز آ گئے ......"[1]

• ..... قرآن عظیم کی طرح ایسی وحی جس کے معانی و الفاظ مقرر ہو کر نازل ہوں اور قطعی طور پر محفوظ رہیں، چند ٹکڑوں کے علاوہ کسی مذہب کی کتاب الٰہی میں یہ طریقہ نہیں برتا گیا۔ عام طور سے ان کے ائمہ دین کتابیں اپنے اجتہاد سے جمع کرتے ہیں جو اس نبی کی سیرت اور اس کے اقوال کو جمع کر دیتی ہیں۔ یعنی ان ہی کتابوں میں وہ چیز بھی آ جاتی ہے جو براہ راست لفظاً اور معنیً مقرر ہو کر نازل ہوئی۔ جیسے توریت کے احکام عشرہ اور انجیل کے بعض خطبات۔ نیز وہ چیز بھی آ جاتی ہے جو نبی اپنے اجتہاد سے تعلیم دیتا ہے۔ یہ فیصلہ شدہ امر ہے کہ نبی کے اجتہاد پر منجانب اللہ گرفت نہ ہو تو وہ حکماً وحی سمجھی جاتی ہے۔"[2]

• ..... قرآن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مصحف میں کتابۃً محفوظ کر دیا گیا اور اس کی روایت بالترتیب قائم رہی لیکن حدیث میں

---

[1] الفرقان، بریلی، شاہ ولی اللہ نمبر، سن اشاعت ۱۹۴۱ء صفحہ ۲۸۳

[2] " " " " " " صفحہ ۲۸۴

جو وحی آئی ان (علماء) کے نزدیک بھی نہ تو حضورؐ کے زمانے میں اس کی کتابت ہوئی اور نہ اس کے لیے تواتر ضروری ہے۔ ان لوگوں کی اصطلاح پر اگر کتب مقدسہ سابقہ کو کتب حدیث کا درجہ دیا جائے تو بطریق اولیٰ اس کو مستبعد نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اگر یہ لوگ اس بات کو تسلیم کر لیں تو تمام اشکال حل ہو جائیں گے۔

- ہماری کتب حدیث میں بالاتفاق غیر صحیح روایات بھی موجود ہیں۔
- نیز ان کتب حدیث میں ایک واقعہ کو مختلف طریقوں سے بھی روایت کیا گیا ہے۔
- ہماری بہت سی کتب حدیث میں بھی کاتبوں سے غلطیاں ہوتی رہی ہیں جن کو محققین علماء درست کرتے رہتے ہیں۔

اس کے بعد اگر اناجیل اربعہ کو ہماری صحاح اربعہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی) کے درجہ پر رکھ دیا جائے تو ذرہ برابر اختلاف نظر نہیں آئے گا.....؂[1]

.....ہماری امت میں کتب مقدسہ کی اس قسم کی مثال میں شاہ صاحب (ولی اللہؒ دہلوی) صحیح بخاری و صحیح مسلم کو پیش کرتے ہیں.......

......میں نے انجیل کی شرح مسٹر ہنری اسکاٹ کی اردو میں مطالعہ کی۔ اس میں اناجیل اربعہ کے اختلافات کو اس طرح جمع کرنے اور ترجیح دینے کی سعی کی گئی ہے جیسے ہم کتب حدیث میں کرتے ہیں.......؂[2]

یہ واقعہ ہے کہ جب ہم غور کرتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ آج تک پچھلے صحائف کو مقدس کتابوں کا درجہ دینے میں یہی شکوک حائل رہے ہیں۔ ان کتابوں میں بالاتفاق تحریفات بھی درج ہیں۔ اکثر ایک واقعہ کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے اور ان کی کتابت میں تبدیلیاں بھی ہوتی رہی ہیں۔ جنہیں ان کے محققین درست کرتے رہے ہیں۔

؂[1] الفرقان بریلی۔ شاہ ولی اللہ نمبر۔ سن اشاعت ۱۹۴۱ء ص ۲۸۲

؂[2] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مولانا کی وضاحت کے بعد یہ سمجھ میں آتا ہے کہ پچھلے صحائف کو مقدس ماننے میں دراصل ہچکچاہٹ ہی اس لیے محسوس ہوتی تھی کہ صحیفہ کا نام آتے ہی ہم ذہنی طور پر قرآن سے اس کا موازنہ شروع کر دیتے تھے لیکن اگر احادیث کے مجموعوں کو کبھی ہم تقدس کا درجہ دے سکتے ہیں جبکہ ان میں وہی فنی خامیاں موجود ہیں جو پچھلے صحیفوں میں ہیں تو ان صحیفوں کو مقدس ماننے میں تکلف نہیں ہوگا خصوصاً اس حالت میں جبکہ قرآن میں جگہ جگہ اس کی تاکید ہے اور یہ بھی محل نظر ہے کہ احادیث کے مجموعوں کو اگر یہ فوقیت حاصل ہے کہ ان پر بے مثال تحقیق ہوئی ہے (اس کے باوجود بڑی تعداد میں مشکوک احادیث موجود ہیں) تو توریت اور انجیل کو اس لحاظ سے برتری حاصل ہے کہ بالاتفاق ان میں کلام الٰہی بھی درج ہے۔

اس نکتہ کے واضح ہو جانے کے بعد اب اگر ہم کو ویدوں کے بارے میں یہ ثبوت مل سکیں کہ ان میں درج کلام خود کلام اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے اور قرآن سے بھی ویدوں کی تصدیق ہو جائے تو مولانا سندھیؒ کے بتائے ہوئے طرز پر انھیں بھی کتب مقدسہ تسلیم کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

ایک کلام دوسرے کلام کی روشنی میں

کلام الٰہی خود اللہ کا کلام ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ قرآن کے مضامین خود قرآن کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔ آیئے ویدوں کے کچھ مضامین پر قرآن کی روشنی میں نظر ڈالیں۔ (اس ضمن میں تمام وید منتروں کے ترجمے ہم نے شری گنگا پرشاد اپادھیائے کی کتاب مصابیح الاسلام سے لیے ہیں۔)

قرآن	وید
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (فاتحہ : ۱)	मही देवस्य सवितुः परिष्टुतिः اس دنیا کے بنانے والے کے لیے تعریف ہے۔ (رگوید ۵۔۸۱۔۱).
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ (فاتحہ : ۲)	वसुर्दयमानः جو دینے والا اور رحیم ہے۔ (رگ وید: ۳۔۳۴۔۱)

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝
ہماری سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کر۔
(فاتحہ: ۵)

नय सुपथा राये अस्मान
ہم کو ہمارے فائدے کے لیے سیدھے راستہ پر لگا۔
(یجروید: ۴۰-۱۶)

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ
کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔
وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ۝
اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا یار و مددگار نہیں۔
(البقرہ: ۱۰۷)

महोदिवः प्रथिव्याश्च सम्राट
وہ عظیم زمین و آسمان کا مالک ہے۔

नो भवस्विन्द्र ऊती
وہ ایشور ہماری مدد کرے۔
(رگ وید: ۱-۱۰۰-۱)

..... وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ ...
اور اس نے ہر (موجود) چیز کو پیدا کیا
(الفرقان: ۲)

प्रजा पति र्जनयति प्रजा इमाः
پرماتما سب پرجا (مخلوق) کو بناتا ہے۔
(اتھروید: ۷-۱۹-۱)

.... وَاَنۡفِقُوۡا خَيۡرًا لِّاَنۡفُسِكُمۡ ؕ
اور اپنے حق میں بھلائی کے لیے خرچ کرتے رہو۔
(التغابن: ۱۶)

اِنۡ تُقۡرِضُوا اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا يُّضٰعِفۡهُ لَـكُمۡ .....
اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے لیے بڑھاتا چلا جائے گا۔ (التغابن: ۱۷)

य एक इद् विदयतेवसु मर्ताय दाशुषे
خدا ایک ہے وہ مہربان خیرات کرنے والے آدمی کو رزق دیتا ہے۔ (رگ وید: ۱-۸۴-۷)

....وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ....

وہ سب کو کھلاتا ہے۔ اس کو کھلایا نہیں جاتا۔

(انعام : ۱۴)

अनश्नन्नन्यो अभिचाक शीति

پرماتما کھاتا نہیں ہے۔ دوسروں کو کھلانے کا انتظام کرتا ہے۔ (رگ وید : ۱-۱۶۴-۲۰)

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ....

اس کی کسی چیز سے مشابہت نہیں ہے۔

(شوریٰ ۱۱)

न तस्य प्रतिमा अस्ति

اس پرمیشور کی کوئی مورتی نہیں بن سکتی۔

(یجروید ۳۲-۳)

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ......

اور اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی۔

(البقرہ : ۱۱۵)

दिशोस्या: प्रदिश:

سب سمتیں اسی کی ہیں۔

(رگ وید ۱۰-۱۲۸-۴)

.... فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝

سو تم جدھر بھی منہ پھیرو (اللہ ہی کی ذات ہے اللہ بڑی وسعت والا ہے بڑے علم والا ہے۔

(البقرہ : ۱۱۵)

सविता पश्चातात् सविता पुरस्तात्
सवितोत्तरात्तात् सविताधरात्तात्

دنیا کا خالق۔ مشرق۔ مغرب اوپر اور نیچے سب جگہ ہے۔

(رگ وید : ۱۰-۳۶-۱۴)

विश्वत श्चक्षुरुत विश्वतो मुखो

خدا کی آنکھ ہر طرف ہے، خدا کا منہ ہر طرف ہے۔

(رگ وید ۱۰-۸۱-۳)

.... وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝

اور ہم تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

(ق : ۱۶)

त्वंनो अन्तम उत त्राता

تو ہم سے نزدیک ترین اور محافظ ہے۔

(رگ وید ۵-۲۴-۱)

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا
بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ...

اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے سوا اس کے کہ جتنا وہ خود چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے۔

(البقرہ: ۲۵۵)

.... وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ

اور وہی مینہ برساتا ہے۔ (لقمٰن: ۳۴)

न यस्य द्यावा पृथिवी अनुव्यचो
न सिन्धवो रजसो अन्तमानशुः।
नोत स्ववृष्टिं मदे अस्य युध्यत
एको अन्यत् चकृषे विश्वमानुषक्

نہ زمین اور آسمان اس خدا کے محیط ہونے کی حد کو پا سکتے ہیں۔ نہ آسمان کے کرّے۔ نہ آسمان سے برسنے والا مینہ۔ سوائے اس خدا کے کوئی اور دوسرا اس خالقت پر قدرت نہیں رکھ سکتا۔

(رگ وید: ۱-۵۲-۱۴)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِىْ
فِى الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتی سمندر میں چلتی ہے۔ (لقمٰن: ۳۱)

वेद नावः समुद्रियः

وہ سمندر کی کشتیوں کو جانتا ہے۔ (رگ وید ۱-۲۵-۷)

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ
وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ
اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝

کیا تم نہیں دیکھتے اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔

अहोरात्राणि विदधत् विश्वस्य
मिषतो वशी

کل جانداروں کے اوپر قدرت رکھنے والے خدا نے دن اور رات کا سلسلہ قائم کیا۔

(رگ وید ۱۰-۱۹۰-۲)

ہر ایک مقررہ میعاد تک چلتا رہے گا اور یہ کہ
اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا
ہے۔ (لقمٰن: ۲۹)

نِعۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجۡزِىۡ مَنۡ
شَكَرَ ۝
یہ ہمارے پاس سے ایک نعمت ہے کہ جو شکر کرتا ہے
ہم اسے ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ (قمر: ۳۵)

यदङ्ग दाशुषे त्वमग्ने भद्रं करिष्यसि।
तवेत् तत् सत्यमङ्गिरः
ہے پرمیشور آپ نیک آدمی کو اچھا پھل دیتے ہیں
یہ آپ کا حقیقی خاصہ ہے۔ (رگ وید ۱-۱-۶)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا
فَخُوۡرَا ۝
قطعاً اللہ ایسوں کو دوست نہیں رکھتا جو تکبر
اور بڑائی کرنے والے ہیں۔ (النساء: ۳۶)

ऋतस्य पथा नमसा विवासेत्
انسان کو چاہیے کہ سچائی کے راستے پر عاجزی سے
چلے۔ (رگ وید: ۱۰-۳۱-۲)

وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۝
اور اللہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسے
جانتا ہے اور اللہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔
(الحجرات: ۱۶)

यो विश्वाभि वि पश्यति भुवना
सं च पश्यति
وہ ایشور ساری دنیا کو اچھی طرح جانتا ہے۔
(رگ وید ۱۰-۱۸۷-۴)

...... يَعۡلَمُ سِرَّكُمۡ وَجَهۡرَكُمۡ وَيَعۡلَمُ
مَا تَكۡسِبُوۡنَ ۝
وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر

यस्तिष्ठति चरति यश्च वञ्चति,
यो निलायं चरति या प्रतङ्कम्।
द्वौ संनिषद्य यन् मंत्र यते

احوال کو بھی جانتا ہے اور تم جو کچھ بھی عمل کرتے ہو اس کو جانتا ہے۔ (انعام : ۳) .....وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ اور جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہے۔ (الحدید : ۴)	राजा तद् वेद वरुणस्तृतीय:। جو کھڑا ہوتا ہے۔ چلتا ہے۔ جو دھوکا دیتا ہے۔ جو جو چھپا پھرتا ہے۔ جو دوسرے کو تکلیف دیتا ہے۔ جو دو آدمی خفیہ بات کرتے ہیں۔ تیسرا ایشوران سب کو جانتا ہے۔ (اتھرووید ۴-۱۶-۲)
وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ..... وہ (اللہ) اپنے بندوں پر غالب ہے۔ (انعام : ۱۸)	विश्वस्य मिषतो वशी وہ سب جانداروں پر غالب ہے۔ (رگ وید ۱۰-۱۹۰-۲)
.....يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وہ اسے بھی جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں واپس چڑھتی ہے۔ (الحدید : ۴)	सर्वंतद् राजा वरुणो विचष्टे यदन्तरा रोदसी यत् परस्तात् جو زمین اور آسمان میں یا اس کے اوپر ہے اسے ایشور دیکھتا ہے۔ (اتھرووید ۴-۱۶-۵)
وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ اور وہی ہے جو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری کے طور پر ہواؤں کو بھیج دیتا ہے۔ (الفرقان : ۴۸)	वेद वातस्य वर्तनिमुरो ऋष्वस्य बृहत: । वेदा ये अध्यासते وہ اوپر پھیلی ہوئی خوش گوار ہوا کے راستوں کو جانتا ہے اور ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو اس کے سہارے رہتی ہیں۔ (رگ وید ۱-۲۵-۹)
وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً .... اور وہ ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا ...... (الفرقان : ۶۲)	अहोरात्राणि विदध: دن اور رات بنائے۔ (رگ وید ۱۰-۱۹۰-۲)

सूर्याचन्द्रमसौ धाता यथा पूर्वमकल्पयत् خالق نے سورج اور چاند کو مثل سابق خلقتوں کے رچا۔ (رگ وید ۱۰-۱۹۰-۳)	وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ...... اور اس نے رات کو آرام کے لیے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لیے۔ (انعام: ۹۶)
होतारं सत्ययजं रोदस्योरुत्तानहस्तो नमसा विवासेत قابل پرستش، زمین اور آسمان کو سچے راستہ پر چلانے والے پرمیشور سے عاجزی سے ہاتھ اوپر اٹھا کر دعا مانگو۔ رگ وید (۶-۱۶-۴۶)	....اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ٥ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۚ یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق اور حاکم ہونا تمام جہانوں کے پروردگار بڑی خوبیوں سے بھرے ہیں۔ تم لوگ اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعا کیا کرو۔ بیشک وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ (اعراف: ۵۴-۵۵)
अद्धा देव महा خدا درحقیقت بہت بڑا ہے۔ (اتھروید ۲۰-۵۸-۳)	......الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ٥ (اللہ) سب سے بڑا اور عالیشان ہے۔ (رعد: ۹)
अदब्धानि वरुणस्य व्रतानि خدا کے قانون نہیں بدلتے (رگ وید ۱-۲۴-۱۰)	...... لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۗ...... اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ (یونس: ۶۴)
न किरस्य प्रमिनन्ति व्रतानि خدا کے قوانین کوئی نہیں بدل سکتا۔ (اتھروید ۱۸-۱-۵)	وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ٥ اور تم خدا کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ (الفتح: ۲۳)

وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ
لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ
یَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ○

اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کی ملک ہے تاکہ جنھوں نے برے عمل کیے ان کو برا بدلہ دے اور نیک عمل کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے۔

(النجم : ۳۱)

इमे चित् तव मन्यवे वेपेते
भियसा मही यदिन्द्र वज्रिन्नोजसा
वृत्रं मरुत्वाँ अवधीर चंचन्
स्वराज्यम्

(رگ وید : ۱-۸۰-۱۱)

اے خدا زمین اور آسمان تیرے رعب سے کانپتے ہیں۔ اے خدا تو اپنے قہر سے بدکار کو مارتا ہے اور نیکی کرنے والے کے لیے روحانیت کی عظمت قائم کرتا ہے۔ (رگ وید ۱-۸۰-۱۱)

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ
وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

وہی اول ہے وہی آخر اور وہی ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ (حدید : ۳)

त्वमग्ने प्रथमो अङ्गिरस्तमः

اے پرمیشور تو سب سے اول ہے اور سب سے زیادہ عالم ہے۔ (رگ وید ۱-۳۱-۲)

.... قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ
فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ
بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ
الْوُثْقٰی ....

ہدایت گمراہی سے ممیز ہو چکی ہے تو جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے اس نے ایک بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا۔

(البقرہ ۲۵۶)

दृष्ट्वारूपेव्याकरोत् सत्यानृते
प्रजापतिः अश्रद्धामनृते दधात्
श्रद्धां सत्ये प्रजापतिः

خدا نے حق و باطل کی کیفیت کو سمجھ کر حق کو باطل سے جدا کر دیا اور حکم دیا کہ اے لوگو حق پر ایمان لاؤ اور باطل پر ایمان مت لاؤ۔

(یجر وید ۱۹-۷۷)

...... وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

حالانکہ تم کتاب (الٰہی) پڑھتے ہو۔ تو کیا تم عقل سے کام ہی نہیں لیتے ؟

(البقرہ، ۴۴)

उत त्वः पश्यन्न ददर्श वाचम्
उत त्वः शृण्वन्न शृणोत्येनाम्

بے عقل لوگ کتاب دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے ۔

(رگ وید ۱۰-۷۱-۴)

...... وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِىْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؗ
وَّاِيَّاىَ فَاتَّقُوْنِ ۝

اور تھوڑی سی قیمت کے عوض میری آیتوں کو فروخت مت کر ڈالو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

(البقرہ : ۴۱)

महे चन त्वामद्रिवः पराशुल्काय
देयाम् । न सहस्राय नायुताय
वज्रिवो न शताय शतामघ

اے لازوال قادر مطلق خدا تو اس قدر بیش قیمت ہے کہ میں تجھ کو کسی قیمت کے لیے نہ چھوڑوں۔ نہ ہزار کے لیے۔ نہ اربوں کے لیے۔ نہ سینکڑوں دنیاوی نعمتوں کے لیے۔ (رگ وید ۸-۱-۵)

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى

اور یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (نجم : ۳۸)

स्वयं यजस्व स्वयं जुषस्व

تو ہی عمل کر تو ہی اس کا پھل بھوگ

(یجروید ۲۳-۱۵)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّ
لٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

بے شک اللہ انسانوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں (یونس : ۴۴)

क्रत्वः समह दीनता प्रतीपं जगमा
शुचे । मृळा सुक्षत्र मृळय

اے قادر مطلق عظیم الشان پروردگار ہم اپنی جہالت سے گمراہ ہوتے ہیں۔ ہمارے اوپر مہربانی کیجیے۔

(رگ وید ۷-۸۹-۳)

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ...

تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک ان چیزوں کو (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو

(آل عمران : ۹۲)

کیولاگھو بھوتی کیولادی
केवलाघो भवति केवलादी

جو اپنی کمائی کو اکیلا ہی کھاتا ہے وہ گناہ کھاتا ہے

(رگ وید ۱۰-۱۱۷-۶)

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝

یہ وہ لوگ ہیں جو آسودگی اور تنگی دونوں میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو ضبط کرتے ہیں اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(آل عمران : ۱۳۴)

स इद् भोजो यो गृहवे
ददात्यन्नकामाय चरते कृशाय
अरमस्मै भवति यामहूता
उतापरीषु कृणुते सखायम्

جو غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد کے لیے خیرات کرتا ہے وہی سخی ہے اس کا بھلا ہوتا ہے۔ اس کے دشمن بھی اس کے دوست بن جاتے ہیں۔

(رگ وید ۱۰-۱۱۷-۳)

فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝

سو وہ شخص جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاجوں کے لیے کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔ سو ایسے نمازیوں کے لیے بڑی خرابی ہے۔

(الماعون : ۲، ۳، ۴)

य आध्राय चकमानाय पित्वो
ऽन्नवान्त्सन् रफितायोपजग्मुषे ।
स्थिरं मनः कृणुते सेवते
पुरोतोचित् स मर्डितारं न विन्दते

جو ترس کے قابل یتیم روٹی کے طالب کو روٹی ہوتے ہوئے بھی مدد نہیں دیتا اور سخت دل کر کے خود کھاتا رہتا ہے اس کو مصیبت آنے پر کوئی راحت نصیب نہیں ہوتی۔ (رگ وید ۱۰-۱۱۷-۲)

نوٹ:۔ شری گنگا پرشاد اپادھیائے کے ترجموں سے ہمیں چند جگہ اختلاف ہے۔ لیکن یہاں ہم نے انہیں کے ترجمے نقل کیے ہیں۔

ابھی اور پڑھیئے اگر آپ کا برسوں سے کھویا ہوا بھائی اچانک بازار میں مل جائے تو کیا آپ ہیئت کی کچھ تبدیلی کی وجہ سے اسے پہچاننے یا گلے لگانے سے انکار کر دیں گے؟ جب کہ اس کے چہرے پر بچپن کی جانی پہچانی واضح علامات بھی ہوں؟ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ شکل و شباہت کی مماثلت کی وجہ سے پہلے آپ ٹھٹکیں۔ پھر اس کے ماضی کے بارے میں سوالات کریں اور اُن علامات کو غور سے دیکھیں۔ اس کے بعد بلاشبہ آپ اسے لپٹا لیں گے اور پہلے سے زیادہ محبت اس کے لیے آپ کے دل میں امڈے گی۔ اگر وہ آپ کو نہ پہچان سکے گا تو آپ بڑی بے چینی سے اسے اپنے آپ کو پہچنوانے کی کوشش کریں گے۔ تو آیئے شکل و شباہت میں مماثلت دیکھنے کے بعد اپنے ماضی میں کھوئے ہوئے بھائی کی کچھ علامات کو اور غور سے دیکھیں اور اس سے کچھ سوالات کریں۔

प्रतित्यं चारुमध्वरं गोपीथाय प्रहूयसे । मरुद्भिरग्न आ गहि [१]
नहि देवो न मर्त्यो महस्तव क्रतुं परः । मरुद्भिरग्न आ गहि [२]
ये महो रजसो विदुर्विश्वे देवासो अद्रुहः । मरुद्भिरग्न आ गहि [३]
ये उग्रा अर्कमानृचुरनाधृष्टास ओजसा । मरुद्भिरग्न आ गहि [४]
ये शुभ्राघोरवर्पसः सुक्षत्रासो रिशादसः । मरुद्भिरग्न आ गहि [५]
ये नाकस्याधि रोचने दिवि देवास आसते । मरुद्भिरग्न आ गहि [६]
ये ईङ्खयन्ति पर्वतान् तिरः समुद्रमर्णवम् । मरुद्भिरग्न आ गहि [७]
आ ये तन्वन्ति रश्मिभिस्तिरः समुद्रमोजसा । मरुद्भिरग्न आ गहि [८]
अभि त्वा पूर्वपीतये सृजामि सोम्यं मधु । मरुद्भिरग्न आ गहि [९]

اوپر دیئے گئے وید منتر رگ وید کے ہیں[1]۔ ان میں دیکھیں کہ ہر منتر کے آخر میں ایک ہی جز مरुद्भिरग्न आ गहि (ترجمہ۔ اگنی کا راز ریگستانی امت یعنی مسلمانوں کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے)

---

[1] رگ وید (۱۔۱۹۔۱۔۹)

بار بار دہرایا گیا ہے۔ کیا یہ قرآن کی سورۂ رحمٰن کا سا اندازِ بیان نہیں ہے جس میں پوری سورت میں ایک جملہ فبایّ الاءِ ربکما تکذّبان ترجمہ: پھر تم اپنے پروردگار کی کون کون سی آیات کو جھٹلاؤ گے ، کی بار بار ۳۱ مرتبہ تکرار ہے۔ یہ صرف اتفاق نہیں ہے۔ یہ تکرار رگ وید کے پہلے منڈل کے اٹھارویں سوکت میں بھی ملتی ہے جہاں यन्नीरविम प्रबोनयन (ترجمہ: بڑے اہتمام اور شان کے ساتھ ہم ہمت سے حمد کرتے ہیں۔) کو بار بار ۵ مرتبہ اسی انداز میں دہرایا گیا ہے۔ طوالت کی خاطر یہ سوکت اور اس جیسی دوسری مثالیں جو ہم آگے بیان کر رہے ہیں ان کے پورے منتر ہم نقل نہیں کر رہے ہیں۔ اسی طرح سام ویدؔ میں لگاتار تین اشلوکوں کے آخر میں مندرجہ ذیل جملے کی تکرار ہے:۔

व धन्तामन्यकेषा ज्याका अधिधन्वस (دشمن کی کھنچی ہوئی کمانیں ٹوٹ جائیں)

رگ ویدؔ میں مسلسل ۱۳ بار یہ دہرایا گیا ہے: विश्वे मे अस्य रोदसी (اے جنت کی سرزمین میرے دکھ پر دھیان دو)۔ رگ وید ۱۰-۱۲۱ میں कस्मै देवाय हविषा विधेम (ہم کس خدا کو قربانی پیش کریں؟) لگاتار ۹ مرتبہ آیا ہے ـــ یجر وید کے اکیسویں ادھیائے کے ایک بھاگ میں منتر ۴۸ سے منتر ۵۸ تک لگاتار ہر منتر کے آخر میں یہ تکرار ہے۔ वयुरिवाज्यिम वसुधेयस्य व्यन्तु यज

قرآن شریف میں بھی اس قسم کی تکرار صرف سورۂ رحمان ہی میں نہیں ہے بلکہ مندرجہ ذیل سورتوں میں یہ مثالیں ہم کو ملتی ہیں ـــ

سورۂ مرسلٰت میں وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ (بڑی خرابی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لیے) ۱۰ مرتبہ

سورۂ قمر میں وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ۔ (اور نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے قرآن کو ہم نے آسان کر دیا ہے۔ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟) ۴ مرتبہ۔

اس طرز کی اور بھی مثالیں قرآن شریف اور ویدوں میں ہیں۔ ویدوں میں توحید، رسالت اور آخرت کے مضامین الگ الگ ابواب کی حیثیت میں پیش کیے جانے کے متقاضی ہیں جو آئندہ آئیں گے۔

جہاں تک پچھلی کتب مقدسہ سے ویدوں کے موازنے کا سوال ہے۔ عبرانی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر ہم پچھلے صحائف (توریت، زبور، انجیل وغیرہ) کے انگریزی ترجمے ہی پڑھ سکے ہیں۔ ظاہر ہے ان ترجموں میں

ؔ سام وید (پرپاٹھک ۹ بھاگ ۱۴)   ؔ رگ وید (منڈل ۱ سوکت ۱۰۵)

مترجمین کے اپنے خیالات اور عقائد کا عکس شامل ہوگا لیکن ویدوں کے مطالعے کے درمیان ہم نے ان کا کافی حصہ ان کی اصل زبان سنسکرت میں بھی دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس تقابلی مطالعے میں توریت اور انجیل میں تحقیق کرنے والے مسلمان محققین کی بھی وہ تصنیفات ہم نے سامنے رکھیں جو ہمیں دستیاب ہو سکیں۔

ہم نے ان تمام کتب کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی ہے اور ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر پوری ایمان داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ کتابیں اپنی اصل زبانوں میں ویدوں کے ہم پلہ ثابت ہو سکیں لیکن موجودہ شکل میں ویدوں کو ہم نے انگریزی ترجمہ شدہ بائیبل (توریت، زبور، انجیل اور دیگر انبیاء کی کتب) سے اتنا آگے پایا کہ دونوں میں کوئی مقابلہ ہی نہیں۔

یہ تو قرآن کے معیار پر ان کتابوں (وید اور بائیبل) کے مضامین کی صحت کو پرکھنے کا ماحصل تھا لیکن اصل اور آخری کسوٹی ابھی باقی ہے۔ خود قرآن ویدوں کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

قرآنِ عظیم ہمیں بتاتا ہے کہ ہر امت میں اللہ نے اپنے رسول بھیجے: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ[1] (اور ہر امت کے لیے ایک رسول تھا)۔

آخری گواہی باقی ہے

لیکن جن مقدس کتابوں کا قرآن نے ذکر کیا ہے وہ صرف توریت، زبور اور انجیل سمجھی جاتی ہیں۔ شری گنگا پرشاد اپادھیائے اپنی کتاب میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"حضرت آدم کے بعد قرآن شریف میں خاص طور پر چار ملہموں کا ذکر آتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ۔ ان سے چار کتب منسوب ہیں۔ حضرت موسیٰؑ سے تورات۔ حضرت داؤدؑ سے زبور۔ حضرت عیسیٰؑ سے انجیل، اور

---

[1] سورۂ یونس: ۴۷

حضرت محمدؐ سے قرآن۔ حضرت آدمؑ کا نام نہ مُلیموں میں مذکور ہے نہ ان کے ساتھ کسی کتاب کو منسوب کیا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت موسیٰؑ تک ایک مدت گذر جاتی ہے۔ اس میں انسانی تاریخ میں بہت سے مدوجزر آجاتے ہیں۔ بہت سی سلطنتیں پیدا ہوتی اور فنا ہو جاتی ہیں۔ کوئی اہل کتاب پیدا نہیں ہوتا۔" [۱]

آپ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف بنیادی طور پر کتاب ہدایت ہے۔ یہ رسولوں کے نام یا ان کی کتابوں کے ناموں کی انسائیکلوپیڈیا نہیں ہے۔ لیکن شری گنگا پرشاد کے اعتراض سے قطع نظر یہ سوال تو یقیناً پیدا ہوتا ہے کہ جن صاحب شریعت رسولوں کا ذکر قرآن کریم نے خصوصی اہمیت کے ساتھ بار بار کیا ہے یعنی حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ۔ ان سب کی کتابوں کے نام بتائے سوائے حضرت نوحؑ کی کتاب کے۔ یہاں تک کہ حضرت داؤدؑ کی کتاب کا نام بھی بتایا لیکن حضرت نوحؑ کے لائے ہوئے صحیفوں کے نام قرآن کیوں نہیں بتاتا؟

یا یہی سوال دوسرے الفاظ میں یوں دہرایا جا سکتا ہے کہ جن بڑی بڑی قوموں کا قرآن ایک ساتھ ذکر کرتا ہے وہ مومنین، عیسائی، یہودی اور صابئین ہیں۔ ان میں سے قرآن نے اول الذکر تین قوموں کے پاس آئے صحیفوں کا نام تو بتایا لیکن صابئین کے پاس حضرت نوحؑ کون سے صحیفے لائے تھے۔ یہ کیوں معلوم نہ ہو سکا؟ اس سوال کی اہمیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ صابئین قرآنِ عظیم میں ویدک قوم کو کہا گیا ہے اور اس ویدک قوم کے تبدیل ہو کر اسلام میں داخل ہونے کی پیشین گوئیاں بھی موجود ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں احادیث سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تبدیل ہو کر آنے والی قوم "اَعجبُ القوم" — "عجیب ترین قوم" براہِ راست قرآن پر ایمان نہیں لائے گی بلکہ پہلے اپنے صحائف جن سے وہ کٹی ہوئی تھی ان کی طرف متوجہ ہوگی اور ان صحائف ہی میں موجود قرآنی تعلیمات اور قرآن کی تصدیق پانے کے بعد ایمان لائے گی۔ [۲]

---

[۱] "سورن یگ، اسلام تک" مصنف گنگا پرشاد اپادھیائے [۲] مشکوٰۃ۔ باب ثواب ھذہ الامۃ۔ روایت عمرو بن شعیبؓ

آدِگرنتھ (اوّلین صحائف) کے نام سے ڈھونڈیے

یہ حقائق اس امر کے متقاضی ہیں کہ قرآن حکیم میں ویدک دھرم کے صحائف کا ذکر ہم تلاش کریں۔ قرآن پاک میں جب ہم پچھلی کتابوں کا ذکر ڈھونڈتے ہیں تو ہمیں توریت، زبور، انجیل، اور صحفِ ابراہیمؑ کے علاوہ پچھلی کتابوں کے لیے صحف اولیٰ اور زبر الاوّلین کے الفاظ ملتے ہیں جن کے لفظی معنی ہیں سب سے پہلے صحیفے اور سب سے پہلے بکھرے ہوئے اوراق۔ ان دونوں الفاظ کے سنسکرت مترادف الفاظ آدِگرنتھ (आदि ग्रन्थ) اور آدِ گیان (आदि ज्ञान) ہیں۔ ویدوں کے بارے میں ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ یہ آدِگرنتھ اور آدگیان ہیں۔ کیا کبھی آپ نے یہ سوچا ہے کہ قرآن جنھیں زبر الاوّلین یا صحفِ اولیٰ کہتا ہے وہ کہیں یہی کتابیں تو نہیں ہیں جنھیں ہندو آدِگرنتھ کہتے ہیں۔ یہاں اس بات کا خیال رہے کہ اگر وید نام کی کسی کتاب کو ہم نے قرآن کریم میں ڈھونڈنے کی کوشش کی تو یہ سعی لاحاصل رہے گی۔ آج کی دنیا میں حضرت داؤدؑ سے منسوب صحیفے کا نام سام [PSALM] ہے۔ اب اگر سام کے نام سے آپ قرآن کریم میں حضرت داؤدؑ کے صحیفے کو تلاش کریں تو ظاہر ہے کہ نہیں ملے گا۔ قرآن نے اس کتاب کا نام زبور رکھا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم پچھلے باب ۲ صفحہ ۲۵ پر یہ مثال دے چکے ہیں کہ آج کوئی عیسائی اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں کہتا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ قرآن نے نصاریٰ اس قوم کو کہا ہے جو آج اپنے آپ کو عیسائی کہتی ہے۔

ہم سے کیسی غفلت ہوگئی، جو اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں کہتے۔ انھیں تو ہم نصاریٰ کے نام سے جانتے ہیں جو اپنی کتاب کو زبور نہیں کہتے۔ ان کی کتاب کو ہم زبور کے نام سے جانتے ہیں اور یہاں ایک بہت بڑی قوم ہزاروں سال سے نزولِ قرآن سے بھی پہلے سے یہ دعویٰ کرتی چلی آرہی ہے کہ اس کے پاس صحفِ اولیٰ یا زبر الاوّلین ہیں۔ اپنی زبان میں وہ یہی الفاظ اپنی کتابوں کے لیے استعمال کرتی چلی آرہی ہے اور ہم ایک ہزار سال سے اسی ملک میں اسی قوم کے درمیان رہتے ہوئے بھی بغیر تحقیق کیے، بغیر ان کے آدِگرنتھوں

کو پڑھے بیں کہے چلے جا رہے ہیں کہ صحفِ اولیٰ اور زبر الاولین کا دنیا میں اب کوئی وجود نہیں ہے اور پھر ایسا بھی تو نہیں کہ بہت سی قومیں اس نام کی کتاب رکھنے کا دعویٰ کرتی ہوں. جس سے سب کا دعویٰ مشکوک ثابت ہو رہا ہو بلکہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہبی قوم ہے جو اس کی مدعی ہے. اللہ ہمیں معاف کرے. شاید اللہ کی یہی مصلحت تھی کہ یہ راز اسی دور کے قریب کھلے جو تبدیلیٔ قوم کے لیے لکھا جا چکا، ورنہ ہمیں قرآن میں واضح بتا دیا گیا ہوتا کہ صحفِ اولیٰ یا زبر الاولین کس رسول کے ذریعے آئے لیکن اس سے ہماری غفلت کے جرم میں کمی نہیں ہوتی. قرآن میں صاف الفاظ میں تشخص صرف ان کا ہے جن کو نزولِ قرآن کے وقت عرب جانتے تھے باقی رہتی دنیا تک کے تمام اہم واقعات اس میں تلاش کرنے سے ملیں گے. جو ایسے الفاظ میں ہوں گے جن پر ۱۴۰۰ سال پرانے عرب عمومیت کا اطلاق کرتے تھے. یہ ہمارا اور خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں کا فریضہ تھا کہ اس قوم کا تعلق قرآن سے تلاش کرتے جس کے درمیان ہم ایک ہزار سال سے ہیں.

اوّلین صحائف موجود ہیں

اولین صحائف کا دنیا میں آج بھی وجود ہے اس پر قرآن کی مندرجہ ذیل آیت دلیل ہے.

ترجمہ: "اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی غیر معمولی ثبوت کیوں نہیں لاتا اور کیا ان کے پاس صحفِ اولیٰ میں جو کچھ بھی ہے (اس کی شکل میں) واضح دلیل نہیں آگئی ہے؟" (سورۂ طٰہٰ : ۱۳۳)

یہ آیت اس بات کا ثبوت ہے کہ اولین صحیفے یا آدِ گرنتھ غائب نہیں ہو گئے بلکہ دنیا میں آج بھی موجود ہیں بلکہ اس بات کو تو قرآن دلیل اور معجزے کے طور پر پیش کر رہا ہے کہ ہزاروں سال گذر جانے کے بعد بھی اولین صحائف میں وہ تعلیمات موجود ہیں جن کے مجموعے کی شکل میں قرآنِ عظیم سب سے آخر میں نازل ہوا. اولین صحیفوں کے دنیا میں موجود ہونے کے لیے جو لوگ ثبوت طلب کرتے ہیں ان کے لیے اس آیت میں باری تعالیٰ نے ایک خاموش چیلنج پیش کیا ہے.

"قرآنی دلیل چاہتے ہو؟ اللہ کے الفاظ میں ثبوت طلب کر رہے ہو؟ اولین صحائف آدِگرنتھ کو اٹھا کر تو دیکھو ہمارا ثبوت، ہمارا معجزہ، ہماری دلیل تمہارے سامنے آجائے گی۔"

اس آیت کا جو مفہوم آج تک سمجھا جاتا رہا ہے وہ یہ ہے کہ پچھلے صحائف میں جتنی بھی تعلیمات تھیں، جتنے بھی مضامین تھے ان کے عطر کی شکل میں تمام کتابوں کا مجموعہ قرآن ہمارے پاس آگیا ہے، اور یہ نبی اُمیؐ کا اللہ کی طرف سے معجزہ ہے۔ بیشک یہ مفہوم بھی اس آیت کا ہے لیکن کیا اس میں بھی وہی چیلنج واضح طور پر آپ کو محسوس نہیں ہو رہا؟ جب تک پچھلے تمام صحائف میں کیا تھا۔ یہ آپ کو نہیں معلوم ہوتا معجزے کا یہ رُخ کیسے ثابت ہوگا؟ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ قرآن ان سب مضامین کا مجموعہ ہے۔

یہ بھی قرآن میں پچھلے صحائف کی اصل تعلیمات تلاش کرنے کی تاکید اور اس تاکید کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں ناپید نہیں ہیں۔

ویدہی اوّلین صحائف ہیں

صحفِ اولیٰ کے الفاظ بہت جامع الفاظ ہیں ان میں عمومیت بھی ہے اور خصوصیت بھی۔ تمام پچھلے صحیفے بھی اس کے مفہوم میں داخل ہیں اور سب سے پہلے صحیفے بھی۔ قرآن خاص طور سے نام لے کر جن پچھلے صحائف کا ذکر کرتا ہے وہ صحفِ ابراہیمؑ[1]، توریت، زبور، اور انجیل ہیں۔ یہ تمام کتابیں وہ ہیں جن سے اہلِ عرب واقف تھے۔

حضرتِ نوحؑ، سیلاب کے واقعات، ان کی قوم کے حالات اور ان کے صحائف کو قرآن کے اولین مخاطب اہلِ عرب نہیں جانتے تھے۔ اس کے ثبوت میں خود قرآن مجید کی سورۂ ہود میں حضرت نوحؑ اور طوفانِ نوحؑ کے واقعے کو بیان کرنے کے بعد اللہ جل جلالہٗ کا یہ ارشاد ہے:

ترجمہ: "یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے

---

[1] صحفِ ابراہیمؑ کے نام سے چند لوگوں کے پاس کچھ متفرق اوراق پائے جاتے تھے۔

نہ تم ان کو جانتے تھے اور نہ تمھاری قوم ....." (سورۂ ہود : ۴۹)

بہرحال قرآن نے اپنے مخصوص طرزِ بیان میں جن نبیوں کی کتابوں سے اس وقت کے قرآن کے مخاطب واقف تھے۔ ان کا نام ان الفاظ میں لیا کہ وہ لوگ آسانی سے پہچان لیں۔ لیکن ان سے پہلی کتابوں کا ذکر بھی تھوڑا نہیں۔ اس کے لیے ایسے جامع اور ذومعنی الفاظ استعمال فرمائے جو صرف اللہ رب العزت ہی کی خصوصی شان ہے۔ صحفِ اولیٰ اور زبرالاولین کے الفاظ سے اس دور کے لوگوں کو بھی کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ کیوں کہ ان سے وہی تمام صحائف وہ مراد لیتے رہے جن کو وہ جانتے تھے اور انہی الفاظ نے مصابیح الاسلام کے مصنف گنگا پرشاد اپادھیائے کو بھی بتادیا کہ "قرآن میں تمھاری کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں आदि ग्रन्थ آدِ گرنتھ یعنی اوّلین صحائف کا ذکر ہے۔ ہماری حکمت سے تم یہ کیوں امید رکھتے ہو کہ دنیا کی بڑی بڑی قوموں کے جن پیشواؤں (حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ) کا ہم نے ایک ساتھ نام لیا ہے [1] ان میں سے سب کی کتابوں کے نام تو بتائے لیکن تمھارے پیشوا (حضرت) نوحؑ ہی کی کتاب کا ذکر قرآن میں نہیں کیا۔"

اب آیئے زبرالاولین کے الفاظ پر غور کریں۔ قرآن بتاتا ہے:

"بے شک زبرالاولین میں یہ (قرآن) ہے۔" (سورۂ شعراء : ۱۹۶)

زبر کے لفظی معنی ہیں بکھرے ہوئے اوراق۔ زبرالاولین کا مطلب ہوا: "سب سے پہلے والے بکھرے ہوئے اوراق"۔ سب سے پہلے صاحبِ شریعت رسول حضرت نوحؑ تھے۔ ہندو حضرت نوحؑ کی امت ہیں۔ وہ اپنی مقدس کتابوں، ویدوں کے آدِ گیان [आदि ज्ञान] یعنی اولین علم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ویدوں کی تاریخ (جو مختصراً آپ کی نظر سے گذر چکی) پر نظر ڈالنے سے سب سے "پرانے بکھرے ہوئے اوراق" کی تعریف ان پر پوری طرح صادق آتی ہے۔

---

[1] سورۂ احزاب : ۷ اور سورۂ شوریٰ : ۱۳

آئیے اب ایک اور رُخ سے دیکھیں۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے کہ : وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○

ترجمہ : "اور آپ سے قبل بھی ہم نے مرد (ہی) بھیجے تھے جن پر ہم وحی کرتے تھے۔ اگر تم کو نہیں معلوم تو اہلِ ذکر سے پوچھ لو۔ ان کو ہم نے بیّنات اور زُبر کے ساتھ بھیجا تھا۔" [1]

یہاں اور دوسرے معانی کے ساتھ ایک لطیف اشارہ یہ بھی چھپا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں پر جو کتابیں نازل ہوئیں۔ وہ کچھ بیّنات تھیں اور کچھ زُبر۔ یعنی زُبر اور بیّنات مختلف نوع کے صحیفے ہیں۔ بیّنات کے معنی ہیں "جن میں صاف صاف سمجھ میں آنے والے الفاظ میں بیانات ہوں۔" بیّنات سے مختلف قسم کیا ہوئی؟ جن میں تمثیلی انداز میں واقعات کا بیان ہو" رگ وید میں کہا گیا ہے کہ میں واقعات کو حمد کے پیرائے میں تمثیلی زبان میں بیان کرتا ہوں۔ (رگ وید ۸ - ۹ - ۱۱)

ویدک علم کو ہم دیکھیں تو وہ زُبر کی اس تعریف پر بھی پورے اترتے ہیں اور ان کے اولین ہونے میں تو کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔

ویدوں کے صحف اولی یا زبرالاولین ہونے اور حضرت نوحؑ سے متعلق ہونے کا ایک آخری عقلی ثبوت یہ ہے کہ پُرانوں اور ہندوؤں کی دیگر مذہبی کتابوں میں تو بہت سے انبیاء علیہم السلام کی ناموں کے ساتھ پیشین گوئی ملتی ہے لیکن ویدوں میں انبیاء میں سے صرف آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے تذکرے ملتے ہیں۔ آسمانوں کے رسولِ اول ہونے کی حیثیت سے حضرت احمدؐ کی تفصیلات ملتی ہیں یا پھر ان کے علاوہ حضرت محمدؐ کی بعثت کی پیشین گوئیاں ملتی ہیں۔ رسولِ آخر الزماںؐ کی پیشین گوئیاں تو ہر مقدس صحیفے میں ہیں۔ ان کے علاوہ انبیاء میں سے حضرت نوحؑ سے آگے کسی نبی کا بیان نہ پایا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وید نہ تو نوحؑ سے پہلے کے صحیفے ہیں اور نہ ان کے دور کے بعد کے۔

[1] سورۂ نحل : ۴۳۔۴۴

ویدوں کو کتبِ الٰہی یا کتبِ مقدسہ تسلیم کیے جا سکنے میں جو اشکال ہمارے خیال میں پیدا ہو سکتے تھے۔ وہ ہم سمجھتے ہیں کہ اب باقی نہیں رہ گئے ہوں گے۔ خود ویدوں کے مضامین، وید پڑھنے والے چند مسلمان علماء کے خیالات اور سب سے بڑھ کر قرآنِ عظیم کی نشاندہی کے بعد اس میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ یہ کلامِ ربانی کے حصّے ہیں۔

وید اور دیگر ہندو مذہبی کتب

ہندو عقیدے کے مطابق ویدوں کو خدا کا کلام مانا جاتا ہے۔ جس کے کسی لفظ میں تبدیلی ان کے نزدیک جائز نہیں ہے اور دوسری مذہبی کتابیں جیسے پُران (पुराण) براہمن (ब्राह्मण) اُپنشد (उपनिषद्) اور آرنیک (आरण्यक) اِسمرتیاں (स्मृतियां) وغیرہ کو ویدوں کی تفسیر مانا جاتا ہے۔ ان تمام کتابوں کے الفاظ براہِ راست خدا سے منسوب نہیں ہیں بلکہ ان کا صرف مفہوم خدا کی طرف سے مانا جاتا ہے۔ یہ مختلف رشیوں سے منسوب تسلیم کی جاتی ہیں اور ان کے الفاظ اگر ایسے بدل جائیں کہ مفہوم نہ بدلے تو کوئی حرج نہیں مانا جاتا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے قرآن اور حدیث کا باہمی تقابل۔

کلیان پدم پُران انک میں یہ بات اس طرح کہی گئی ہے۔

• خدا کے اپنے الفاظ کو کوئی بولنے والا ویسے ہی مطلب والے دوسرے الفاظ سے بدل نہیں سکتا۔ اگر بدلے تو اُسے خدا کے الفاظ نہیں کہا جائے گا۔ اس قاعدے کے مطابق وید کے الفاظ خدا کے الفاظ ہی ہیں..... یہی نہیں جملے میں الفاظ کی ترتیب بھی نہیں بدلی جا سکتی پُران نیک لوگوں کے جملوں کی طرح ہیں۔ ان جملوں میں الفاظ بدلنے میں کوئی حرج نہیں مانا جاتا۔ ہاں ان کے جملوں کے مطلب میں تبدیلی نہ ہونا چاہیئے۔" [1]

ہندو عالموں کا دعویٰ ہے کہ ویدوں کو یاد کرنے میں اتنی تکنیکی احتیاط برتی گئی ہے کہ وہ شروع سے بغیر تبدیل ہوئے ویسے ہی چلے آ رہے ہیں۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہزاروں سال سے حافظوں میں چلے آ رہے ویدوں کو اٹھارویں صدی کے آخر میں پہلی بار تکس علر

---

[1] کلیان پدم پُران انک۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء ص ۱۲

نے کتابی شکل میں شائع کرایا۔ اگر ہم تمام تر احتیاطوں کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی حافظوں میں ویدوں کے ساتھ پرانوں اور دوسری کتابوں کے مضامین کا خلط ملط ہو جانا عین ممکن ہے۔ ویدوں کے انگریز مفسر سب اس بات کی تصدیق کرتے ہیں (حوالے اس باب میں دیے جا چکے ہیں)۔ ہماری سمجھ اور تحقیق کے مطابق ویدوں اور ان تمام کتابوں میں جتنے حصے کی قرآن سے تصدیق ہوتی ہے وہ اصل وید ہے۔







.....رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَّسِيْنَا أَوْ أَخْطَأْنَا.......

"اے ہمارے رب، ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں، ان پر گرفت نہ کر۔" (البقرہ: ۲۸۶)



अचित्ती यत्तव धर्मा युयोपिम मा नस्तस्मादेनसो देव रीरिषः

اے دیو (خدا) ہم سے جو گناہ انجانے میں ہوتے ہیں ان کی وجہ سے آپ ہمیں مت چھوڑیئے۔ (رگ وید ۷۔۸۹۔۵)



باب ٦

ابتدائے کائنات۔ حضرت احمد مجتبیٰ

حقیقت احمدی

ہم نے جگہ جگہ اس کا تذکرہ کیا ہے کہ ہندو قوم نے اپنی مذہبی حقیقتوں کو دیومالاؤں میں گم کر دیا ہے۔ ان میں سے اہم ترین حقیقت جس سے یہ قوم واقف تھی اور جس پر اس قوم کی بیشتر دیومالاؤں کی بنیاد ہے، وہ حقیقتِ احمدی ہے اس کی وضاحت کے لیے پہلے حقیقتِ احمدی کو سمجھنا ضروری ہے۔ جس کا تذکرہ ہمارے ان تمام علماء نے کیا ہے جن کا تصوف سے بھی تعلق رہا ہے۔ یہ ان حقیقتوں میں سے ایک ہے جن کو سمجھنا اس پندرھویں صدی میں ضروری ہے۔ ورنہ نہ تو ہم اس ہندو قوم کی دیومالاؤں کی حقیقت کو سمجھ سکیں گے اور نہ اس کا علاج کر سکیں گے۔

قرآن شریف کی سورۃ الصّف کی مندرجہ ذیل آیت پر نظر ڈالیں۔

ترجمہ: "اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب عیسیٰؑ ابن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا پیغمبر آیا ہوں۔ تصدیق کرنے والا توریت کی جو مجھ سے پیشتر سے ہے اور ایک رسول کی بشارت دینے والا جو میرے بعد آنے والے ہیں۔ جن کا نام احمدؐ ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کے آئے تو وہ لوگ بولے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔"

(سورۂ صف۔ آیت ٦)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے آنے والے رسول کی بشارت دی تھی۔

اور اس کا نام احمدؐ بتایا تھا۔

اس آیت کی تشریح میں مفسرین نے بہت تفصیل سے یہ سمجھایا ہے کہ انجیل میں احمد

کے نام سے آنے والے نبی کی بشارت موجود تھی لیکن عیسائی اس کے ترجموں میں تحریف کر رہے ہیں۔
بیشتر مفسرین نے یہاں اس بات کی وضاحت نہیں کی ہے کہ رسول اللہؐ کا نام احمدؐ کیسے تھا؟
یہاں صرف وہ احادیث نقل کی گئی ہیں جن میں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرا نام احمدؐ ہے۔ بیشک یہ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت محمدؐ کا ایک نام احمدؐ بھی تھا۔ لیکن کیسے تھا؟ کہاں تھا؟ کب تھا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر ہمارا ایمان ہے۔ لیکن اگر ان احادیث سے ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ احمدؐ نام کی کیا حقیقت ہے تو ہم مستشرقین کے الزامات کا کیا جواب دیں گے۔ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں سے محمدؐ کو معلوم ہوا کہ آنے والے نبی کا نام احمدؐ ہوگا اور یہ سن کر انھوں نے (نعوذ باللہ) قرآن کی آیت گڑھ لی اور زبانی بھی یہی کہنا شروع کر دیا کہ میرا نام احمدؐ ہے۔ حالانکہ ان کا نام تو محمدؐ تھا۔

ملاحظہ ہو ایک عیسائی مصنف کے الفاظ:

"........ بچہ کا نام محمدؐ رکھا گیا۔ یہ نام عربوں میں بہت کم ملتا تھا لیکن تھا۔ اس لفظ کا مادّہ حمد ہے جس سے محمدؐ کے معنی قابلِ تعریف کے نکلتے ہیں۔ حمد سے ہی احمد بنتا ہے۔ انجیل کے کچھ عربی ترجموں میں سریانی لفظ پیراکلیٹ PARACLETE کا غلط ترجمہ احمدؐ کیا گیا ہے اور یہ مفہوم مسلمانوں کی عیسائی اور یہودیوں سے گفتگو میں بہت زیادہ مقبول ہوگیا۔ کیوں کہ ان کے کہنے کے مطابق اسی نام سے ان کی کتابوں میں رسول کی پیشین گوئی تھی ......"

(لائف آف محمدؐ۔ تلخیص شدہ ایڈیشن۔ سرولیم میور۔ لندن ۱۸۷۱ء ص۵)

"...... مونٹانس کے بیان سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ 'پیراکلیٹ کی آمد کا وعدہ' کے بہت سے مفہوم بگاڑ کر متعین کیے جا سکتے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ انھیں میں سے ایک چھانٹا ہوا مفہوم محمدؐ کے سامنے بیان کیا گیا ہو۔ جس سے یہ آیت بنالی گئی جو سورۂ صف میں ہے...."

(لائف آف محمدؐ تلخیص شدہ ایڈیشن۔ ص۱۶۴)

تاریخ میں ہمیں حضرت محمدؐ کا نام احمدؐ کہیں نہیں ملتا۔ آپؐ کے یہ بتانے کے بعد کہ میں ہی احمدؐ ہوں، احمدؐ نام کا چلن ہوا۔ آپؐ کے دادا عبد المطلب نے آپؐ کا نام محمدؐ رکھا تھا۔

نہیں تھی۔ تمام اہل مکہ آپؐ کو صرف محمدؐ کے نام سے ہی پکارتے تھے۔ صادق اور امین کے لقب بھی آپؐ کے مشہور ہوئے لیکن احمدؐ نام کا کہیں ذکر نہ تھا۔ آپؐ کے تمام اصحاب آپؐ کو محمدؐ ہی کے نام سے جانتے تھے۔ پہلی مرتبہ آپؐ ہی کے منھ سے یہ انکشاف ہوا کہ آپؐ ہی احمدؐ تھے۔

کیا احمدؐ نام کی حقیقت سمجھنے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے؟ یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی کہ دنیا میں آپؐ کا نام محمدؐ ہوگا۔ حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو یہ کیوں بتایا کہ "اس کا نام احمدؐ ہے۔" حالانکہ یہ اللہ کے علم میں تھا کہ اس سے اعتراضات کا دروازہ کھلے گا۔ کیا رسول اللہؐ کے احمدؐ نام کی حقیقت محمدؐ سے الگ کچھ اور ہے جس کی طرف پچھلی امتوں کو متوجہ کرنا مقصود تھا۔؟

احمدؐ دراصل آپؐ کا نام عالم ارواح میں تھا۔ اس جسمانی دنیا میں بھیجے جانے سے پہلے تمام انسانوں کی پیدائش سے پہلے۔ حضرت آدمؑ کے بھی اس دنیا میں آنے سے پہلے ہم سب کا وجود تھا۔ روحانی دنیا میں ہم سب کی روحیں پہلے پیدا کی گئی تھیں۔ بعد میں جسم دے کر ہمیں اس دنیا میں بھیجا گیا۔ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں کی روحیں اب بھی موجود ہیں۔ اسی روحوں کی دنیا میں جہاں ہم سب سے اللہ نے اپنے رب ہونے کا اقرار کرایا تھا۔ قرآن شریف اس کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے:

ترجمہ: "اور اے نبیؐ! لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت) جبکہ تمھارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور (خود ان کو) ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا) "کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟" انھوں نے کہا "کیوں نہیں؟ (آپ ہی ہمارے رب ہیں) ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ (یہ ہم نے اس لیے کیا کہ) کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔ یا یہ نہ کہنے لگو کہ شرک کی ابتداء تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور ہم بعد کو ان کی نسل سے پیدا ہوئے۔ پھر کیا آپ ہمیں اس قصور میں پکڑتے ہیں جو غلط کار لوگوں نے کیا تھا۔" (الاعراف: ۱۷۲۔۱۷۳)

اس آیت کی تشریح میں شیعہ سنی تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ عہد جسموں کے پیدا ہونے سے پہلے تمام بنی آدم کی روحوں سے لیا گیا تھا۔ مثلاً علامہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

"کتاب الروح" میں لکھتے ہیں :-

"... ظاہر ہے کہ یہ عہد روحوں سے لیا گیا تھا کیوں کہ اس وقت بدن کہاں تھے۔"
(روحوں سے ملیے۔ خوابوں کو سمجھیے۔ ترجمہ کتاب الروح۔ مصنف علامہ حافظ ابن قیم رح ترجمہ از مولانا راغب رحمٰن ذا مسعود۔ مکتبہ الفلاح۔ دیوبند۔ ص ۲۴۹)

"کعب قرظی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: سب روحوں نے اجسام پیدا کیے جانے سے پہلے اللہ پر ایمان لانے کا اور اس کی معرفت کا اقرار کیا تھا۔" (ص ۲۵۰۔ بحوالہ بالا)

اس کے علاوہ اسی کتاب میں درج کیا گیا ہے کہ :

"حق تعالیٰ نے فرمایا: ولقد خلقنٰکم ثمّ صوّرنٰکم الخ (سورۂ اعراف: ۱۱)
(اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر تمہاری صورتیں بنائیں .. کہتے ہیں ثمّ (پھر) ترتیب و تاخیر کے لیے استعمال کیا جاتا ہے ...... معلوم ہوا کہ خلق سے خلقِ ارواح مراد ہے۔"
(ص ۲۴۹۔ بحوالہ بالا)

اس روحانی دنیا میں جہاں ہم سب نے اللہ تعالیٰ سے اقرار کیا تھا کہ آپ ہمارے رب ہیں، وہاں بھی منصب رسالت تھا لیکن اس روحانی دنیا میں صرف ایک رسول تھا اور وہ تھے جناب احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کے نزدیک اور ملائکہ کے نزدیک رسول اللہ کا نام احمدؐ تھا۔ احمدؐ اور محمدؐ ایک ہی شخصیت کی دو جدا جدا حقیقتیں ہیں۔ یہ تمام صوفیاء کرام کا متفقہ عقیدہ ہے۔

"اور "احمدؐ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام ہے کہ آسمان والوں میں وہ اس نام سے معروف ہیں ...... اور اس اسم مبارک کو ذات احد جل شانہٗ کے ساتھ بہت تقرب ہے اور دوسرے اسم (محمدؐ) سے ایک منزل اللہ کے نزدیک زیادہ قریب ہے۔"
(حضرت مجدد الف ثانیؒ۔ مکتوبات ربانی۔ اردو ترجمہ۔ دفتر سوم حصہ دوم مکتوب ۹۴)

"اس کا نام آسمان میں ملائکہ کے نزدیک احمدؐ مشہور ہے اور اہل زمین کے نزدیک محمدؐ ہے۔"
(سیرت محمدیہ۔ اردو ترجمہ مواہب الدنیہ ۱۳۴۲ھ مطبوعہ افضل المطابع۔ حیدر آباد۔ ص ۱۰۰)

اس دنیا میں حضور رسالت مآبؐ کا نام احمدؐ کہیں ثابت نہیں ہوتا۔ اس کے

باوجود قرآن بتاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے احمدؐ کے آنے کی پیشین گوئی کی تھی۔ آپؐ ہی آخری رسولؐ تھے۔ یہ بات تو پچھلی کتابوں میں بتائی گئی دیگر متعدد نشانیوں سے ثابت ہوتی ہی ہے۔ لیکن یہاں دراصل اس طرف توجہ مبذول کرانا مقصود تھا کہ تمام امتوں کو یہ بھی بتایا گیا تھا کہ آخری رسول وہ ہوگا جو آسمانی دنیا کا پہلا رسول احمدؐ تھا اور اس حیثیت سے تمام دنیا کے انسانوں کی روحوں کا رسول رہ چکا تھا۔ یہی حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو بتایا تھا کہ وہ رسول جو تمہارا اور میرا سب کا رسول آسمان میں احمدؐ کے نام سے تھا وہ دنیا میں میرے بعد جسمانی طور پر آخری رسول بن کر آنے والا ہے۔

حقیقتِ احمدیؐ ہر مقدس کتاب میں ہے

توریت اور انجیل میں احمدؐ نام کی حقیقت پر ہمارے مفسرین بہت تفصیل سے حوالے پیش کر چکے ہیں اس لیے انھیں نقل نہ کرتے ہوئے ہم ہندوؤں کی مذہبی کتب اور بدھ مت میں 'احمدؐ' کی حقیقت کے کچھ نمونے پیش کر رہے ہیں:

بائبل کے علاوہ ویدوں میں بھی 'احمدؐ' نام کا ذکر موجود ہے۔ آیئے دیکھیں —

वेदाहमेत पुरुष महान्तमादित्यवर्ण तमसः प्रस्तात .... यनाय

"وہ تمام علوم کا سرچشمہ 'احمدؐ' عظیم ترین شخصیت ہے۔ یہ روشن سورج کے مانند اندھیرے کو دور بھگانے والا ہے۔ اس سراجِ منیرؐ کو جان لینے کے بعد ہی موت کو جیتا جا سکتا ہے۔ نجات کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔" (یجر وید: ۳۱ - ۱۸)

अहमिद्धि पितुष्परि मेधामृतस्य जग्रभ। अहं सूर्य इवाजनि

"احمدؐ نے سب سے پہلی قربانی دی اور سورج جیسا ہو گیا۔" (رگ وید۔ ۸-۶-۱۰، ۹) (واضح رہے کہ قرآن میں رسول اللہؐ کو سراجاً منیراً یا چمکتا ہوا سورج کہا گیا ہے)

अयमिद् वै प्रतीवर्त ओजस्वान् संजयो मणि :।

प्रजां धनं च रक्षतु परिपाण : सुमङ्गल :॥

"احمدؐ وہ ہیں جو لوٹتے ہیں تو روشن طاقت ور ہیرا ثابت ہوتے ہیں۔ مخلوقات اور دولت کی حفاظت ہر پہلو سے کرتے ہیں اور بہترین نجات دہندہ ثابت ہوتے ہیں۔" اسی طرح اتھرو وید

(۲۰-۱۲۶-۱۴) میں ــــ अहमदाम لفظ استعمال ہوا ہے۔

مندرجہ بالا چاروں منتروں کے ترجمے میں غلطیاں کی جا رہی ہیں۔ مثلاً پہلے منتر میں احمت لفظ استعمال ہوا ہے۔ سنسکرت میں 'د' کی جگہ اکثر 'ت' استعمال ہوتا ہے۔ اس لفظ کو دو حصوں میں ـــ اہم + ات میں تقسیم کر کے ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ اہم کے معنی "میں" اور ات کے معنی اس کے ہیں اس طرح ترجمہ کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کی گڑبڑ دوسرے دونوں منتروں میں بھی ہے۔

بدھ مت میں بھی 'احمدؐ' نام کی حقیقت دیکھتے چلیں۔ بدھ مت میں 'بدھا' پیغمبر کے ہم معنی ہے۔ گوتم بدھ نے اپنے چیلے نندا کو مخاطب کر کے بتایا تھا "نندا! میں نہ تو پہلا بدھا ہوں اور نہ آخری بدھا ہوں۔"[۱]

پہلے بدھا کے متعلق ڈاکٹر رادھا کرشنن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"جاپان میں پہلے بدھا کا نام 'امیتابھ' ملتا ہے۔"[۲]

"اور جاپان میں اس کا تلفظ ایدِ (AMID) ہے۔"[۲] یعنی "احمدؐ"

یہ لفظ امیتابھ امِت اور آبھا دو لفظوں کا مرکب ہے۔ امِت (EMETH) احمدؐ لفظ کا بگڑا ہوا تلفظ ہے اور آبھا کے معنی نور کے ہیں۔ اس طرح امیتابھ کے معنی ہوئے نورِ احمدؐ یعنی بدھ ازم میں بھی یہ حقیقت کھوئی ہوئی ہے کہ پہلا پیغمبر نورِ احمدؐ تھا۔

یہ تھے پچھلے صحائف۔ آئیے دیکھیں، حدیثیں کیا کہتی ہیں ـــ

"حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ۔ نبوت آپؐ پر کس وقت واجب ہوئی، تو آپؐ نے فرمایا "اس وقت جبکہ آدمؑ روح اور بدن کے درمیان تھے۔"[۳]

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

"عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کے نزدیک ضرور اس

---

[۱] 'Gospels Of Buddha', by Carus. P-217

[۲] گوتم بدھ۔ دھرم اور درشن ص۱۵۔ ریکوری آف فیتھ ص۱۰۱ از ڈاکٹر رادھا کرشنن

[۳] ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ باب سید المرسلین۔ فصل ثانی۔

وقت نبی تھا کہ آدمؑ اپنے مٹی کے بدن میں پڑے تھے۔ سلہ (یعنی ابھی روح نہیں ڈالی گئی تھی) حاکم نے مندرجہ بالا حدیث کو صحیح الاسناد بتایا ہے۔

"حضرت العبسی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہؐ! آپ کب نبی تھے؟ آپؐ نے فرمایا: "میں اس وقت ضرور نبی تھا کہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے" سلہ

اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے اپنے حلیہ میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ سلہ

عقلی ثبوت

آپؐ کے روحوں کی دنیا میں رسول ہونے کا ایک عقلی ثبوت نہایت واضح ہے تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت آدمؑ کی نبوت جنت میں نہیں تھی بلکہ دنیا میں بھیجے جانے سے حضرت آدمؑ کی نبوت کا آغاز ہوا تھا جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ نے فرشتوں سے فرمایا:

ترجمہ: "میں زمین میں ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں۔" سلہ

یہ بھی ہمیں قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ناموں کا علم (الاسماء کلہا) حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد دیا گیا تھا۔

ترجمہ: "اور اس نے آدمؑ کو نام سکھائے کل کے کل۔ پھر انھیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔" سلہ

اب یہاں غور کیا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ نے حضرت آدمؑ کو یہ "ناموں کا علم" براہ راست خود دیا تھا یا حضرت جبرئیلؑ یا کسی اور فرشتے کے ذریعے دیا تھا؟ دونوں صورتوں میں یہ وحی ہوئی اور اگر حضرت آدمؑ پر وحی اترنا ثابت ہوتا ہے تو وہ روحانی دنیا میں بھی نبی ثابت ہوئے۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔

سلہ بیہقی۔ احمد۔ حاکم۔ بحوالہ سیرت محمدیہ اردو ترجمہ مواہب الدینہ ۱۳۴۲ھ ص

سلہ امام احمد بحوالہ سیرت محمدیہ۔ اردو ترجمہ مواہب الدینہ ۱۳۴۲ھ ص

سلہ سیرت محمدیہ۔ اردو ترجمہ مواہب الدینہ۔ ص

سلہ البقرہ۔ ۳۰ ۵ البقرہ۔ ۳۱

روایتوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کل ناموں (الاسماء کلّھا) کا علم یا تو مجھے دیا گیا تھا یا آدمؑ کو۔

دیلمی نے ابو رافع سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "مجھے میری امت مٹی اور پانی میں دکھائی گئی اور مجھے الاسماء کلّہا کا علم دیا گیا جو آدمؑ کو دیا گیا تھا"۔ [۱]

یعنی صرف دو شخصیتوں کو یہ علم عطا کیا گیا تھا۔ ان میں سے حضرت آدمؑ نبی نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ احمدؐ (رسول اللہؐ) کے ذریعہ یہ علم حضرتِ آدمؑ کو دیا گیا ہوگا۔ یہ رسولِ احمدؐ کے آسمانی دنیا میں رسول ہونے کی عقلی دلیل ہے۔

سائنس رہنمائی کی محتاج ہے

زمین پر حیاتِ انسانی کی شروعات کو ہزاروں سال بیت گئے۔ لاتعداد عظمتوں، پستیوں روشنی کے میناروں اور عبرت کی داستانوں کو سمیٹتا ہوا وقت لگاتار آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ اس آخری گھڑی کی طرف جہاں ایک دھماکے سے ان سارے عجائبات کا سلسلہ ختم ہو جائے گا اور ایک نئی اور ابدی حیات کا آغاز ہوگا۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ ہی انسانی عقل بھی ارتقاء کی منزلیں طے کر رہی ہے اور اپنی ترقی کے نقطۂ عروج پر پہنچ کر یہ مادی عقل بھی فنا ہو جانے والی ہے۔ اب سے چودہ سو سال پہلے جب انسانی عقل بچپن کے دور سے نکل کر بلوغت کے دور میں داخل ہوئی تو ربِّ کائنات نے خاتم النبیینؐ کو دنیا میں اس آخری کتاب کے ساتھ بھیجا جس میں وقت کے آخری سرے تک پیش آنے والے تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ قرآن کریم حضرت محمدؐ کا سب سے بڑا معجزہ ہے اور اس کے عجائبات رہتی دنیا تک سامنے آتے رہیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:۔ "ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں (اسی) دنیا میں دکھائیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی، یہاں تک کہ ان پر کھل کر رہے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے"۔ [۲]

انسانی عقل اللہ کے علم کا کبھی احاطہ نہیں کر سکتی۔ جنہوں نے اس قطعی علم سے فائدہ اٹھانے

---

[۱] تفسیر فتح القدیر۔ جلد اول صـ۵۲   [۲] حٰمٓ السجدہ : ۵۳

کی کوشش کی۔ ان کی ایک مثال نوبل انعام یافتہ سائنس داں ڈاکٹر عبدالسلام ہیں جنھوں نے قرآن سے استفادہ کرنے کے بعد سائنس کو یہ تھیوری (نظریہ) دی کائنات میں مختلف طاقتیں (FORCES) نہیں بلکہ ایک ہی بنیادی طاقت (FORCE) کارفرما ہے جو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اس کے برخلاف وہ ہیں جو آج تک اس گتھی کو سلجھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ کہ زمین پر انسان کیسے وجود میں آیا۔ ڈارون کا نظریہ (تھیوری) کہ انسان بندر کی ترقی یافتہ شکل ہے، آج تک ایک نظریہ ہی ہے۔ جسے سائنس غیر ثابت شدہ نظریہ مانتی ہے۔ انسانی عقل نے اپنی تمام توتیں صرف کر دیں لیکن وہ نہ تو ڈارون کی تھیوری کو آج تک ثابت کر سکی اور نہ آئندہ کر سکے گی۔ انسانی عقل جس مقام پر پہنچ کر لاچار ہو جاتی ہے وہاں تو اسے علیم و خبیر کی آواز سننے کی کوشش کرنا ہی چاہیے جو کہہ رہا ہے:

ترجمہ: "تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں؟" [۱]

جب انسان کی ابتداء کو ہی سائنس دریافت نہیں کر سکی تو کائنات کی تخلیق کا علم اسے کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس میدان میں بھی وہ اندھیرے میں ہی ہاتھ پیر مار رہے ہیں۔ دنیا کے سب سے معیاری انگریزی ماہنامہ "دی ریڈرس ڈائجسٹ" کے اگست ۱۹۷۰ء کے ایک مضمون کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

"موجودہ برسوں میں ہمارے سائنس دانوں کے سامنے رونگٹے کھڑے کر دینے والے عجائبات کا ایک سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ جس نے کائنات کے بارے میں ہمارے چند مکمل ترین اور کلیدی نظریات کو چیلنج کر دیا ہے اور تخلیقِ کائنات کا ایک تحیّر خیز نیا نظریہ سامنے آ رہا ہے۔" [۲]

نظریات بنتے اور بگڑتے ہی رہیں گے۔ تلاش کی سمت ہی غلط ہے۔ جب تک صحیح سمت میں جستجو نہیں کریں گے حقیقت کے ثبوت کیسے مہیا ہوں گے؟ حدیث و قرآن میں تخلیقِ کائنات کے علم کی مکمل رہنمائی موجود ہے اور پچھلے صحائف میں بھی تھی۔ فی الحال ہم تخلیقِ کائنات کی ابتداء کا ذکر کر رہے ہیں۔ کیوں کہ اس کا تعلق ہمارے پچھلے صفحات اور حقیقتِ احمدی سے ہے۔

---

[۱] محمد: ۲۴ [۲] نیو ورژنس آف دی یونیورس۔ ایڈ وولفرٹ ص ۲۵ تا ۳۳ بحوالہ ریڈرس ڈائجسٹ اگست ۱۹۷۰ء

سرورِ کائناتؐ ہی کائنات کی ابتدا ہیں

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقشِ روئے محمد بنا یا گیا
پھر اسی نقش سے مانگ کر روشنی بزمِ کون و مکاں کو سجا یا گیا

(مولانا قاسم نانوتوی۔ بانی دارالعلوم دیوبند)

احادیث سے صرف اتنا ہی معلوم نہیں ہوتا کہ رسول اللہؐ کی نبوت حضرت آدمؑ کے بدن میں روح ڈالے جانے سے پہلے تھی بلکہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت احمد مجتبیٰؐ کی تخلیق تمام کائنات، ملائکہ، زمین و آسمان و دیگر مخلوقات اور عرشِ الٰہی سے بھی پہلے ہوئی تھی اور پھر نورِ احمدیؐ ہی کو اللہ عزوجل نے دیگر تمام مخلوق کی پیدائش کا وسیلہ بنایا۔

ذیل میں ہم حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندیؒ کے مکتوباتِ ربانی سے چند احادیث نقل کر رہے ہیں :

مشہور حدیثِ قدسی میں آیا ہے، "میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے محبوب رکھا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تاکہ میں پہچانا جاؤں"۔

سب سے پہلے جو چیز اس مخفی خزانے سے ظہور کے طور پر جلوہ گر ہوئی وہ محبت تھی جو کہ مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی"۔ [1]

اس حدیث کو امام غزالیؒ اور حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے بھی بیان کیا ہے۔ [2]

حدیثِ قدسی میں حبیبُ اللہ کی شان میں آیا ہے۔

"اگر تو نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی ربوبیت کا اظہار کرتا"۔ [3]

---

[1] مکتوباتِ ربانی، اردو ترجمہ۔ دفتر سوم حصہ دوم ص۱۲۰ مکتوب ۱۲۲ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

[2] ص۱۰۹ "قرآن اور تصوف" ڈاکٹر میر ولی الدین۔ صدر شعبۂ فلسفہ جامعہ عثمانیہ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی

[3] مکتوبات ۱۲۲ دفتر سوم حصہ دوم اور اسی مکتوب کے حاشیہ میں درج ہے کہ ــــ دیلمی نے مسند فردوس میں ابنِ عباس سے اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک حدیث روایت کی ہے۔ اسی طرح مواہب میں ہے۔ نیز حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔ علامہ سبکی نے شفاء السقام میں اسے برقرار رکھا۔ علامہ بلقینی نے اپنے فتاویٰ میں بحال رکھا۔ لہٰذا معناً اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا :

"سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا ." [۱]

مندرجہ بالا تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ تمام مخلوقات میں سب سے پہلی تخلیق نورِ احمدؐ ہی کی تھی یہی بدھ ازم اور ہندو مت میں بھی ثابت ہو چکا ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے ۔ ہندو مذہب میں تخلیقِ اوّل کا موضوع کتنا اہم ہے ۔ یہ مندرجۂ ذیل مثالوں میں دیکھیں ۔

"...... تخلیقِ اول کا موضوع ۔ ان باتوں کو جو شخص جان لیتا ہے، وہ لمبی عمر والا، مشہور (دل کی) دولت سے مالا مال، صدقہ، جاریہ کا اہل اور بڑا عالم بن جاتا ہے اور اسے شہادتِ حق کا حصول ہوتا ہے ." [۲]

تخلیقِ اول کی ہندو مذہبی کتب میں کتنی اہمیت ہے یہ جان کر مشہور ہندو محقق ڈاکٹر چمن لال گوتم حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

"........ تخلیقِ اوّل کا نہ کوئی پران بنایا گیا نہ مندر بنائے نہ ان کی پوجا عام ہوئی یہی تعجب ہے ۔ تخلیقِ اول کو تو سب سے نمایاں طور پر دیوتا کے روپ میں اعزاز دینا چاہیے تھا ......" [۳]

یہاں ہم نے چند مثالیں ہی پیش کی ہیں ۔ آسمانی رسول اول یا نورِ احمدی یا تخلیقِ اوّل پر ہندو قوم نے کتنی دیو مالائیں کھڑی کی ہیں اور ان دیو مالاؤں کی اصل حقیقت کیا ہے ؟ یہ بے حد دلچسپ اور کار آمد لیکن ایک طویل موضوع ہے جس کا ذکر ہم آئندہ کریں گے ان شاء اللہ

• مکتوب ۹۴ دفتر سوم حصہ دوم ۔ اور اسی مکتوب کے حاشیہ میں درج ہے کہ ـــــ

اس حدیث کو علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں ذکر کیا ہے اور محاضرۃ الاوائل میں ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور شیخ محی الدین ابن عربی نے فتوحات میں بھی اسے ذکر کیا اور محدث عبدالرزاق نے بروایت جابرؓ اسی مضمون کی ایک حدیث روایت کی ہے ۔

[۱] اشلوک ۵۶ ۔ ہری ونش پران ۔ بھاگ ۱ صہ ۵۹ پنڈت شری رام شرما آچاریہ

[۲] وشنو رہسیہ ۔ ڈاکٹر چمن لال گوتم صہ ۲۷۶

قرآن سے بھی ثابت ہے

احادیث اور دیگر صحائف میں تفصیل سے ذکر موجود ہو اور اتنی اہم حقیقت قرآن میں موجود نہ ہو! بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔ آیئے دیکھیں۔

"قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ؀" (الزخرف : ۸۱)

ترجمہ: "آپ کہہ دیجئے کہ اگر رحمان کے اولاد ہو تو سب سے اوّل عبادت کرنے والا تو میں ہوں"

مندرجہ بالا آیت کا اکثر مفسرین نے مطلب یہ بتایا ہے کہ بالفرض محال اگر رحمان کی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں (رسول اللہ ﷺ) اس کی عبادت کرتا۔ لیکن چونکہ اس کے یہ اولاد ہونا محال ہے اس لیے میرا اس کی (اولاد کی) عبادت کرنا بھی محال ہے۔ [1]

آیت کی یہ تفسیر صحیح ہے ـــــ لیکن ان معنوں میں ایک اشکال یہ ہے کہ اللہ کی اولاد کا ہونا محال کیا! ہے ہی نہیں۔ رسول کی طرف سے یہ فرض کرنا بھی کہ اگر اولاد ہوتی تو وہ اس کی عبادت کرتے! ذہن اس سے بہتر کوئی تاویل ڈھونڈتا ہے۔ مندرجہ بالا آیت میں عربی لفظ "اِن" کے معنی "اگر" اور "نہیں" دونوں ہوتے ہیں۔ شاید اسی لیے امام بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں اس آیت کے مندرجہ ذیل معنی نقل کیے ہیں۔

"کہہ دیجئے کہ رحمان کے اولاد نہیں۔ سو میں تو اولاد ماننے سے پہلا ناراض ہونے والا ہوں"

امام بخاریؒ نے عابدین کا ترجمہ "عبادت کرنے والے" کے بجائے "ناراض ہونے والے" کیا ہے۔ عربی شاعری میں چونکہ یہ لفظ ان معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے لیکن اتنے دور کی تاویل کرنے پر مفسرین نے ان پر بہت اعتراضات کیے ہیں۔ چنانچہ علامہ شوکانیؒ نے تفسیر فتح القدیر میں اس پر اشکال ظاہر کیا ہے۔

غور فرمائیں کہ اگر یہ اصول صحیح ہے کہ احادیث قرآن شریف کی تفسیر کرتی ہیں تو اوپر بیان کردہ احادیث کی روشنی میں اس آیت کا مطلب کتنا واضح ہو جاتا ہے جس سے مندرجہ بالا دونوں قسم کے اشکال نہیں رہتے اور احادیثِ نبویؐ کی تائید بھی ہوتی ہے یعنی ـــ "آپ کہہ دیجئے

[1] بحوالہ لغات القرآن ـ جلد چہارم ص۵۶ مولانا عبدالرشید نعمانی

کہ رحمٰن کی اولاد نہیں ہے۔ اور میں اول العابدین یعنی سب سے پہلا عابد ہوں۔"

اس کائنات کی ہر شے، فرشتے، زمین، آسمان، سمندر، پہاڑ، پیڑ پودے سب اللہ کی عبادت کر رہے ہیں اور اس کے عابد ہیں۔ سب سے پہلا عابد وہی ہستی ہو سکتی ہے جو ان سب عابدین سے پہلے پیدا ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ آپ یہ اعلان فرما دیں کہ "رحمان کی کوئی اولاد نہیں ہے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت میں (رسولؐ) خود ہوں۔ کیونکہ میں پیدائش تخلیق اول ہوں۔ اولاد ہونے کا دعویٰ کرتا تو میں کرتا۔ جب میں خود یہ کہہ رہا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں تو پھر رحمان کی اولاد کوئی اور کیسے ہو سکتی ہے؟"

... کے علاوہ سورۂ نساء کی آیت ۱ میں ارشاد ہوا ہے:

ترجمہ: "اے لوگو! اپنے پروردگار سے تقویٰ اختیار کرو جس نے تم سب کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا زوج (جوڑا) پیدا کیا۔"

... انسانوں کی پیدائش کا ذریعہ ایک نفس کو بتایا گیا ہے نفس کے معنی ... جان کے ہوتے ہیں اور اس سے جسم اور روح دونوں مراد ہوتے ہیں۔ جب جان سے مراد ... ہے تو اس آیت میں حضرت آدمؑ و حواؑ سے تمام انسانوں کی پیدائش کا مطلب سمجھ میں آتا ہے اور جب نفس سے مراد روح ہو تو روحِ اول یعنی نورِ احمدؐ سے تمام ارواح کا پیدا ہونا ثابت ہوگا۔ (واضح رہے کہ روح کا جوڑا جسم ہے۔ پہلے تمام روحوں کو ایک روح سے پیدا کیا پھر ان کے جوڑے یعنی جسم بنائے۔)

کلامِ الٰہی سے جب ہم معلوم کرتے ہیں کہ انسانی جسم کس چیز سے بنایا گیا تو مختلف الفاظ جو ہمیں ملتے ہیں وہ یہ ہیں:۔

طین (کیچڑ)۔ تراب (خاک)۔ علق (خون کی پھٹکی)۔ ماءِ دافق (اچھلنے والا پانی)، صلصال (کھنکھناتی ہوئی اور سڑی ہوئی مٹی)، حماءٍ مسنون (رسا ہوا گارا) اور نطفہ۔

یعنی کل ملا کر جب ہم دیکھتے ہیں تو انسانی جسم ناپاکیوں کا مجموعہ ہے۔ یہ ناپاکیاں اور عیوب انسان کے خمیر میں موجود ہیں۔ انسان جسم کے قالب میں آنے کے بعد جنت میں

بھی شیطانِ مردود سے دھوکہ کھا گیا۔ اب دیکھیے فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ اللہ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا۔

"...... اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا؟" ؎۱

یہ روحِ اول ہے جسے اللہ نے اپنی صفات سے موصوف کیا اور قرآن میں اسے رؤفٌ رّحیم کہا۔ اس پاک ترین روح سے تمام انسانوں کی روحیں پیدا ہوئیں۔ جب جسموں میں روح پھونکی گئی تو انسان افضل ترین صفات اور ارزل ترین ناپاکیوں کا مجموعہ ہو گیا۔

قرآن کریم کی آیات میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے:

ترجمہ: "ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔ پھر ہم نے اس کو پستیوں سے سب پست پر لوٹایا۔" ؎۳

یعنی روح پہلے پیدا ہوئی جو اللہ کی فطرت پہ ہے اور پھر اس روح کا تعلق جسم سے ہوا جو ناپاک تھا۔ اب انسان دونوں طرح کی صفات کا مجموعہ ہے۔

ظاہر ہے بہترین ساخت پر وہی روح پیدا کی گئی جسے رؤفٌ رّحیم کہا گیا۔ مندرجہ بالا آیات بھی رحمۃ اللعالمینؐ کی سب سے اول پیدائش کا ثبوت ہیں۔ اور یہ تو ربُّ العالمین نے سرورِ کونینؐ کو رحمۃ اللعالمین (تمام جہانوں کے لیے رحمت) کے الفاظ استعمال فرما کر ہی بتا دیا تھا۔ ظاہر ہے رسولِ آخرؐ کا تعلق اگر صرف اس دنیاوی حیات میں انسانوں سے ہی ہوتا تو آپؐ تمام کائنات کے لیے وجہِ رحمت کیسے ہوتے۔

کلامِ ربانی میں جگہ جگہ حضرت محمدؐ کو رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ بتایا گیا ہے۔ جب نفس سے مراد روح لیا جائے گا تو اس کا مطلب ہو گا "تم سب کی روحوں کا رسول" نہ کہ صرف عربوں کا رسول۔ اس سے آپؐ کی آفاقیت ثابت ہوتی ہے۔

مزید برآں سورۂ احزاب کی آیت ۷ میں بھی دیکھیں ـــــ

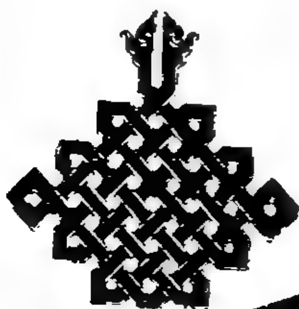
"اور (وہ وقت بھی قابلِ ذکر ہے) جب ہم نے تمام پیمبروں سے عہد لیا اور آپؐ

؎۱ سورۂ روم: ۳۰ ؎۲ سورۂ توبہ: ۱۲۸ ؎۳ سورۂ التین: ۴، ۵

سے (بھی) اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ابن مریم سے (بھی) اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا"

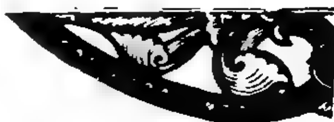
اس آیتِ کریمہ میں اگر آپ غور فرمائیں تو تینوں سے عہد لینے کی ترتیب میں آپؐ (حضرت احمد مجتبیٰؐ) کا نام تمام دوسرے انبیاء سے پہلے لیا گیا ہے۔

یہ ہے رسولِ اکرمؐ کے تخلیقِ اول ہونے کا واضح قرآنی بیان اور یہ ہے نورِ احمدیؐ کی حقیقت چونکہ تخلیقِ اول ہونے کی حیثیت سے اور روحوں کی دنیا میں تمام روحوں کا رسولِ اول ہونے کی حیثیت سے آپؐ کا ذکر دیگر تمام صحائف میں موجود تھا (اور آج بھی ہے) اس لیے قرآن نے پچھلی امتوں پر یہ واضح کر دیا کہ یہ رسول کسی غیر قوم کا نہیں بلکہ وہی رسول ہے جو تم سب کا واحد رسول تھا۔ عالم بالا میں! — ملأ اعلیٰ میں!!





یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کُن فیکون
(اقبالؒ)



باب

اگنی ۔ ویدوں میں ایک معمّہ

رگ وید کا پہلا منتر اگنی کی حمد و ثنا سے شروع ہوتا ہے ...... अग्निमीळे

دراصل عبادتیں اور تعریفیں اگنی کے لیے ہی ہیں۔ ہندو مذہب کے دونوں بڑے فرقوں آریہ سماجی و سناتن دھرمی عالم اس بات پر متفق ہیں کہ لفظ اگنی (अग्नि) دراصل اگرنی (अग्रणी) ہے۔ جس کا مطلب ہے سب سے اول، سب سے آگے یا جس سے آگے کوئی نہ ہو۔ مندرجہ بالا منتر کو جب بھی کوئی مسلمان دیکھے گا تو یہی کہے گا کہ اگنی ویدوں میں خدائے واحد کا نام ہے۔ اب اگر آپ ویدوں کا آگے مطالعہ کریں تو اگنی کی حقیقت الجھ جائے گی۔ کہیں اگنی انسان معلوم ہوتا ہے کہیں خدا۔ مثلاً:

"ہم اگنی کو دوت (پیغمبر) چنتے ہیں"[۱] अग्निं दूतं वृणीमहे

اور अग्माने प्रयत दक्षिण नरं "اگنی وہ انسان (ہے) جو عبادت گزاروں سے خوش ہوتا ہے۔"[۳]

حقیقتِ احمدیؐ سے واقف حضرات کو یہاں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ اول کو اپنے صفاتی نام دیئے تھے۔ رؤف اور رحیم اللہ کے اپنے نام ہیں۔ قرآن میں رؤف اور رحیم اپنے اس محبوب بندے کا نام بھی بتایا جسے اس نے روحوں کی دنیا میں سب سے اول تخلیق کیا تھا[۴]۔

اللہ نے اپنے صفاتی نام تخلیقِ اول کو بھی دیئے۔ یہ حقیقت تمام مقدس کتابوں میں تھی اور یہی حقیقت بگڑ کر دنیا کے مذاہب میں شرک اور دیوی دیوتاؤں کی بنیاد بن گئی۔ جیسے

۱؎ رگ وید ۱-۱-۱ ۲؎ رگ وید ۱۔۱۲۔۱ ۳؎ رگ وید ۱۔۳۱۔۱۵ ۴؎ سورۃ توبہ ۱۲۸

اسمائے الٰہی سے موسوم تخلیقِ اول کا راز گم کرکے اوتاروں کا تصور آیا کہ خدا خود انسان کے قالب میں زمین پر آتا ہے۔ اسی حقیقت کے سمجھ میں نہ آسکنے پر خدا کا بیٹا بنا۔ اور یہودیوں نے اسے حضرت عزیرؑ اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ پر فٹ کیا اور اسی حقیقت میں غلو ہونے سے حضور سرورِ کونینؐ کو بندگی سے اونچے مقام پر اٹھانے کی کوشش کی گئی۔

'اگنی' یعنی اول ہونا' اللہ کی صفت ہے اور تخلیق اول ہونے کی حیثیت سے یہ عبد اول کی صفت بھی قرار پائی۔ اس راز کے الجھنے کا حال اللہ سے مخفی نہ تھا اور اس نے جگہ جگہ خود ویدوں میں اگنی کا راز تلاش کرنے پر شدت سے زور دیا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اس راز کو मेधावी जन یعنی راسخین فی العلم تلاش کریں گے۔[۱] ویدوں ہی نے یہ پیشین گوئی کی کہ मन्थन یعنی تحقیق و ریسرچ سے اگنی کا راز کھلے گا۔ اسی پر تمہاری فلاح کا دار و مدار ہے اور اس راز کے کھلنے کے بعد تم امامِ عالم ہوگے۔[۲] یہ بھی اشارہ فرمایا کہ मरुत गण یعنی ریگستانی امت کے لوگ (مسلمان) اس راز کی تحقیق کریں گے۔[۳] اور یہ بھی پیشین گوئی فرمادی کہ سب سے بعد والی مشعل (قرآن) کو سب سے پہلی مشعل (وید) کے اوپر رکھنا پڑے گا (یعنی قرآن کی روشنی میں جب وید کا مطالعہ کیا جائے گا) تبھی اگنی کا راز کھلے گا۔[۴]

حقیقتِ احمدی بہت تفصیل سے ہر مقدس کتاب میں بیان ہونے کا مقصد یہ تھا کہ جب قومیں اپنی طرف بھیجے گئے رسولوں کو اپنے لیے مخصوص کرلیں گی اور دوسرے رسولوں کا انکار کریں گی اس وقت دنیا کو اس وحدت پر اکٹھا کیا جاسکے کہ آخری رسول جس کا یہ انکار کررہے ہیں اس کو سب مذہبی قومیں بعد میں آنے والے رسول کی حیثیت سے نہیں بلکہ سب سے پہلے رسول (احمدؐ) کی حیثیت سے جانتی تھیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ الجھی ہوئی حقیقتِ احمدی کو ان کی مقدس کتابوں میں قرآن کی روشنی میں صاف کرکے تمام دنیا کو ایک رسول کی حقیقت پر اکٹھا کیا جائے۔

---

[۱] رگ وید ۱۰۔۱۱۔۳ [۲] رگ وید ۳۔۲۹۔۵

[۳] رگ وید ۵۔۳۔۳ [۴] رگ وید ۳۔۲۹۔۳

ہندو صحائف میں اگنی کسے کہا گیا ہے؟ اسے سمجھے بغیر نہ ہندو کتب میں توحید کا عقیدہ واضح ہو سکتا ہے اور نہ رسالت کا۔ کیوں کہ کہیں یہ لفظ اللہ کے لیے استعمال ہوا ہے اور کہیں حضرت احمدؐ کے لیے۔ اسی لیے اس کی تفصیل ہم نے توحید۔ رسالت اور آخرت کے عنوان والے ابواب سے پہلے واضح کرنا ضروری سمجھا۔

اقبالؒ

باب ۳

اسلام اور ہندو دھرم ۔ ناموں کی یکسانیت

دیگر محققین کیا کہتے ہیں! پچھلے صفحات میں ہم نے جگہ جگہ یہ کہا ہے کہ ویدک دھرم میں آسمانی کلام موجود ہونے کے مزید ثبوت ہم پیش کریں گے لیکن اس سے پہلے چند حوالے ہم نقل کر رہے ہیں جس سے یہ واضح ہو سکے کہ ہمارے پیش رو محققین ہندو قوم اور ہندو مذہب کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے۔

"اس سے انکار نہیں کہ ہندو مذہب میں توحید بھی ہے لیکن یہ مذہب اتنا پرانا ہو چکا ہے کہ زمانے کے تغیرات سے اس میں توحیدِ خالص باقی نہیں رہی۔"[1]

البیرونی بھی جو ہندوؤں کے مذاہب کا سب سے بڑا واقف کار ہے، ہندو خواص کو موحد اور عوام کو مشرک مانتا ہے۔ کتاب الہند گیارہویں باب میں لکھا ہے:
"بت پرستی عوام کا مذہب ہے خواص کا دامن غیر اللہ کی عبادت سے پاک ہے۔" مسلمان اکابر میں مرزا مظہر جان جاناںؒ ہندوؤں کی بت پرستی کی تاویل کو قبول کرتے تھے اور ان کو اصلاً موحد مانتے تھے۔[2]

آخر میں ہم شاہ عبدالعزیزؒ کی ایک تحریر نقل کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ کا منشا یہ ہے کہ ہر قوم میں خدا سے ڈرانے والے گزرے ہیں ...... بالجملہ ہندوؤں کے اوتار مظہر حق تھے۔ لیکن ہندو عوام اپنے تصور فہم کی

---

[1] رسالہ معارف ہندو دھرم "اسلام میں دوسرے مذاہب اہل مذہب کی حیثیت" (مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی)

[2] ...... [illegible]

بنا پر ظاہر اور مظہر میں فرق نہ کر سکے اور سب کو معبود بنا کر گمراہی میں مبتلا ہو گئے۔ یہی حال مسلمانوں کے بہت سے تازیہ بنانے والوں، قبروں کے مجاوروں، جلالیوں اور مداریوں کا ہے۔" [1]

ہندومت کا اسلامی نام

اب آئیے سب سے پہلے ہندو مذہب کے نام پر غور کریں۔ اس ویدک دھرم کا نام ہندومت نہیں ہے بلکہ اس کا اصلی نام سناتن دھرم (सनातन धर्म) اور شاشوت دھرم (शाश्वत धर्म) ہے۔ سناتن کے معنی ہیں سدا سے سیدھا چلا آیا ہوا اور قدیم۔ اور شاشوت کا مطلب ہے آسمان سے زمین تک سیدھا چلا آیا ہو۔ سناتن دھرم اور شاشوت دھرم دین قیم اور دین قیمہ کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ گیتا میں اس کے لیے "سودھرم" (स्वधर्म) اور "سوبھاو نیت کرم" (स्वभाव नियत कर्म) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جس کے معنی ہیں فطرت کا سکھایا ہوا نہ کہ ماں باپ کا سکھایا ہوا۔ قرآن اسلام کو الدین عند اللہ۔ دین قیمہ اور دین فطرت بتاتا ہے۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کو دین اسلام پیش کیا تھا۔ حضرت آدمؑ و حضرت نوحؑ بھی دین اسلام ہی کو قائم کرنے آئے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیمات مسخ ہو گئیں۔ دنیا کے دوسرے مذاہب کو ماننے والی قوموں نے اپنے اپنے مذاہب کے مختلف نام رکھ لیے لیکن اس سب سے پرانی قوم نے دین اسلام کے صفاتی ناموں کی شکل میں اصل نام کو باقی رکھا ہے۔

اللہ نام سب مذاہب میں ہے

ناموں کے فرق اور بھید بھاؤ سے اللہ جل شانہٗ کا نام بھی نہیں بچا ہے لیکن اللہ نام کی یکسانیت ہر مذہب میں باقی ہے۔ خدائے واحد کو مختلف قوموں اور مذہب میں اللہ۔ بھگوان۔ ایشور۔ خدا۔ گاڈ وغیرہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس پر کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ ایک خدا کو کسی بھی نام سے پکارا جا سکتا ہے۔ زبانوں کے اختلاف میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں یعنی اس کے بہت سے

---

[1] فتویٰ عزیزی۔ جلد اول ص ۱۳۲۔۱۳۴

[2] (۸۔ ۴۵، ۴۷)

خوبصورت صفاتی نام ہیں لیکن اسم ذات اللہ ہی ہے۔ اللہ کے نام کا یہ لفظ جو اَل + اِلٰہ ہے ہمیں معمولی صوتی تبدیلیوں کے ساتھ آج بھی قریب قریب ہر مذہب میں ملتا ہے۔

"حضرت مولانا الشیخ عم فیضہم (مولانا عبید اللہ سندھیؒ) کی تحقیق یہ ہے کہ تبت کا مرکزی شہر لاسہ، دراصل لاہ سہ ہے۔ یعنی بیت اللہ۔ یہ شہر آرین اقوام کی مذہبی تہذیب کا قدیم مرکز ہے۔ فرماتے ہیں۔ ہم نے جب یہ خیال مولانا حمید الدینؒ (فراہی) اسے ظاہر کیا تو فرمانے لگے کہ خدا تعالیٰ کے نام کا یہ مادہ دنیائے مذاہب کا قدیم ترین لفظ معلوم ہوتا ہے جو تمام مذاہب میں معمولی اختلاف سے مستعمل ہے۔" [1]

چنانچہ ایل۔ ایلیا۔ اِلٰہ۔ الوہیم۔ اِلٰہ۔ لاہ۔ لاہوت وغیرہ سب ایک ہی مادہ کے الفاظ ہیں جو معبود کے معنی میں مختلف مذاہب میں ہمیں ملتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

"ان تمام قوموں میں ایک ان دیکھے خدا کی ہستی کا اعتقاد موجود تھا اور وہ "ال۔ الاہ" یا اللہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ یہی 'الاہ' ہے جس نے کہیں 'ایل' کی صورت اختیار کی، کہیں 'الوہ' کی اور کہیں 'الاھیا' کی۔" [2]

پنڈت سندر لال اپنی کتاب "گیتا اور قرآن" میں لکھتے ہیں:

"قرآن سب سے بڑی ہستی کو اللہ کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ رگ وید میں ایشور کے لیے جو نام استعمال ہوئے ہیں ان میں سے ایک 'اِلا' ہے جس کا بنیادی مادہ 'اِل' یا 'ایل' ہے اور جس کے معنی ہیں حمد و ثنا کرنا۔ پرستش کرنا۔ تقریباً چھ ہزار سال پہلے سُمیریا کی زبان میں 'ایل' کا لفظ خدا کے لیے تھا۔

سمیرین شہر بابلون کا لفظ حقیقتاً 'باب ایل' تھا۔ یعنی خدا کا دروازہ" یہی وہ لفظ تھا جس کے ذریعہ اس کی کسی نہ کسی شکل میں عبرانی، سریانی اور کلدانی زبانوں میں خدا کی ہستی مراد ہوتی

---

[1] مولانا نور الحق علوی، در حاشیہ الفرقان (شاہ ولی اللہ نمبر ۱۳۵۹ھ) صفحہ ۳۳۳

[2] ترجمان القرآن۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۲۷ مطبوعہ ساہتیہ اکاڈمی۔ دہلی

تھی۔ عام شکل اُلیا۔ الوہ تھی۔ یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے کہ رگ وید کے دَور سے دورِ حاضر تک اللہ کا لفظ کسی نہ کسی شکل میں خدا کے لیے استعمال ہوتا آیا ہے۔" ؎

آریہ سماجی عربی داں، سنسکرت کے عالم شری گنگا پرشاد اُپادھیائے رقمطراز ہیں:

"ہم نہیں جانتے کہ حضرت آدم جن کو اہلِ اسلام سب سے پہلا انسان تسلیم کرتے ہیں۔ کس زبان کو بولتے تھے اور خدا کے لیے کس لفظ کو استعمال کرتے تھے۔ ہر ایک قابلِ پرستش شے کو الٰہ کہتے ہیں اور حرف 'ال' لگا کر اللہ ایک واحد ذات کے لیے مخصوص ہو گیا ہے۔ رگ وید میں جو لاکھوں سال پہلی کتاب مانی جاتی ہے خدا کے لیے 'ایلیہ' کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ایلیہ کے لغوی معنی ہیں قابلِ پرستش ہستی۔ وید میں یہ لفظ اللہ کی ذات کے لیے مخصوص طور پر استعمال ہوا ہے۔ وید منتر (۱۔۱۔۲) کے صاف معنی یہ ہیں۔ اللہ تو نئے اور پرانے، چھوٹے اور بڑے سبھی لوگوں کے لیے قابلِ پرستش ہے، تجھے علم والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔" ؎

رحمان اور رحیم بھی ......

اللہ کے اسم ذات کی یکسانیت کے بعد اس کے پہلے اسم صفت الرحمٰن (ال + رحمان یعنی وہ مخصوص رحمان) کو دیکھیں۔ برہمن ازم نے عیسائیوں کی تثلیث کی طرح اللہ کی ذات کو تین ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ برہما (پیدا کرنے والا خدا)، وشنو (پالنے والا خدا) اور شیو (مارنے والا خدا)۔ حالانکہ ویدوں میں یہ واضح تعلیمات ہیں کہ ایک ہی خدا پیدا کرتا، پالتا اور موت دیتا ہے۔ ان تینوں کا جب نام لیا جاتا ہے تو سب سے پہلے برہما ہی کا نام لیا جاتا ہے۔ اس لفظ برہما یا برہم پر غور کریں۔ سنسکرت زبان کا یہ قاعدہ ہے کہ لفظ کے آخر میں اکثر ایک نقطہ (.) اوپر کی طرف لگایا جاتا ہے جو م اور ن کی آواز دیتا ہے..... یہ ایسے ہی ہے جیسے انگریزی میں اکثر ناموں کے آخر میں A لگا دیتے ہیں اور اشوک کو اشوکا، رام کو راما بولتے ہیں۔ سنسکرت

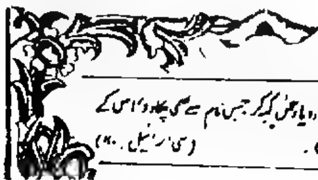
؎ گیتا اور قرآن، از پنڈت سندر لال، انگریزی ترجمہ از سید اسد اللہ صاحب۔ صفحہ ۵ مطبوعہ: انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز، حیدر آباد۔ دکن

؎ مصابیح الاسلام، صفحہ ۱۴۔۱۵

میں برہما کے آگے نقطہ (ں) یا 'ن' لگانے سے برہمان کی آواز بنتی ہے۔ اس لفظ کو جب سنسکرت میں لکھا جائے گا تو یہ ब्रह्मन 'برہمان' یا 'دہ رحمان' یا 'ال رحمان' کے مترادف لفظ ہوگا۔ رحم کی صفت کے اظہار کی شروعات پیدا کرنے ہی سے ہوتی ہے اس لیے پیدا کرنے والے خدا کو ہندو مذہب میں برہمان (الرحمان) اور برہامیم (الرحیم) پکارا جاتا ہے۔ نیز جیسے رحمان اسلام میں خدا کا ذاتی نہیں صفاتی اسم اعظم ہے ہندومت میں بھی 'برہمان' سگن یعنی صفاتی نام ہے!!

یہاں یہ بھی یاد کرتے چلیں کہ اہل عرب پیغمبر اکرمؐ سے پہلے رحمان نام سے بہت چڑتے تھے اور اسے دوسرے مذاہب کا خدا سمجھتے تھے۔ دوسرے مذاہب میں سے ہندو مذہب میں تو یہ لفظ خدا کے لیے استعمال ہوتا ہی تھا۔ عیسائیوں کے یہاں بھی خدا کے لیے رحمان کا لفظ موجود تھا۔ اس کا ثبوت یمن میں عیسائیوں کے کتبوں پر لکھے ہوئے الفاظ ہیں۔ "رحمان۔ مسیح اور روح القدس کی قدرت و فضل و رحمت سے اس یادگاری پتھر پر ابرہہ نے کتبہ لکھا جو کہ بادشاہ حبش ...... کا نائب الحکومت ہے"[1]

اس طرح ہم نے دیکھا کہ دین کا نام ان دونوں مذاہب میں ایک ہی ہے اور دین پر عمل کرنے کا جس ہستی نے حکم دیا اس کا نام بھی اصلاً دونوں کے یہاں ایک ہی ہے۔ زبان، لہجے اور سب سے بڑھ کر فہم اور سمجھ کا فرق ہو گیا ہے۔ اب آئیے دیکھیں کہ اللہ کے اس کلام میں ہزاروں سال کی دھول اور بھول کے باوجود بنیادی تعلیمات آج بھی کس طرح وجود میں جو ہندو قوم کے ویدوں سے مکمل کٹ جانے کی وجہ سے ان کی نظروں سے اوجھل ہیں۔



آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جس نام سے بھی پکارو، اس کے لیے سب اچھے ہی نام ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۱۱۰)

---

[1] سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حصہ اوّل۔ علامہ شبلیؒ، تدوین: سید سلیمان ندویؒ ص ۱۱۱

باب ۹

ویدک دھرم میں توحید

ہندو مذہب کا عقیدۂ توحید

عقیدۂ توحید کو ویدوں میں دیکھنے سے پہلے چند مشہور ہندو مصنفین کے اس سلسلہ میں کچھ حوالے دیکھ لیجیے:

"رشیوں نے مورتی پوجا کا طریقہ رائج کیا تاکہ وہ اس مورتی کو ذریعہ بنا کر اُس لامحدود ہستی کو جسمانی شکل میں اپنے سامنے دیکھ سکیں۔"[۱]

"صرف ایک سب سے طاقتور خدا کو اپنا مالک مانتے ہوئے خود غرضی اور گھمنڈ چھوڑ کر خلوص اور جذبہ اور سچے پیار کے ساتھ لگاتار تفکر کرنا ہی ایسی عبادت ہے جو بدکاری سے پاک ہے۔"[۲]

"ذرا سوچو تو محبت کرنے والی بیوی کا ایک ہی شوہر ہوتا ہے اس لیے جو پرستار ایمان رکھتا ہے اس کا ایک ہی خدا ہے۔ دوسرے خداؤں کا ساتھ ہرگز نہ ڈھونڈو، دوسرے خداؤں کا نام لینا بدکاری ہے۔"[۳]

اب ملاحظہ فرمائیں ہندو مذہبی کتب کے سینکڑوں ثبوتوں میں سے چند حوالے جن کی بنیاد پر ہم یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اصل ہندو مذہب ایک خدا کا تصور بالکل اسی انداز میں دیتا ہے جیسے اسلام نے پیش کیا ہے۔ ہندو ویدانت کا 'برہم سوتر' یعنی کلمۂ خدا مندرجہ ذیل ہے "ایکم برہم دوتیہ۔ ناستے۔ نیہہ۔ نا۔ ناستے کنچن۔"[۴] (ایک ہی خدا ہے

---

[۱] وشنو رہسیہ ص ۱۴۹۔ ڈاکٹر چمن لال گوتم۔ [۲] تفسیر گیتا ص ۳۲۶ مطبوعہ گلیان گورکھپور۔
[۳] اسلام کا ہندو تہذیب پر اثر (ڈاکٹر تارا چند) اردو ترجمہ: چودھری حرم علی الہاشمی۔ ص ۱۵۲، ۱۵۳۔ آزاد کتاب گھر دہلی
[۴] एकम् ब्रह्म द्वितीय नास्ते: नेह ना नास्ते किंचन
اسلام درشن مصنفہ ڈاکٹر گنیش دت سارست پروفیسر شعبہ ہندی ما۔ ذ۔ پی۔ پوسٹ گریجویٹ کالج بستیاپور ص ۱۵

دوسرا نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ نہیں ہے۔ ذرا سا بھی نہیں ہے)۔ ویدانت ہی میں خدا کے لیے کہا گیا ہے "ایکم ایوم ادویتیم"[1] (وہ ایک ہی ہے دوسرے کی شرکت کے بغیر)۔

"وہ تمام جاندار اور بے جان دنیا کا بڑی شان و شوکت کے ساتھ اکیلا حکمراں ہے۔ وہ جو انسانوں اور جانوروں کا رب ہے (اسے چھوڑ کر) ہم کس خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے ہیں؟"[2]

"اُسی سے آسمانوں میں مضبوطی اور زمین میں استحکام ہے اسی کی وجہ سے اجالوں کی بادشاہت ہے اور آسمان محراب (کی شکل) میں ٹکا ہوا ہے۔ فضا کے پیمانے بھی اسی کے لیے ہیں (اسے چھوڑ کر) ہم کس خدا کی حمد کرتے ہیں اور نذرانے چڑھاتے ہیں؟"[3]

"اس ہستی کی کوئی مورتی یا تصویر نہیں ہے۔ اس کا نام ہی سراپا حمد ہے۔"[4]

"جو لوگ باطل وجود والے دیوی، دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں وہ (جہالت کے) اندھا کر دینے والے گہرے اندھیرے میں ڈوب جاتے ہیں۔"[5]

"خدا کے سوا کسی کو مت پوجو۔"[6]

"وہ ایک ہی ہے اُسی کی عبادت کرو۔"[7]

"وہ ایک ہی بہترین پرستش اور بندگی کیے جانے کے قابل ہے۔ رب ہے۔"[8]

"ایشور ہی اول ہے اور تمام مخلوقات کا اکیلا مالک ہے۔ وہ زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے، اسے چھوڑ کر تم کون سے خدا کو پوج رہے ہو؟"[9]

ہندو مذہب میں جتنے خداؤں کے نام لیے جاتے ہیں وہ دراصل ایک خدا کے صفاتی نام ہیں۔ اسی کو نام برہما ہے اسی کا نام وشنو، وہی اندر کہہ دیا اسی کا نام سرسوتی ہے۔ اس کا ثبوت ویدوں ہی سے ملتا ہے۔

---

[1] एकम् एवम् अद्वितीयम्

[2] رگ وید [illegible] [3] رگ وید [illegible] [4] یجروید [illegible] [5] یجروید [illegible] [6] رگ وید [illegible]

[7] رگ وید [illegible] [8] رگ وید [illegible] [9] اتھروید [illegible] [10] رگ وید ۱۰-۱۲۱

"اے اگنی (خدائے واحد) تم ہی نیکوں کی دلی تمنائیں پوری کرنے والے اِندر ہو۔ تم ہی عبادت کے قابل ہو۔ تم ہی بہت لوگوں کے قابلِ تعریف وشنو ہو۔ تم برہما اور برہسپتی ہو۔" ۱؎

"اے اگنی (خدائے واحد) تم وعدہ پورا کرنے والے راجہ وَرُن ہو، تم قابلِ تعریف مِتر ہو تم حقیقی سردار آریم ہو۔" ۲؎

"اے اگنی (خدائے واحد) تم رُدر ہو، تم پُشا ہو۔ آسمانی دنیا کے محافظ شنکر ہو۔ تم ریگستانی امت کی طاقت کا ذریعہ ہو۔ تم رزق دینے والے مجسم نور، ہوا کی طرح ہر جگہ موجود نفع بخشنے والے اور عبادت گزار کے محافظ ہو۔" ۳؎

"اے اگنی (خدائے واحد) تمہیں دولت دینے والے سَوِیتا ہو۔ تم وایو ہو، عبادت کرنے والے کے محافظ ہو۔" ۴؎

"اے اگنی (خدائے واحد) تم سب سے اول ہو۔ تم بھارتی (نیکوں کا خزانہ) ہو، تم اِڑا ہو اور تم ہی سرسوتی ہو۔" ۵؎

ویدوں کے ان واضح ثبوتوں کے بعد بہت سے ناموں سے پوجے جانے والے الگ الگ دیوتاؤں کا تصور بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ یہ پہلے ہی آچکا ہے کہ اس ایک خدا کی مورتی نہیں بن سکتی۔ اب دیکھیے وید یہ بھی صاف صاف بیان کرتے ہیں کہ ان تمام صفاتی ناموں سے عام لوگ ایک خدا کو پکارتے ہیں۔

(اِندر، مِتر، وَرُن، اگنی، گرودیم، وایو، ماتریشوا وغیرہ) ایک ہی طاقت کے مختلف نام ہیں اور اہلِ بصیرت اور اہلِ علم نے ایشور کو صفات کی بنیاد پر مختلف ناموں سے پکارا ہے۔" ۶؎

یہ بالکل وہی قرآنی مضمون ہے۔

"ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں۔" ۷؎

۱؎ رگ وید ۲-۱-۳ ۲؎ رگ وید ۲-۱-۴ ۳؎ رگ وید ۲-۱-۶ ۴؎ رگ وید ۲-۱-۷
۵؎ رگ وید ۲-۱-۱۱ ۶؎ رگ وید ۱-۱۶۴-۴۶ ۷؎ قرآن سورۂ طٰہٰ : ۸

پھر وید بالکل قرآنی انداز میں کہتے ہیں کہ جن معبودوں کو تم پکار رہے ہو، یہ تو خود اپنے ایک خدا کی عبادت کر رہے ہیں۔

"ایشور ہی روحانی اور جسمانی طاقتیں عطا کرنے والا ہے اور اسی کی عبادت تمام دیوتا (فرشتے) کیا کرتے ہیں۔ اس ایشور کی خوشی ہمیشہ کی زندگی عطا کرنے والی ہے اور موت کا خاتمہ کرنے والی ہے۔ اُس ایشور کو چھوڑ کر تم کس دیوتا کی عبادت کر رہے ہو۔" [1]

اور اسی مضمون کو قرآن میں دیکھیے:

"جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا قریب ترین وسیلہ تلاش کر رہے ہیں اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔" [2]

ایک خدا کا اتنا پاک و صاف تصور ہوتے ہوئے بھی اتنے بہت سے معبود کیوں بنا لیے گئے۔ اس کی مندرجہ ذیل وجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔

۱۔ تحریری شکل میں غیر موجودگی

ویدوں کے انتہائی قدیم اور صرف سینوں میں محفوظ ہونے کی وجہ سے عوام کے لیے ویدوں اور انسانوں کے کلام میں امتیاز کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لیے ہزاروں سال سے ہر سُنی سُنائی بات۔ ہر سمجھ میں نہ آنے والی بات پر بنی ہوئی دیومالا کو دھرم سمجھ لیا گیا۔ حالانکہ صرف ۲۰۰ سال قبل تحریر کیے گئے ویدوں کی حفاظت کا اب پورا پورا خیال رکھا جا رہا ہے۔ لیکن اکٹھا کرنے والوں نے وید کے نام پر جو کچھ اکٹھا کیا ہے وہ سب اصل وید ہی ہے، اس کا دعویٰ وہ خود بھی نہیں کرتے۔ ویدوں کے مرتبین اور مفسرین کے مختلف بیانات باب ۶ میں ہم دیکھ چکے ہیں تحریف کا اقرار کرتے ہوئے گاندھی جی لکھتے ہیں:

"شاستروں کے وہ معنی جو سچ کے خلاف ہوں صحیح نہیں ہو سکتے۔" [3]

---

[1] رگ وید۔ ۱۰۔ ۱۲۱۔ ۲
[2] قرآن۔ بنی اسرائیل: ۵۷
[3] اہنسا اور ستیہ مرتبہ: شری رام ناتھ سمن ص ۳۱

گاندھی جی ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"سوال اٹھتا ہے کہ ان اسمرتیوں کا کیا کیا جائے جن میں ایسے اشلوک ہیں جو اُسی میں دیئے ہوئے دوسرے اشلوکوں کے خلاف اور فطرتِ انسانی کے خلاف ہیں..... میں متعدد بار لکھ چکا ہوں کہ دھرم گرنتھوں کے نام پر جو کچھ چھپتا ہے اس میں سبھی کو کلامِ الٰہی کی شکل میں نہیں لینا چاہیئے۔"[1]

۲۔ غلط ترجمہ یا ترجمانی

ویدوں کا زیادہ تر حصہ چونکہ تمثیلی زبان میں ہے اس لیے اپنی عقل کی روشنی میں اُن کا صحیح ترجمہ نہیں کیا جا سکتا۔ خدا کے آخری مستند اور صحیح کلام قرآن کی روشنی ہی میں اُن کا صحیح ترجمہ ممکن ہے اس کی مثال ہم پچھلے صفحات میں اس جگہ دے چکے ہیں۔ جہاں 'احمدؐ' لفظ کا ویدوں میں ذکر آنے کی ہم نے مثال دی ہے۔

۳۔ ہندو عوام کی ویدوں سے دوری

ہندو علماء نے عوام کو ویدوں سے بالکل کاٹ دیا ہے بہت سی گمراہیاں دور ہو سکتی تھیں اگر عوام ویدوں سے اتنے دور نہ ہو گئے ہوتے۔ مثلاً بہت سے دیوی دیوتاؤں کی پرستش ہی کو لیجئے۔ ویدوں میں آیا ہے کہ ایک خدا کو بہت سے ناموں سے پکارا گیا ہے۔ یہ نہ جاننے کی وجہ سے ہندوؤں میں ان سب ناموں کے الگ الگ دیوتا مان لیے گئے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ توحید کا بنیادی عقیدہ بالکل قرآنی بیانات کے انداز میں سناتن دھرم میں موجود ہے۔

آپ کہہ دیجیے کہ اے اہلِ کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ وہ یہ کہ ہم ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ (آلِ عمران ۶۴)

[1] استریوں کی سمسیائیں۔ مہاتما گاندھی۔ ہریجن ۲۸ نومبر ۱۹۳۶ء۔ ایڈیٹر: رام ناتھ سمن مطبوعہ بسنت خانہ الہ آباد۔

باب ۱۰

ویدک دھرم اور رسالت

اگنی کی طرح برہما کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ برہما یعنی رحمٰن ہندو مذہب میں پیدا کرنے والے خدا کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، روحِ احدؐ کے لیے بھی اور پہلے انسان حضرت آدمؑ کے لیے بھی تینوں مقامات پر صحیح مفہوم کو سمجھنے کے بجائے پیغمبر ہی دیوتا بن گئے اور پیغمبر کی جگہ اوتاروں کا تصور آ گیا اپنے علم کی روشنی میں ان کے شرک کے تصورات کو ہم ان پر واضح کر سکتے تھے لیکن ہمیں شرک کرنے والوں کے شرک کی بنیادوں کا پتہ ہی نہ تھا۔ برہما حضرت آدمؑ کے لیے ہری ونش پران میں استعمال ہوا ہے۔

انبیاءؑ کے تذکرے

"برہما اپنے جسم کے دو حصہ کر کے ایک سے مرد اور دوسرے سے عورت ہوئے اور اس طرح بہت سے جانداروں کی تخلیق ہو گئی۔"[1]

کسی مسلمان کی جیسے ہی اس حصہ پر نظر پڑے گی وہ فوراً پہچان لے گا کہ یہ حضرت آدمؑ کی بائیں پسلی سے حضرت حواؑ کی پیدائش اور ان دونوں سے پوری نسلِ انسانی کی افزائش کا ذکر ہے۔ بہرحال اللہ کے صحیح علم کی روشنی میں پرانے علوم کی تطہیر کی یہ چند مثالیں تھیں۔ آپ فی الحال ہندو مذہبی کتب میں رسالت اور رسولوں کے واضح بیانات کی کچھ مثالیں دیکھیے۔

"جب بھی بھلائیاں کم ہو کر گناہ بہت بڑھ جاتے ہیں تو ہری جو تمام خداؤں کا خدا ہے وہ یقیناً (رہنمائی کے لیے) ایک جان پیدا کرتا ہے۔"[2]

یہ تھا رسولوں کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد۔ اب حضرت نوحؑ اور طوفانِ نوحؑ

---

[1] کلیان گورکھپور۔ ہندو سنسکرتی انک جنوری ۱۹۵۰ء ص ۹۵،

[2] شری مد بھاگوت مہا پران ۹-۲۴-۵۶

سے متعلق چند حوالے ہم نقل کر رہے ہیں۔

"...... مختصر یہ کہ ایک مشہور شخصیت جو کہ ہندوؤں کے یہاں بہت مقدس ہے اور جسے وہ 'مہانُوُوُ' [MAHANUVU] کے نام سے جانتے ہیں (سیلاب کی) تباہی سے ایک کشتی کے ذریعہ بچ نکلی جس میں سات مشہور رشی سوار تھے۔ 'مہانو' دو لفظوں مہا اور نو کا مرکب ہے۔ 'مہا' کے معنی عظیم اور 'نو' بلاشک وشبہ نوحؑ ہیں۔" [1]

"...... عملاً یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہندوستان اس عظیم سلاب نوحؑ کے بعد فوراً آباد ہوا تھا جس نے ساری دنیا کو ویران کر دیا تھا۔" [2]

"مارکنڈیہ پران اور بھاگوت میں اس کا بہت واضح بیان ہے کہ اس حادثہ میں تمام نسل انسانی ختم ہو گئی تھی سوائے سات مشہور عبادت گزار رشیوں کے جن کا میں نے بہت سے مقامات پر ذکر کیا ہے۔ یہ سات رشی ایک کشتی پر بیٹھ کر عالم گیر تباہی سے بچ سکے تھے اس کشتی کو وشنو خود چلا رہا تھا۔ ایک اور عظیم شخصیت جو بچ جانے والوں میں تھی وہ منو کی تھی۔ جس کو میں نے دوسرے مقامات پر ثابت کیا ہے کہ نوحؑ کے سوا کوئی نہیں تھی...." [3]

"تب بھگوان منو سے یوں بولے ٹھیک ہے تم نے مجھے اچھی طرح پہچان لیا ہے۔ اے زمین کے رکھوالے! تھوڑے ہی عرصہ میں پہاڑ، جنگل اور کانوں سمیت یہ زمین پانی میں ڈوب جائے گی۔ اس لیے اے زمین کے سردار تمام جانداروں کی حفاظت کرنے کے لیے تمام دیوتاؤں کے ذریعہ اس کشتی کو تعمیر کیا گیا ہے۔ اے وفا شعار...... جتنے بھی قسم کے جاندار ہیں ان سبھی بے سہاروں کو اس کشتی میں چڑھا کر تم ان سب کی حفاظت کرنا۔" [4]

"تب ساتوں سمندر موجزن ہو کر آپس میں مل جائیں گے۔ اور ان تینوں دنیاؤں

---

[1] DUBOIS in "HINDU MANNERS, CUSTOMS & CEREMONIES" P.48

[2] " " " " " " " P. 100

[3] " " " " " " " P. 416, 417

[4] متسیہ پران ادھیائے ۱، اشلوک ۲۹ تا ۳۵

کو پوری طرح سے ایک کر دیں گے۔ ے دی شمالہ! اس وقت تم اس وید روپی کشتی کو حاصل کرکے اس پر تمام جانداروں اور بیجوں کو سوار کر دینا۔ [۱]

(سیلاب کی) قیامت کے وقت جب اس طرح ساری زمین ایک بحر ذخار میں ڈوب جائے گی اور تمہارے ذریعہ تخلیق کا آغاز ہوگا تب میں ویدوں کی پھر بنیاد ڈالوں گا۔ تب منو بھی دنیں ٹھہر کر بھگوان کی رحمت سے حاصل شدہ عبادت اور ریاضت میں لگے رہے جب تک اس (سیلاب نما) قیامت کی پیشین گوئی کا وقت نہ آ گیا۔" [۲]

یہ تو تھے حضرت نوحؑ کے تذکرے اب پنڈت وید پرکاش اپادھیائے کی کتاب [۳] سے ہم بھوشیہ پران کے کچھ اشلوکوں کے ترجمے نقل کر رہے ہیں جن میں دیگر انبیائے کرام کے واضح تذکرے ان کے اصلی ناموں کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ [۴]

"آدمؑ اور حوّا وشنو کی گیلی مٹی سے پیدا ہوئے۔ جنت کے مشرقی حصہ میں پرمیشور کے ذریعہ بنایا گیا خوب صورت چار کوس کے رقبہ کا بہت بڑا جنگل تھا۔ گناہ والے درخت کے نیچے جاکر بیوی کو دیکھنے کی بیتابی سے آدمؑ حوّا کے پاس گئے۔ تبھی سانپ کی شکل بناکر وہاں فوراً شیطان نمودار ہوا۔ اس چالاک دشمن کے ذریعہ آدم اور حوّا ٹھگ لیے گئے۔ اور وشنو کے حکم کو توڑ ڈالا اور دنیا کا راستہ دکھانے والے اس پھل کو شوہر نے کھا لیا۔ ان دونوں کے ذریعہ گولر کے پتوں سے ہوا کی غذا حاصل کی گئی۔ تب ان دونوں سے بہت سی اولادیں پیدا ہوئیں۔ سب ملیچھ کہے گئے۔ آدمؑ کی عمر نو سو تیس سال ہوئی۔ [۵]

---

[۱] متسیہ پران ادھیائے ۲، اشلوک ۱۰ تا ۱۱

[۲] " " " ۲ " ۱۴ تا ۱۹

[۳] ویدوں اور پرانوں کے آدھار پر دھارمک ایکتا کی جیوتی

[۴] ترجمے میں کہیں کہیں جگہ ہم نے کتاب اسلام پہلا اور آخری مذہب "Islam, The First & Final Reigion" کے صفحہ ۱۰ اور ۹۰ پر دیے گئے انہی اشلوکوں کے ترجمے سے بھی مدد لی ہے۔

[۵] ان اشلوکوں میں آدم کی جگہ اصل سنسکرت میں لفظ آدم، حوّا کی جگہ حوّیہ وتی (हव्यवती) جنت کی جگہ پردان نگر (प्रदान नगर) یعنی انعامات کی بستی اور شیطان کی جگہ کلی (कलि) استعمال ہوئے ہیں۔

"...... اس سے نوحؑ نامی بیٹا پیدا ہوا۔ اس نے پانچ سو سال تک راج کیا۔[1] اس کے سیم، شام اور بھاؤ تین بیٹے ہوئے۔ وشنو کا بندہ نوحؑ وحدت الوجود کے دھیان میں محو تھا۔ ایک بار وشنو نے اسے خواب میں بتایا کہ اے پیارے نوحؑ سنو! ساتویں دن حشر برپا ہوگا۔ تم لوگوں کے ساتھ کشتی میں فوراً بیٹھ جانا۔ اے اندر کے بھگت اپنی جان بچاؤ، تم سر بلند ہو گے۔ اسی طرح مان کر اس بزرگ ہستی نے تین سو ہاتھ لمبی پچاس ہاتھ چوڑی اور تین ہزار ہاتھ گہری خوبصورت کشتی بنائی۔ سبھی جانداروں کے جوڑوں اور اپنے اہل خاندان کے ساتھ سوار ہو کر وشنو کے دھیان میں محو ہو گیا...... چالیس دن تک زبردست بارش ہوئی۔ بھارت ورش پانی سے ڈوب گیا اور چاروں سمندر مل گئے اور بیکراں ہو گئے ...... وشنو والا برگزیدہ نوحؑ اپنے اہل خاندان کے ساتھ طوفان ختم ہونے پر وہاں رہنے لگا۔ نوحؑ کے بیٹے سام، حام اور یافوت نام سے مشہور ہوئے......[2]

"اس کے بیٹے تین ابراہیمؑ، مشہور اور ہارن اسی طرح ملیچھ نسل کے سردار ہوں گے"۔[3]

"ایک مرتبہ شکا دیش ہمالیہ سے آگے ہوکر (ہم) دیش گئے۔ وہاں پہاڑوں کے درمیان اس راجا نے سفید پوش گورے رنگت والے معزز شخص کو دیکھا۔ خوش ہو کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انھوں نے کہا میں عیسیٰ ہوں، کنواری ماں سے پیدا ہوا ہوں۔ میں سچائی کی تعلیم دینے والے ملیچھ دھرم کی تعلیم دیتا ہوں"۔ یہ سن کر راجا نے پوچھا "دھرم کے بارے میں آپ کے کیا خیالات ہیں" یہ سن کر عیسیٰ مسیح بولے "سچائی کے زوال پذیر ہونے اور ملیچھ دیش کے حقانیت سے دور ہو جانے پر میں مسیح

---

[1] توریت کے مطابق طوفان سے قبل حضرت نوحؑ ساڑھے چھ سو سال کے تھے۔

[2] ان اشلوکوں میں اصل سنسکرت میں نوحؑ کی جگہ نیوح (ہم) سام کی جگہ سیم (سیم) حام کے لیے ہام اور یافوت کے لیے یافوت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

[3] یہاں ابراہیمؑ کی جگہ سنسکرت میں ابرام (अबिराम) لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ توریت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا نام پہلے ابرام ABRAM تھا اور بعد میں اللہ نے ان کا نام ابراہیمؑ ABRAHAM رکھ کر کہا کہ تم تمام نسل انسانی کے سردار ہو گے۔ اس لیے میں تمہارا یہ نام رکھ رہا ہوں۔ یہ تینوں اقتباسات بھوشیہ پران کے پرتی سرگ پرو، پہلے کھنڈ، چوتھے ادھیائے سے لیے گئے اشلوکوں کا ترجمہ ہیں۔

یہاں آیا ہوں..... اے راجا میرے ذریعہ ملیچھوں میں قائم کیے ہوئے دین کی باتیں سنو۔ اشنان کر دیا نفس، دل کو موم کر کے خدا کی عبادت کرو۔ انصاف اور سچائی کے ساتھ دل کو یکسو کر کے انسان آسمانی خدا کی دھیان سے عبادت کرے۔ یہ خدا لازوال ہے۔ ایشور کی پاک اور نفع بخش اصل مورتی اس طرح روزانہ دل کے اندر حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے عیسیٰ مسیح میرا نام ہے۔ یہ سن کر راجا وہیں عیسیٰ مسیح کا معتقد ہو گیا۔[1]

"اسی دوران اپنے پیروؤں کے ساتھ محمدؐ نامی مقدس ملیچھ وہاں آئیں گے..... راجا بھوج ان سے کہے گا۔" اے ریگستان کے باشندے، شیطان کو شکست دینے والے۔ معجزوں کے مالک، برائیوں سے پاک وصاف۔ برحق۔ باخبر اور خدا کی عشق و معرفت کی تصویر تمہیں نمسکار ہے۔ تم مجھے اپنی پناہ میں آیا ہوا غلام سمجھو۔ راجا بھوج کے پاس رکھی ہوئی پتھر کی مورتی کے لیے محمدؐ کہیں گے کہ وہ تو میرا جھوٹا کھا سکتی ہے۔ یہ کہہ کر راجا بھوج کو ایسا ہی معجزہ دکھا دیں گے۔ یہ سن کر اور دیکھ کر راجا بھوج بہت متعجب ہوگا اور ملیچھ دھرم میں اس کا اعتقاد ہو جائے گا۔"[2]

---

[1] یہ ترجمہ بھوشیہ پران کے جن اشلوکوں سے لیا گیا ہے وہ پنڈت وید پرکاش اپادھیائے کے مطابق پرتی سرگ پرو، تیسرے کھنڈ اور دوسرے ادھیائے کے نمبر ۲۳ سے ۳۰ تک اشلوک ہیں جب کہ پنڈت شری رام شرما آچاریہ کے مطابق پرتی سرگ ادھیائے ۲۱ کے نمبر ۲۳ سے آگے تک کے اشلوک میں۔ اصل بھوشیہ پران ہمارے سامنے نہیں ہے۔ بظاہر پنڈت شری رام شرما کے حوالے میں کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ مندرجہ بالا اشلوکوں میں اصل سنسکرت میں عیسیٰ کی جگہ عیشی (ईशा) ہمالیہ کی جگہ ہم تنگ (हिमतुङ्ग) مسیح کی جگہ مسی (मसीह) کے الفاظ ہیں ہم تنگ کا ترجمہ ہمالیہ، پنڈت شری رام شرما آچاریہ نے کیا ہے۔

[2] یہ اشلوک بھوشیہ پران کے پرتی سرگ پرو۔ تیسرے کھنڈ۔ تیسرے ادھیائے کے ۵ تا ۲۷ نمبر کے اشلوک ہیں۔ یہاں محمدؐ کی جگہ اصل سنسکرت میں محامد (महामद) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ملیچھ (म्लेच्छ) لفظ دراصل غیر آریہ نسل کے باشندوں کے لیے استعمال ہوتا تھا جیسے عرب غیر عربوں کے لیے عجم اور یہودی لوگ غیر یہودیوں کے لیے Gentiles لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اب اس لفظ کا استعمال برے معنوں میں ہونے لگا ہے لیکن ویدک زبان میں ایسا نہیں تھا۔

مندرجہ بالا اشلوکوں سے آگے بتایا گیا ہے کہ رات میں کوئی خدا کا قاصد راجا بھوج کے پاس آکر بتائے گا کہ ختنہ کرانے والا۔ چوٹی نہ رکھنے والا، داڑھی رکھنے والا۔ پاک جانوروں کو غذا بنانے والا خدا کا مقرب بندہ ہے۔"

بھوشیہ پران جس کے حوالے ابھی آپ نے دیکھے۔ یہ بھی ان ثبوتوں میں سے ایک ہے۔ جسے ہندوستان کے کچھ ٹھیکیداروں نے اب چھپانا شروع کر دیا ہے۔ ہندوؤں کا ایک طبقہ آریہ سماج تو اب سرے سے اس کا انکار کرنے لگا ہے لیکن سناتن دھرمی جو قدامت پرستی کے باعث اپنے مکمل مذہبی ورثہ میں سے کچھ بھی چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں (اور یہی لوگ عظیم اکثریت میں ہیں) اسے مستند مذہبی کتاب مانتے ہیں۔ ایک دور وہ تھا جب سنسکرت عام آدمیوں کو سیکھنے کی اجازت نہ تھی۔ البیرونی، گرفتھ اور میکس ملر جیسے محققین نے انتہائی مخالفتوں اور پنڈتوں کی ناراضگی کے ماحول میں اپنی کوششوں سے سنسکرت سیکھی تھی۔ اس دور میں ان ثبوتوں کا عام لوگوں کے ہاتھ لگنے کا خطرہ نام نہاد پنڈتوں کو نہیں تھا۔ لیکن اب جبکہ سنسکرت زبان کو سرکاری سرپرستی میں دوبارہ زندہ کیا جا رہا ہے اور موجودہ سنسکرت سیکھنے والی نسل پنڈتوں کے فتنوں سے خوفزدہ بھی نہیں ہے (جیسا کہ پچھلے دور میں ویدوں کو پڑھنے کی عوام کے لیے ممانعت تھی) تو ہندوؤں کے کچھ گروہوں نے ان چیزوں کو اب غائب کرنا شروع کر دیا ہے جو مذہب کی اصل حقیقت کی طرف لے جاتی ہیں۔ خصوصاً وہ مواد جو دین اسلام کی تائید میں ہے۔ گیتا پریس۔ گورکھپور جو ہندو مذہبی کتب کا سب سے بڑا پریس ہے۔ بھوشیہ پران کو پران ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ البتہ سناتن دھرم کے سب سے بڑے گرو پنڈت شری رام شرما آچاریہ جن کے چیلوں کی تعداد دس لاکھ سے زائد ہے، اسے تسلیم کرتے ہیں اور ان کی تنظیم شانتی کنج، کے بھوشیہ پران کے حوالے ہم پچھلے باب میں (حضرت عیسیٰؑ ہندوستان میں؟ کے ذیل میں) دے چکے ہیں۔

بھاگوت میں حضرت محمد کا ذکر

بھوشیہ پران کے بیانات تو اتنے واضح ہیں کہ ان میں کوئی معنوی تحریف ممکن نہ تھی۔

البتہ دوسرے مقامات پر جہاں حضرت محمدؐ کی رسالت کی پیشین گوئیاں ہیں۔ وہاں ترجمے بدل گئے ہیں۔ مثلاً شری مدبھاگوت پران میں موجود اس اشلوک کو دیکھیے۔

"اگیان ہیتو کریت موح مدا ندھکار ناشم وِدھایم ہی تددو دیتے ویویکہ" [1] [جب ہشیار ادوارِ حیات میں اجتماعی خیر کے طلوع ہونے سے انسان کو حق کا فیضان حاصل ہونے والا ہو تب محمدؐ کے ذریعہ تاریکیوں کا خاتمہ ہو کر فہم و حکمت کا نور طلوع ہوگا۔ [2]]

مندرجہ بالا اشلوک میں محمدؐ (मोहमद) لفظ کو موح + مد میں تقسیم کر کے ترجمہ کیا جارہا ہے۔ موح (मोह) معنی لالچ اور مَد (मद) معنی شراب ہیں۔ اس طرح مندرجہ بالا اشلوک کا ترجمہ یوں کیا جارہا ہے۔

"جب ہشیار ادوارِ حیات میں اجتماعی خیر کے طلوع ہونے سے انسان کو حق کا فیضان حاصل ہونے والا ہو تب لالچ اور شراب جیسی تاریکیوں کا خاتمہ ہو کر فہم و حکمت کا نور طلوع ہوگا"

یہ تو تھے پُران۔ اب ویدوں میں حضرت نوحؑ کا ذکر اور محمدؐ کی صفات کے بیان دیکھیے۔ ہاں اس سے پہلے یہ ضرور سمجھ لیں کہ حضرت نوحؑ کا تذکرہ ویدوں میں مَنو (मनु) کے نام سے ہے۔ حالانکہ اگنی اور برہما کی طرح منو بھی مختلف شخصیات کے لیے استعمال ہوا ہے اور کل چودہ [14] منو میں سے ایک منو کا بیان ہو بہو حضرت آدمؑ کا بیان ہے۔ لیکن پُرانوں اور ویدوں اور دوسری مذہبی کتب میں سب سے زیادہ تفصیل سے جس منو کا ذکر آیا ہے وہ حضرت نوحؑ ہی ہیں۔ نبیؐ آخر الزماں کا ذکر جہاں کہیں محمدؐ کی حیثیت سے آیا ہے وہاں ویدوں میں 'نراشنس' (नराशंस) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جیسے توریت اور انجیل میں آپؐ کے لیے فارقلیط (Paraclete) لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ جس کے معنی ہیں قابلِ تعریف، (یہی معنی عربی میں لفظ محمدؐ کے ہیں۔) اسی طرح ویدوں میں آپ کو نراشنس کہہ کر پکارا گیا ہے جس کے ٹھیک وہی معنی ہیں "انتہائی قابلِ تعریف شخصیت"۔ سنسکرت کے

---

[1] अज्ञान हेतु कृत मोहमदान्धकार नाश विधाय हि तदो दयते विवेकः

[2] شری مدبھاگوت، مہاتم پران ۲-۷۶

اس لفظ کا بالکل صحیح متبادل عربی لفظ 'محمدؐ' ہے۔

مندرجہ ذیل وید منتروں کے ترجموں میں جہاں کہیں لفظ 'منو' آیا ہے اس کی جگہ ہم 'نوحؑ' ترجمے میں لکھیں گے اور نراشنس کی جگہ ترجمے میں ہم محمدؐ لکھیں گے۔ پہلے حضرت نوحؑ کے تذکرے کی چند مثالیں دیکھیں۔

ویدوں میں حضرت نوحؑ کا ذکر

"اے اگنی نوحؑ آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔"[1] مندرجہ بالا منتر کے ذیل میں ویدوں کے مترجم گرفتھ نے اپنے انگریزی ترجمے میں نوٹ لکھا ہے کہ "نوحؑ لاجواب شخصیت اور انسانوں کے نمائندے تھے۔ تمام نسل انسانی کے باپ (سیلاب کے بعد آدم ثانی کی حیثیت سے) اور پہلی شریعت کے شروع کرنے والے تھے۔"

اور دیکھیے:

"اے اگنی ہم آپ کو نوحؑ کی ہی طرح مذہبی پیشوا، داعی، مذہبی علوم سکھانے والا اور انتہائی عقل مند شخصیت مانتے ہیں۔"[2]

"اے اگنی نوحؑ نے آپ کا نور تمام نسل انسانی میں پھیلا دیا ہے۔"[3]

اوپر کے تمام منتروں میں اگنی 'روحِ احمدؐ' کو کہا گیا ہے۔ چاروں ویدوں میں اسی طرح نوحؑ کا نام ۵۰ جگہ آیا ہے۔ ۱۵ مقامات پر رگ وید میں، ۲ جگہ یجر وید میں، ۱۴ جگہ اتھروید میں اور ۸ مقامات پر سام وید میں حضرت نوحؑ کا نام سے ذکر موجود ہے۔ اب حضرت محمدؐ کے نام کا تذکرہ دیکھیے۔

ویدوں میں حضرت محمدؐ کا تذکرہ

"اے محبوب محمدؐ۔ میٹھی زبان والے۔ قربانیاں دینے والے۔ میں آپ کی قربانیوں کو وسیلہ بناتا ہوں۔"[4]

---

[1] رگ وید ۱-۱۳-۴

[2] ۔ ۔ ۱-۳۶-۱۹

[3] رگ وید ۱-۴۴-۱۱

[4] ۔ ۔ ۱-۱۳-۳

"میں نے محمدؐ کو دیکھا ہے۔ سب سے زیادہ اولوالعزم اور سب سے زیادہ مشہور۔ جیسا کہ وہ جنت میں ہر ایک کے پیغمبر تھے۔" ۱؎

"عظیم محمدؐ کی قوت میں اضافہ کے لیے اور تیشان (مہدیؑ) جو کہ عظیم حکمراں ہے۔ اس کے لیے ہم نعت بیان کرتے ہیں۔ اے انتہائی کریم خدا ہمیں تمام مصیبتوں سے نجات دے اور دشوار گذار راستوں سے ہمارا رتھ پار کرادے۔" ۲؎ (گرفتھ)

مندرجہ بالا منتر کے ترجمہ کے ذیل میں گرفتھ نے اپنے نوٹ میں لکھا ہے کہ "نراشنس (محمدؐ) اگنی کا ایک پراسرار نام ہے۔"

رگ وید میں ۱۶ جگہ آپؐ کا نراشنس (محمدؐ) نام سے ذکر ہے۔ اسی طرح یجروید میں ۱۰ جگہ اتھروید میں ۴ مرتبہ اور سام وید میں ایک مقام پر اس نام سے آپؐ کا ذکر ہے۔ اس طرح چاروں ویدوں میں کل ملا کر ۳۱ جگہ 'محمدؐ' نام سے آپؐ کا ذکر ہے۔

برسبیل تذکرہ یہاں یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ پنڈت امرناتھ پانڈے جو کہ اہلِ اسرار میں سے ہیں اور جنھوں نے عربی حروفِ تہجی پر ریسرچ کی ہے' ان کا کہنا ہے کہ ہندو تیتیس بار انکار کرتا ہے اکتیسویں بار ہندو انکار نہیں کرے گا۔ عربی کے حروفِ تہجی بھی ان کے نزدیک ۳۱ ہیں اور سورۂ رحمان میں ۳۱ مرتبہ ہی اپنی نعمتیں گنانے کے بعد اللہ نے یہ سوال کیا ہے۔ "پس تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔"

اتھروید بیسویں کانڈ کا ایک سو ستائیسواں سوکت نراشنس (محمدؐ) کے تذکرے میں بہت اہم ہے۔

"لوگو! سنو! محمدؐ کو لوگوں کے درمیان مبعوث کیا جائے گا۔ اس مہاجر کو ہم ساٹھ ہزار اور نوّے دشمنوں سے اپنی پناہ میں لیں گے۔ اس کی سواری اونٹ ہوگی جس کے ساتھ بیس مادہ اونٹنیاں ہوں گی جس کی عظمت آسمانوں کو بھی جھکا دے گی۔ اس عظیم رشی کو ۱۰۰ دینار دس مالائیں، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں عطا کی گئی ہیں۔" ۳؎

۱؎ رگ وید ۱:۱۸-۹ ۲؎ رگ وید ۱۰-۱۰۶-۴ ۳؎ اتھروید (۲۰-۱۲۷-۱-۳)

مندرجہ بالا تین منتروں کے ترجے پر پنڈت وید پرکاش اپادھیائے نے اپنی کتاب[1] میں کئی باب لکھے ہیں جن میں ثابت کیا گیا ہے کہ تمثیلی زبان میں ۱۰۰ دینار سے مراد ۱۰۰ اصحابِ صُفّہ ہیں، دس مالاؤں سے مراد دس عشرہ مبشرہ ہیں۔ تین سو گھوڑے سے مراد جنگِ بدر کے ۳۱۳ مجاہدین اور دس ہزار گائیوں سے مراد دس ہزار اصحاب کا وہ لشکر ہے جو فتح مکہ کے وقت آنحضرتؐ کے ساتھ تھا۔

یہ بات خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہے کہ پرانوں اور دیگر مذہبی کتب میں تو بہت سے انبیاء کے قصے ہیں لیکن ویدوں میں صرف حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ کا تذکرہ ہے اور نبی آخرالزماں حضرت محمدؐ کی پیشین گوئیاں ہیں جو کہ ہر رسول کے صحیفوں میں ہیں۔ یہ بھی اس بات کا مستند ثبوت ہے کہ وید حضرت نوحؑ کے صحائف وزبرالاولین۔ اولین صحائف۔ آدِ گرنتھ) ہیں۔ ایک (ضعیف) روایت یہ بھی ہے کہ "حضرت نوحؑ کو دو صحیفے دئے گئے۔ ایک طوفان سے قبل اور ایک طوفان کے بعد۔"[2] اس لحاظ سے بھی زبرالاولین یعنی اولین صحائف میں جو جمع کا لفظ آیا ہے (زبور یعنی صحیفہ اور زبر معنی صحائف) وہ ہو سکتا ہے کہ بہت سے انبیاء کے لیے ہو۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی نبی حضرت نوحؑ کو دیئے گئے صحائف کے لیے ہو۔

رگ وید کے منتر ۱۰-۱۴۳ میں رسولِ آخر کے لیے سمدرا دوت عربن' (सम्‌द्रद्वत अरबन) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ڈکشنری وشال نالندہ شبد ساگر کے مطابق "سم" (स) کے معنی 'ساتھ'، مُدرا (मुद्रा) کے معنی مُہر اور عرب (अरब) کے معنی ملک عرب کے ہیں۔ ن (न) سنسکرت میں اکثر زائد ہوتا ہے۔ اس طرح "سمُدرا دوت عربن" کے معنی ہوئے "مُہر کے ساتھ عرب والا"۔ عربی لفظ خاتم کے معنی بھی مُہر کے ہیں۔ آپؐ کو خاتم النبیین اس لیے کہا گیا ہے کہ نبیوں کے سلسلہ پر آپؐ نے آخری مُہر لگا کر نئی نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔

---

[1] نراشنس اور انتم رِشی

[2] کتاب التیجان فی ملوک حمیر مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد طبع اول۔ ص ۲۷۰

ویدوں میں، ہندو مذہبی کتب میں اور دیگر آسمانی صحائف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی دو اور حیثیتوں (احمدؐ اور محمودؐ) کے بھی واضح بیانات ہیں۔ جس کا تفصیلی ذکر ہم آئندہ کریں گے۔





خداوند جو غیر اسرائیلی لوگوں کو بھی اکٹھا کرتا ہے یہ کہتا ہے کہ یقیناً میں اس کے پاس اولین کے علاوہ آخرین کو بھی لاؤں گا۔ (بائیبل یسعیاہ نبی کی کتاب۔ ۵۶۔ ۸)

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

(اقبالؔ)

باب ۱۱



ویدک دھرم اور آخرت

عقیدۂ آخرت اور پنر جنم

آخرت کا عقیدہ اس لحاظ سے بھی بہت اہم ہے کہ تمام مذاہب اور تمام قوموں میں بہت بڑے گروہ ایسے ہیں جو توحید یعنی ایک خدا کے ماننے والے ہیں۔ رسالت کا تصور بھی ان تمام گروہوں میں کافی واضح ہے۔ حالانکہ آخری رسولؐ حضرت محمدؐ کی رسالت کا اقرار وہ نہیں کرتے ہیں لیکن بنیادی عقائد میں سے آخرت ہی ایک ایسا عقیدہ ہے جو ان سب کے یہاں بالکل مسخ ہو چکا ہے۔ یوم آخر جزا و سزا اور جنت دوزخ کا کوئی واضح تصور ان کے یہاں نہیں ہے۔ کسی کے یہاں آواگون کا عقیدہ ہے، کوئی یوم آخر کو مانتا ہی نہیں اور کوئی حساب و کتاب کا انکار کر کے یہ کہتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ نے پھانسی پر چڑھ کر (نعوذ باللہ) سب کے گناہ معاف کروا دیئے۔ موجودہ توریت، زبور اور انجیل میں بھی آخرت کا تصور بہت مبہم اور دھندلایا ہوا ہے لیکن ویدوں میں بہت تفصیل کے ساتھ دوسری زندگی جزا و سزا اور جنت و دوزخ کے بیانات بہت صاف ستھری شکل میں موجود ہیں۔

آواگون کا عقیدہ ہندو سماج میں بہت بعد کے دور میں آیا۔ گو ایسے آثار ملتے ہیں کہ ویدک دور سے پہلے بھی آواگون کے ماننے والے تھے لیکن ایک پوری قوم بہ حیثیت مجموعی بہت سے جنموں کے عقیدے کی قائل ہو جائے، ایسا کافی بعد میں ہوا۔ کسی عام ہندو سے معلوم کیجیے کہ اگر جزا و سزا کے طور پر بار بار اسی دنیا میں مختلف جسموں میں پیدا ہوتے رہنا ہے تو تمہاری مذہبی کتابوں میں سُورگ (جنت)، نرک (دوزخ)، پرلوک (دوسری

دنیا، آخرت) اور یَم دُوت (موت کا فرشتہ) کا کیا مطلب ہے۔ وہ آپ کو کچھ نہ بتا سکے گا۔ بیشتر ہندو عالم بھی ان کی بیت بے تکی تاویلیں کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ویدوں سے مکمل طور پر کٹ جانے کی وجہ سے آخرت کے عقیدے میں بگاڑ آیا۔ آواگون کیسے آیا، اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس پر ہم ویدوں میں آخرت کی مثالوں کے بعد روشنی ڈالیں گے۔ ابھی اتنا سمجھ لیں کہ آواگون کے سلسلے میں کلیدی لفظ پُنر جنم (पुनर्जन्म) ہی بار بار پیدا ہونے کا انکار کرتا ہے۔ سنسکرت میں پُنر یا پُنہ (पुनः) کے معنی ہیں دوبارہ یا دوسری مرتبہ۔ پُنر جنم کا مطلب ہوا دوسری زندگی یا دوبارہ زندگی، نہ کہ بار بار پیدا ہونا۔ اس سلسلہ میں کچھ ہندو عالموں کے بیانات دیکھیے:

ہندو محققین کا اقرار

• رگ وید میں پنر جنم کا ذکر نہیں ہے[1] حالانکہ خوب ذکر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی نظر سے نہیں گزرا ہوگا۔ ویدوں میں نہ صرف پُنر جنم کا ذکر دوسری حیات کے لیے ہے بلکہ بار بار جنم (آواگون) کا انکار بھی ہے۔[2]

'پنر جنم کے لیے ایک لفظ 'پرتیہ بھاوہ' (प्रेत्य भाव:) ہے ...... وہ

اس سے مختلف ہو کر دوسری دنیا میں جا کر پھر پیدا ہونا ہے۔'[3]

'پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ پنر جنم کا دوسرا نام پرلوک (دوسری دنیا) ہے۔'[4]

'مُردے کا شاستروں میں پرلوک میں جانا کہا ہے......'[5]

• ویدوں میں دوسری زندگی کا وہی تصور موجود ہے جسے قرآن میں معاد یا آخرت کہا گیا ہے ...... ایک اور عالم راہل سانکرتیاین کے خیالات اس موضوع پر دیکھیے ـــ

---

[1] ڈاکٹر رادھا کرشنن۔ اُپنشدوں کی بھومیکا صفحہ ۴۴ مطبوعہ راج پال اینڈ سنز۔ دہلی
[2] مؤلف
[3] کلیان گورکھپور پرلوک اور پنر جنم انک جنوری ۱۹۶۰ء صفحہ ۱۶۴
[4] " " " " " " ۱۶۵
[5] " " " " " " "

قدیم ہندوستانی ادب میں چھاندوگیہ ہی نے سب سے پہلے پنر جنم یعنی دوسری دنیا ہی میں نہیں اس دنیا میں بھی اعمال کے مطابق جاندار جنم لیتا ہے، کی بات کہی۔ شاید اس وقت پچھلے مبلغین نے یہ سوچا ہو کہ جس اصول کی وہ تبلیغ کر رہے ہیں وہ آگے کتنا خطرناک ثابت ہوگا۔"[۱]

"ڈاکٹر فریدہ چوہان لکھتی ہیں۔ ویدوں میں پنر جنم ملتا تو ضرور ہے لیکن اس جنم کے بعد صرف ایک اور جنم کا بیان ہے۔ ہزاروں جنموں کا نہیں۔"[۲]

"شری ستیہ پرکاش ودھیالنکار لکھتے ہیں۔ ویدوں میں آواگون کا اصول نہیں ہے اس بات پر تو میں جوا بھی کھیل سکتا ہوں۔"[۳]

"...... ویدوں میں آخرت ہے یا نہیں، یہ سوال بڑا عجیب سا ہے۔ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی پوچھے کہ انسان کے جسم میں روح ہے یا نہیں۔ پورے کے پورے وید آخرت کی تصدیق کرتے ہیں .... یوم آخر تو آسمانی مذاہب کا ایک بنیادی اصول ہے اور وید پورے کے پورے اس کی گواہی دیتے ہیں ...... ویدوں میں بھی قرآن کی طرح تین اصولوں کو مذہب کے بنیادی اصول مانا گیا ہے۔ ۱۔ توحید ۲۔ رسالت ۳۔ یوم آخر۔"[۴]

چند ہندو محققین کے ان تبصروں کے بعد اب ویدوں میں یوم آخر اور جنت دوزخ کے بیانات دیکھیے۔

ویدوں میں آخرت کا تصور

"اے اگنی اپنی نجات دہندہ طاقتوں سے دار الجزار (पण्य लोक) کا حصول کراؤ۔"[۵]

"اے اگنی اس مردہ انسان کو دوبارہ زندگی ملے گی۔"[۶]

ویدوں میں آخرت کے تصور کی یہ دو مثالیں ہیں۔ بار بار جنم نہ ہو کر دوسری حیات

---

[۱] درشن دگ درشن ص[illegible] [۲] پنر جنم اور وید ص۹۳ [۳] آواگون ص۱۴۳

[۴] وید اور پنر جیون۔ پنڈت درگا شنکر ستیارتھی۔ مطبوعہ ہندی رسالہ کانتی ۸ جولائی ۱۹۶۹ء ص۳۔ اوپر کے حوالے ۱، ۲، ۳ بھی پنڈت درگا شنکر ستیارتھی کے مضمون سے لیے گئے ہیں۔

[۵] رگ وید ۱۰-۱۶-۴ [۶] رگ وید ۱۰-۱۶-۵

کا بھی ذکر آخرت کے لیے ویدوں میں ہر جگہ آیا ہے۔ یہ تصور بہت مبہم نہیں ہے بلکہ نہایت تفصیل کے ساتھ جزا و سزا کا ذکر اور جنت و دوزخ کی تفصیلات ہیں۔ چند مثالیں ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

ویدوں میں جنت کی تفصیلات

"تم وہاں اپنی صداقت کی مدد سے اس مقام کو دیکھنا جو انتہائی وسیع المنظر ہے۔"[۱]

اس منتر کے تشریحی نوٹ میں گرفتھ نے اپنے انگریزی ترجمے میں لکھا ہے کہ سائن اچاریہ کی تشریح کے مطابق یہ مقام جنت ہے۔"[۲]

"تم دونوں شوہر و بیوی میرے پاس صف بستہ کھڑے ہو جاؤ۔ وفادار اس جنت کی دنیا میں پہنچائے جاتے ہیں۔"[۳]

"تمہارے پیرو اپنے صدقات کے ذریعہ خدا کی خدمت کریں گے اور اس کے علاوہ تم جنت کی خوشیوں سے ہمکنار ہو گے۔"[۴]

"جو علم رکھتے ہیں وہ دوسروں سے پہلے زندگی عطا کرنے والی سانس لے کر اس جسم سے نکل کر آسمان میں پہنچ کر اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ جن راستوں سے دیوتاؤں (فرشتوں) نے سفر کیا تھا ان سے گزرتے ہوئے جنت پہنچ جاتے ہیں۔"[۵]

"پاک کرنے والے کے ذریعہ پاک ہو کر ایسے جسم کے ساتھ جس میں ہڈیاں نہ ہوں گی۔ وہ درخشاں اور منور ہو کر روشنیوں کی دنیا میں پہنچتے ہیں۔ ان کے مسرور جسموں کو آگ نہیں جلاتی ہے۔ جنت کی دنیا میں ان کے لیے بڑی لذتیں ہیں۔"[۶]

"شہد کے کناروں اور مکھن سے بنی نہریں جو شراب، دودھ، دہی اور پانی سے لبریز ہوں گی بے پناہ شیرینی ان سے ابل پڑتی ہو گی یہ چشمے جنت کی دنیا میں تجھ تک پہنچیں گے۔

---

۱ رگ وید ۱۰-۲۱-۹ ۲ سائن آچاریہ پہلا مفسر ہے۔ میکس مُلر نے سب سے پہلے وید کو عوام کے سامنے شائع کیا تھا۔

۳ اتھروید ۶-۱۲۲-۲ ۴ رگ وید ۱۰-۹۵-۱۸ ۵ اتھروید ۴-۳۴-۲، ۴-۳۴-۵

کنول کے پھولوں سے بھری ہوئی پیاری پیاری جھیلیں تیرے پاس آئیں گی۔" ۱

یہ تھے جنت کی نعمتوں کے ویدوں میں کیے ہوئے چند وعدے اور اب دوزخ کا بیان دیکھیں۔

دوزخ کی تفصیلات

وید سے پہلے شری مدبھاگوت پران کے چار اشلوکوں کے ترجمے دیکھیے۔ یہاں بھی جو دوزخ کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں وہ قرآنی تصور سے بہت مشابہ ہیں۔

"یہاں اس کے جسم کو بھڑکتی ہوئی لکڑیوں کے بیچ میں ڈال کر جلایا جاتا ہے۔ کہیں خود اور کہیں دوسروں کے ذریعہ کاٹ کاٹ کر اسے اپنا ہی گوشت کھلایا جاتا ہے۔" ۲

"موت کی دنیا کے کتوں یا گدھوں کے ذریعہ جیتے جی اس کی آنتیں کھینچی جاتی ہیں۔ سانپ بچھو وغیرہ ڈسنے والے اور ڈنک مارنے والے جانداروں سے جسم کو اذیت پہنچائی جاتی ہے۔" ۳

"جسم کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کیے جاتے ہیں۔ اُسے ہاتھیوں سے چِروایا جاتا ہے۔ پہاڑ کی چوٹیوں سے گرایا جاتا ہے یا پانی یا گڑھے میں ڈال کر بند کیا جاتا ہے۔ یہ سب سزائیں اور اسی طرح کی اندھ تمس (अन्ध तमिस) اور رورو (रौरव) نامی دوزخوں کی اور بھی بہت سی عقوبتیں، عورت ہو یا مرد، اس روح کو زندگی میں ہونے والے گناہ کے باعث بھگتنا ہی پڑتی ہیں۔" ۴

اور اب رگ وید سے ایک مثال۔

"جو گنہگار ہیں ان کے لیے یہ انتہا گہرائی والا مقام وجود میں آیا ہے۔" ۵

اس منتر کے تشریحی نوٹ میں ویدوں کے انگریزی مترجم گرفتھ نے لکھا ہے کہ سائن آچاریہ کے مطابق یہ مقام نرک یعنی دوزخ (HELL) ہے۔

آخرت، جنت اور دوزخ کی مندرجہ بالا مثالوں کو دیکھیں اور فیصلہ خود کریں کہ قرآن و احادیث میں بیان کردہ اسلامی تصورات سے یہ کتنی مماثلت رکھتی ہیں۔ ہزاروں

---

۱ اتھروید ۴-۳۴-۵ ۲ شری مدبھاگوت پران ۳-۳۰-۲۵
۳ 〃 〃 ۳-۳۰-۲۶
۴ 〃 〃 ۳-۳۰-۲۷، ۲۸ ۵ رگ وید ۴-۵-۵

سال پرانے ویدوں میں یہ بیانات جوان کے ہزاروں سال بعد اس سے ملتے جلتے انداز میں قرآن میں بیان ہوا تھے کیا یہ ثابت نہیں کرتے کہ یہ آسمانی صحائف ہیں؟ لفظی اور معنوی تحریفات سے گذرتے ہوئے، ہزاروں سال کی دھول میں کھوئے ہوئے ان صحائف کو اگر امت کے چند ذمہ داران اللہ کی آخری اور صحیح کتاب قرآن پاک کی روشنی میں صاف کرلیں اور ان میں سے قرآن کی مدد سے ان حصوں کو نمایاں کریں جو دینِ اسلام کی تعلیمات ہیں اور پھر ہندو قوم کی ان کتابوں کی روشنی میں ان کو توحید، رسالت اور آخرت کی دعوت دی جائے تو کیا ان کو ان کے اصل مذہب دینِ قیم کی طرف بلانا زیادہ آسان نہ ہوگا؟

مندرجہ بالا نقل کردہ اشلوکوں اور منتروں کے ترجموں کو دیکھئے۔ کہیں بھی بار بار مختلف جسموں میں جنم لیتے رہنے کا ذکر ملتا ہے؟ ایسا نہیں ہے کہ ہم نے آپ کے سامنے صرف ان منتروں کا ترجمہ پیش کر دیا جن میں آخرت اور جنت و دوزخ کا صحیح تصور موجود ہے بلکہ ویدوں کے کسی حصہ میں آواگون کا ذکر نہیں ہے۔ یہ سب بعد کی اختراع ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں مختلف ہندو محققین کے پیش کردہ حوالے بھی ثابت کرتے ہیں۔

اوپر نقل کردہ وید منتروں کے ترجمے ہم نے سناتن دھرمی ترجمے، آریہ سماجی ترجمے اور گرفتھ کے انگریزی ترجموں کو سامنے رکھ کر کیے ہیں اور اب دیکھیں پنڈت درگا شنکر ستیارتھی کے چند تراجم جو انھوں نے اپنے آخرت سے متعلق مضمون میں دیے ہیں۔

"وہ برقی کوڑے لگانے والا، شیطان کو مارنے والا، ہزاروں خوفناک اور غضب ناک (انسانوں) کا شعور بحال کرنے والا اور سینکڑوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ وہ سائبان والا ہے۔ مرنے والے کو پانچ جنم دینے والا نہیں ہے۔ اے ہندوؤں! تم سب بجلیوں کے مالک کے ہو جاؤ"[1]

"بار بار پیدا ہونے کا ذکر شیطان کی طرح قدیم زمانے کے لوگوں کے ذریعہ کیا جاتا رہا ہے۔ گناہگاروں کی طرح ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو مغلوب کرو۔ مرنے والوں کی دیوی عمر کو جلاتی ہے۔"

---

[1] رسالہ کانتی ۸ جولائی ۹۹ء میں رگ وید ۱ - ۱۰۰ - ۱۲

نوٹ: ترجموں میں بین القوسین الفاظ ہمارے ہیں۔

(یعنی جلدی کرو زندگی کی مہلت ختم ہوتی جا رہی ہے۔)" [1]

"وہ یوم آخر کو بھلا کر اور علم و عقل کو حقارت سے ٹھکرا کر ہمارے مقرر کردہ حدود کو پھلانگ رہے ہیں (یعنی پھلانگ رہے ہیں)" [2]

"اپنے دل کے لیے شیریں زبان حاصل کرکے لوگ اپنے شلوک کو گنتے ہیں (یعنی معرفت حاصل کرکے اپنے گناہوں کا محاسبہ کرتے ہیں) دیوتاؤں کو نمسکار کرنے والے لوگوں سے کہو تمہیں پھر سے دائمی عمر اور ہمیشہ کی زندگی حاصل ہونا یقینی ہے۔" [3]

پنڈت درگا شنکر ستیارتھی نے اپنے مضمون میں اوپر نقل کردہ منتروں [4] کے علاوہ اور بہت سے وید منتروں کا حوالہ دے کر بہت مدلل انداز میں یہ ثابت کیا ہے کہ ویدوں میں آخرت کا عقیدہ بالکل قرآنی عقیدہ کی طرح ہے جس میں یوم آخر میں جزا اور سزا کی دوسری دائمی زندگی کا ذکر ہے۔ آواگون کا ذکر یا بہت سے جنموں کا نہ صرف یہ کہ ذکر نہیں ہے بلکہ اس کی تردید کی گئی ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو مغلوب کرنے کا حکم ہے۔

یہاں ایک اور اہم ترین قابل ذکر بات یہ ہے کہ مندرجہ بالا وید منتر جن کو ہم نے پنڈت درگا شنکر ستیارتھی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ انھیں ہم نے دوسرے تراجم میں دیکھنا چاہا تو معلوم ہوا کہ سارے مترجمین نے بالکل ایک دوسرے سے مختلف ترجمے کیے ہیں جن کے مفہوم ذرا بھی آپس میں میل نہیں کھاتے۔ یہ ہے معنوی تحریفات کی ایک اور مستند مثال۔ جب جب مترجمین نے آسمانی کلام کی اصل سے ہٹنا چاہا اور آخرت کے صحیح عقیدے کو چھپانا چاہا تو اُن میں آپس میں بھی اتفاق نہ رہا اور اُن سبھی نے اپنی پسند کی تاویلات کر لیں۔

---

[1] رسالہ کانتی مارجولائی ۱۹۶۹ء میں رگ وید ۱۔۹۲۔۱۰

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۔۴۔۳

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۔۴۴۔۴

[4] پنڈت جی کے ترجمہ کیے ہوئے منتر ہم نے دوسروں کے ترجموں سے ملائے تو ان منتروں کا یہ ترجمہ ہمیں کہیں نہیں ملا البتہ ان منتروں میں جو سنسکرت کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں اس ترجمہ کی گنجائش محسوس ہوتی ہے۔

آواگون کی اصل حقیقت

ہمیں بہت سے خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں اس خواہش کا اظہار کیا گیا ہے کہ ہندوؤں کے آواگون کے عقیدے پر روشنی ڈالی جائے۔ ویدوں اور ہندو محققین کے جو حوالے ہم نے پیش کیے ہیں اُن سے یہ تو بالکل واضح ہے کہ اصل ہندو مذہب میں موجودہ زندگی کے بعد ہمیشہ کی دوسری زندگی ہی کا تصور تھا لیکن پھر بھی ہر من گھڑت کہانی، ہر دیومالا اور ہر باطل عقیدے کی کوئی نہ کوئی بنیاد ہوتی ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق آواگون کا عقیدہ بھی بالکل بے بنیاد نہیں ہے بلکہ متشابہات کی زبان میں بیان کردہ کچھ حقیقتوں کو قبل از وقت سمجھنے کی کوشش کرنے کی وجہ سے اصل مفہوم خبط ہو گیا اور اس آواگون کی کہانی نے جنم لے لیا۔ آواگون کی کہانی کی اصل بیک گراؤنڈ میں جو بہت سی حقیقتیں ہیں وہ علم متشابہات سے تعلق رکھتی ہیں۔ جن کا عوام کے سامنے بیان کرنا فی الوقت مناسب نہیں ہے۔ البتہ اس پہلو کی کچھ نہ کچھ وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ باطل کو سمجھے بغیر اس پر بھرپور وار نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس افادیت کے پیش نظر ہم ان حقیقتوں میں سے صرف دو کو حتی الامکان محکماتی زبان میں بیان کر رہے ہیں جن کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے آواگون کا عقیدہ وجود میں آیا۔

(الف) انسانی جسم میں کروڑوں اربوں زندہ جاندار موجود ہیں۔ ہمارے جسم میں جو خون گردش کر رہا ہے وہ بھی لاتعداد سرخ اور سفید کیڑوں[۱] (ریڈ اینڈ وہائٹ بلڈ کارپسلس) پر مشتمل ہے۔ جو غذا ہم ترکاریوں، سبزیوں یا گوشت کی شکل میں کھاتے ہیں اس میں لاکھوں جاندار جرثومے (Bacterias) موجود ہوتے ہیں۔ ان جرثوموں میں بہت بڑی تعداد ترکاری یا گوشت پکانے کے بعد بھی زندہ رہتی ہے جو دودھ، انڈا، شہد یا دوسری غذائیں ہم کھاتے ہیں اس کی بھی یہی شکل ہے۔ حد یہ ہے کہ سادہ پانی پینے کی شکل میں بھی ہم روزانہ لاکھوں کروڑوں جانداروں کو اپنے جسم میں داخل کرتے ہیں۔ یہ تمام غذائیں

---

۱ Red and white blood corpuscles

انسانی جسم کے کارخانے میں داخل ہو کر مختلف تبدیلیوں کے عمل (Pı ɔcesses) سے گذر کر خون بنتی ہیں یا آنسو، پیشاب، پاخانہ ودیگر فضلات کی شکل میں خارج ہو جاتی ہیں۔ باپ کی پیٹھ میں جو زندگی کے کیڑے (جرثومۂ حیات) اکٹھا ہوتے ہیں ان میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو ماں کے پیٹ میں داخل ہو کر نشوونما پاکر ایک نئی انسانی جان کی شکل اختیار کرتا ہے۔ جو جرثومے (جاندار کیڑے) ہمارے آنسوؤں، پیشاب، پاخانے اور دیگر فضلات کے ذریعہ جسم سے خارج ہوتے ہیں وہ کہیں کھاد میں شامل ہو کر مختلف پیڑ پودوں کے جسم میں پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں سے کہیں وہ چوپایوں کی غذا کی شکل میں ان کے پیٹ میں پہنچتے ہیں۔ ان میں ایسے جرثومۂ حیات (زندگی کے کیڑے) بھی ہوتے ہیں جو چوپایوں کے بچوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر اُن جانوروں کے فضلات کی شکل میں بھی یہ جرثومے خارج ہوتے ہیں۔ کہیں چونٹیاں، مکھیاں کیڑوں مکوڑوں کی غذا کی شکل میں اُن کے جسموں میں داخل ہوتے ہیں۔ بہت سے جانور، بہت سے دوسرے جانوروں کو کھاتے ہیں۔ مثلاً درندے جب چوپایوں کو کھاتے ہیں تو یہ جرثومے ان کے جسم میں منتقل ہوتے ہیں۔ کچھ اُن کے بچوں کی شکل میں خارج ہوتے ہیں اور کچھ فضلات کے ساتھ خارج ہو کر زمین میں مل کر پھر پیڑ پودوں میں پہنچتے ہیں۔ ان کے ذریعہ پھر کسی اور جگہ کسی اور انسان کی غذا کی شکل میں اس کے جسم میں منتقل ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ ایک لامتناہی نہ ختم ہونے والا سلسلۂ حیات ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ جرثومۂ حیات مختلف شکلوں، جسموں سے گزرتے اور سفر کرتے رہتے ہیں۔ اور سفر کی ہر اسٹیج پر لاکھوں جرثومۂ حیات (زندگی کے کیڑوں) میں سے صرف ایک کسی انسان، جانور یا پیڑ پودے کی شکل میں اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کا سفر ختم ہوتا ہے۔ باقی جرثومے اس انسان جانور یا پیڑ پودے کے جسم سے گذرتے ہوئے کسی اور جسم کی طرف منتقل ہونے کا اپنا عمل جاری رکھتے ہیں جب تک کہ ان کی منزل نہ آجائے۔ یوں سمجھیے کہ ایک انسان کی پیٹھ سے صرف ایک جرثومۂ حیات رحم مادر میں داخل ہو کر بچے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ یہ جرثومہ اپنی منزل کو پہنچ چکا لیکن اسی انسان کے جسم سے خارج ہونے والے دیگر لاکھوں کروڑوں جرثومے

مختلف مقامات پر مختلف شکلوں میں نمودار ہوتا ہیں۔ اس کے فضلات کے ذریعہ زمین میں مل کر ایک پیڑ میں بہت سے جاندار جرثومے پہنچے۔ اب ان میں سے صرف ایک کی منزل آئی جو اس پودے کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ باقی سب جرثومے جو اس پودے کی پتیوں اور رگوں میں مختلف شکلوں میں موجود ہیں ان کی منزل ابھی نہیں آئی۔ وہ کسی بکرے کی غذا بنتے ہیں۔ اب بکرے کے جسم داخل ہو کر والے زندہ جانداروں میں سے صرف ایک کی منزل آئی جو کسی بکری کے جسم میں داخل ہو کر اس کے بچے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ باقی جاندار بکرے کو کھا لینے والے کسی اور جاندار کے جسم میں داخل ہوئے۔ یہاں بھی صرف ایک کی منزل آئی باقی پھر کہیں اور منتقل ہوئے۔ بکری کے دودھ پینے والے انسانوں کے جسم میں بھی داخل ہونے والے جرثوموں میں سے چند کی منزل آئی اور دیگر کہیں اور ان انسانوں کے فضلات کی شکل میں منتقل ہو گئے۔ اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ یہ ہے آواگون کی ایک حقیقت۔ جیسے ہم کسی جگہ سفر کرنے کے لیے مختلف سواریاں بدلتے ہیں: رکشا، ٹرین اور ٹیکسی سے گزرتے ہوئے اپنی منزل پر پہنچتے ہیں اور ان سواریوں میں سے کوئی بھی ہماری منزل نہیں ہوتی۔ اسی طرح مختلف جاندار مختلف سواریوں (جانوں) میں سے گزرتے ہوئے اپنی آخری منزل پر پہنچتے ہیں۔ پچھلی سب اس کی سواریاں [Carriers] تھیں۔ ان جرثوموں، جانداروں کا مختلف پودوں، جانوروں شیر، بھیڑیے، کتے، سور، گائے، بکری اور انسانوں کی شکل میں نمودار ہونا یا ان کے جسموں سے گزرنا 'آواگون' ہے۔ کوئی جرثومہ لاکھوں جسموں سے گزر کر اپنی منزل پا کر کسی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور نہ جانے کتنوں نے آج تک اپنی منزل نہیں پائی۔

اللہ کا قائم کردہ نظامِ حیات ایسا ہے جس کی باریکیوں پر جتنا غور کریں، عقل کی حیرانی بڑھتی جاتی ہے۔ اور قرآنی تنبیہات کی آواز کانوں میں گونجتی ہے "کیا پھر تم غور نہیں کرتے؟ کیا پھر تم تفکر نہیں کرتے؟ کیا پھر تم تدبر نہیں کرتے؟ کیا پھر تم شعور نہیں رکھتے؟ کیا پھر تم بصیرت نہیں رکھتے؟ کیا پھر تم ذکر نہیں کرتے؟"

جب مدبر کائنات کے نظم و حکمت کے مطابق ایک انسان کی شکل میں ایک جرثومہ حیات

نے اپنی منزل پالی تو اس کا سفر ختم ہوا۔ اب اس انسان کو مالک حقیقی کے بتائے ہوئے راستہ کے مطابق زندگی گزارنی ہے۔ اس کی موت کے بعد اس کی اگلی زندگی میں اس کی دائمی جزا و سزا ہے۔ اس کو کسی اور جاندار کی شکل میں اس دنیا میں جنم نہیں لینا ہے۔ البتہ اس انسان کے جسم سے جو دوسرے جاندار گزر رہے ہیں اور جن کا سفر ابھی ختم نہیں ہوا ہے وہ اپنی منزل کی جانب رواں دواں ہیں۔ اس مثال کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے سمجھیں۔

• حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ "مجھ کو یکے بعد دیگرے ہر قرن کے بنی آدم کے بہترین طبقوں میں منتقل کیا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس موجودہ قرن میں پیدا کیا گیا"[۱]

یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جرثومۂ حیات حضرت آدمؑ سے لے کر آپؐ کی پیدائش مبارک تک ہر دور کے افضل ترین انسانی جسموں سے گذرتا ہوا بالآخر آپؐ کے جسم اطہر کی شکل میں ظہور پذیر ہوا

لفظ جرثومۂ حیات (زندگی کے کیڑے) ہماری اپنی مقرر کردہ اصطلاح ہے۔ اس کی کوئی سائنسی اصل نہیں ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ سائنس کا نظریۂ ارتقار (THEORY OF EVOLUTION) اور جینیائی نظریہ (GENETIC THEORY) دونوں ابھی نامکمل ہیں۔ اور خود سائنس ان کے نظریہ یا تھیوری ہونے کو تسلیم کرتی ہے۔ پچھلے صفحات میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کی بنیاد مندرجہ ذیل احادیث ہیں:

• ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مقام نعمان میں بروز عرفہ روحوں سے وعدہ لیا گیا تھا اور آدمؑ کی صلب سے نکال کر ذرّوں کی طرح پھیلا دیا گیا تھا اور ان سے یوں گفتگو ہوئی تھی بتاؤ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب روحیں کہنے لگیں۔ کیوں نہیں ضرور۔"[۲]

• حضرت عطاؒ فرماتے ہیں۔ میثاق کے وقت روحیں حضرت آدمؑ کی پشت سے نکالی گئی تھیں۔ پھر پشت میں لوٹا دی گئیں۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے جس دن حضرت آدمؑ کو پیدا

---

[۱] بخاری۔ بحوالہ مشکوٰۃ۔ باب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔
[۲] بحوالہ تفسیر ابن کثیر (اردو ترجمہ مطبوعہ اعتقاد پبلشنگ ہاؤس۔ دہلی) جلد دوم صفحہ ۲۲۳

کیا۔ اسی دن اُن کی پشت سے قیامت تک کی دنیا میں تمام آنے والی روحیں چیونٹیوں کی طرح نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا اقرار لے لیا تھا اور فرشتے گواہ بن گئے تھے۔" ؎١

مندرجہ بالا حدیث مختلف طریق سے مختلف اسناد کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت تک آنے والی تمام زندگیاں باریک کیڑوں کی شکل میں حضرت آدمؑ کی پشت میں موجود تھیں۔ جیسے ان حدیثوں میں 'ذرّوں کی طرح' یا چیونٹیوں کی طرح' جیسے الفاظ میں سمجھایا گیا ہے۔ اسی کا نام ہم نے اپنی اصطلاح میں 'جرثومۂ حیات' رکھا ہے۔ ان جرثوموں کے مختلف طبقات سے گذرنے کا ذکر جس حدیث میں بیان ہوا ہے وہ پہلے نقل کی جا چکی ہے۔ پھر دیکھ لیجیے۔

'حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسولِ کریمؐ نے فرمایا۔ مجھ کو یکے بعد دیگرے ہر قرن میں بنی آدم کے بہترین طبقوں میں منتقل کیا جاتا رہا ہے یہاں تک کہ میں موجودہ قرن میں پیدا کیا گیا۔'

اس حدیث میں 'بنی آدم' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ رسول اللہ کو بنی آدم کے بہترین طبقات میں منتقل کیا جاتا رہا لیکن یہاں یہ اشارہ موجود ہے کہ دیگر زندگیاں بنی آدم کے بجائے دوسرے طبقات میں بھی منتقل ہوتی رہی ہوں گی۔ واللہ اعلم بالصّواب۔

آج کے سائنسی دور سے پہلے اس متشابہاتی علم کی حقیقت کھلنے کا انجام آواگون کے عقیدے کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ہر آسمانی کتاب میں دو علوم رکھے گئے تھے۔ ایک محکمات کا اور دوسرا متشابہات کا۔ متشابہات کا علم کسی اور دور کے لیے تھا۔ اس وقت اسے کھولنے کی اجازت نہیں تھی۔ رسولِ آخرالزماں حضرت محمدؐ کے جسمانی دورِ مبارک کے چودہ سو سال بعد۔ حادثۂ کعبہ کے بعد وہ دوسرا دور شروع ہونے والا تھا۔ جس میں متشابہات کے علم کی حقیقتوں کو بتدریج کھلنا تھا۔ اس دوسرے دور کو ہم نے کیسے متعین کر لیا۔ اس کے ثبوت ہم قرآن و حدیث کی روشنی میں انشاء اللہ آئندہ کسی موقع پر پیش کریں گے۔ فی الحال صرف اتنا سمجھ لیں کہ انسانی

؎١ روحوں سے ملیے، خوابوں کو سمجھیے۔ صفحہ ٢٥٣۔ ترجمہ: کتاب الروح مصنفہ علامہ حافظ ابن قیمؒ۔ ترجمہ از۔ مولانا راغب رحمانی۔ مطبوعہ: مکتبہ الفلاح۔ دیوبند۔

عقل و شعور جب تک سائنسی دور آجانے کے بعد پختہ نہیں ہوا اُس وقت تک متشابہات کے علم کو کھولنے کی کوششیں آواگون کے عقیدے جیسی گمراہیوں کی شکل میں برآمد ہوئیں۔ اسلام سے قبل دنیا کے تمام دیگر مذاہب کے بگاڑ اور ان کی دیومالاؤں کے پیچھے یہی حقیقت کارفرما تھی کہ انھوں نے علم متشابہات کو قبل از وقت کھولنے کی کوشش کی تھی۔

آواگون کے پیچھے ایک اور حقیقت

آواگون کے بگڑے ہوئے عقیدے کے پسِ پشت جو اصل حقیقتیں پوشیدہ تھیں اور جن کو نہ سمجھ سکنے کے باعث یہ گمراہ کن عقیدہ وجود میں آیا ان میں سے ایک حقیقت کی تفصیل ہم نے اوپر بیان کی۔ اب آواگون ہی کی اصل بنیادوں میں ایک اور پوشیدہ حقیقت ہم بیان کرتے ہیں. اور پھر آپ غور فرمائیں کہ کس طرح صاف ستھرے عقائد سمجھ میں نہ آسکنے کے باعث گمراہیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ چند حوالے ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں جن سے انشاءاللہ صحیح وضاحت ہو جائے گی۔

"سناتن دھرم کی تمثیل زبان کے بارے میں رگ وید[1] نے ہمیں پہلے ہی آگاہ کیا تھا کہ "میں حمد کے پیرائے میں واقعات کو تمثیل میں بیان کرتا ہوں"[2]

"کٹھ سامتی اور کپشٹھل وغیرہ وید کی شاخوں میں ایک سو ایک موتوں کا تذکرہ ہے۔ ان میں حواس کی موت، جہالت کی شکل میں موت، بیماریاں، غم کے ذریعہ صبر کی موت اور شہوانیت و غصہ وغیرہ سو[؟] موتیں ہیں۔ ان سب کا علاج ہے۔"[3]

"ویدوں کا علم حاصل نہ کرنے سے، عمل چھوڑ دینے سے، کاہلی سے، حرام مال کھانے سے برہمن کی موت واقع ہو جاتی ہے....."[4]

"کھلی ہوئی بات ہے کہ بیماری ہو یا گناہ، جہالت ہو یا کاہلی، ان سے آدمی کی حقیقی

---

[1] ۸-۹-۷۱ [2] ہندی رسالہ مارگ دیپ۔ اپریل ۱۹۸۲ء ص ۳
[3] کلیان گورکھپور۔ پرلوک پنر جنم انک۔ جنوری ۱۹۶۶ء ص ۱۲
[4] منتر مہاودگیان I۔ پنڈت شری رام شرما آچاریہ صفحہ ۹

موت نہیں ہوتی لیکن بیماری اُس کے مثالی صحت مند جسم کی موت یقیناً ہے اور گناہ اُس کے مثالی انسانی اخلاق کی موت ہے، اس کی (روحانی) موت ہے۔ جہالت دماغی سمجھ بوجھ اور ہوش وحواس کی موت ہے اور سستی و کاہلی اس کی قوت عمل کی موت ہے (یہ سب روحانی موتیں ہیں) لیکن علاج جسم (بدن) کو سچا علم دماغ کو اور توبہ اس کی روح کو اسی دنیا میں دوسری زندگی (پنر جنم) عطا کر سکتے ہیں"۔[1]

"گناہ کے ذریعہ اندر ہی اندر کس طرح ہماری انسانیت بار بار مر رہی ہے اور آتما (روح) حیوان بن رہی ہے۔ ایک آدمی جیسے ہی لالچ اور اپنی قوم میں لوٹ کھسوٹ کا جرم کرتا ہے خدا کی نظر میں یہ گناہ اس کی روح کو کتے کا روپ دے دیتا ہے۔ جیسے جی اسی دنیا میں کیونکہ کتا ان عیوب کا مظہر ہے۔ شرمناک شہوانیت گویا روح کو اس جرم کی علامت سوّر جیسا بنا دیتی ہے۔ حماقت گدھے جیسا، شیطنت سانپ جیسا، تکلیف دینے کی فطرت بچھو جیسا وغیرہ وغیرہ لیکن آتما کی یہ تبدیلی خدا کی طرف سے آخری سزا نہیں ہوتی۔ وہ تو پر لوک (آخرت) میں بدکاروں پہ گناہوں کے جرم پوری طرح ثابت کرنے کے بعد دے گا"۔[2]

یہ تھی آواگون کے پس منظر میں ایک اور حقیقت۔ ویدوں میں تو صاف صاف صرف ایک بار دوسری دائمی زندگی کا ہی بیان ہے۔ جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں ہندو محققین اور ویدوں کے حوالے پیش کر کے بتا چکے ہیں لیکن ویدک کچھ شاخوں میں سینکڑوں موتوں کا ذکر ملتا ہے۔ اس دنیا کے اسی جسم میں بار بار روحانی طور پر مر کر مختلف حیوانی فطرتوں کا اختیار کرنا گویا ویسا حیوان بن جانے کے مترادف ہے۔ یہ حقیقت نہ سمجھ سکنے کے باعث اسی دنیا میں بار بار جسمانی موت مر کر طرح طرح کے جانوروں کا روپ دھارنے کا عقیدہ آواگون بن گیا۔

یہ ایک مثال ہے کہ کس طرح اصل کتابوں کی اصل تعلیمات کی طرف متوجہ کر کے بگڑے ہوئے اور گمراہ کن عقائد کے ماننے والوں کو صاف ستھرے عقائد پر لایا جا سکتا ہے۔

---

[1] ہندی رسالہ مارگ دیپ۔ اپریل ۱۹۸۴ء صفحہ ۵
[2] ۔۔۔۔۔۔ مئی ۔۔ صفحہ ۱۰-۱۱

باب ۱۲

ویدوں کے کچھ دیگر احکامات

جوئے کی ممانعت:۔ "جوا کھیلنے والے شخص کی ساس اسے کوستی ہے اور اس کی بیوی بھی اسے چھوڑ دیتی ہے۔ جواری کو کوئی ایک پھوٹی کوڑی بھی اُدھار نہیں دیتا۔"[1]

اس کے بعد لگاتار تیسرے منتر سے تیرھویں منتر تک جوئے کے ذاتی اور سماجی نقصانات گنا کر تیرھویں منتر میں کہا گیا......

"اے جواری جوا کھیلنا چھوڑ کر کھیتی کر۔ اس میں جو نفع ہو اسی میں مطمئن رہو۔"[2]

شراب کی ممانعت:۔ "شراب پینے کے بعد اس کا نشہ شراب پینے والے کے دل میں اپنی جگہ بنانے کے لیے جنگ کرتا ہے۔"[3]

"اے خدا یا عبادت نہ کرنے والے انسان شراب پی کر بدمست ہو جاتے ہیں اور وہ تمہیں تکلیف پہنچانے کی طرف مائل ہوتے ہیں اس لیے تم ایسے لوگوں کو دولت ہونے پر بھی اپنا سہارا نہیں دیتے ہو۔"[4]

سود کی ممانعت:۔ "زیادہ دھن حاصل کرنے کی امید سے دھن ادھار دینے والوں کے دھن کو (اے ایشور) تم چھین لیتے ہو۔"[5]

شادی کے رسومات میں آسانی کا حکم:۔ "جن راستوں سے ہمارے دوست رشتے دار لڑکی کے والد کے پاس پہنچتے ہیں، ان راستوں کو کانٹوں سے

---

[1] رگ وید ۱۰-۳۴-۳
[2] رگ وید ۱۰-۳۴-۱۳
[3] رگ وید ۸-۲-۱۲
[4] رگ وید ۸-۲۱-۱۴
[5] رگ وید ۳-۵۳-۱۴

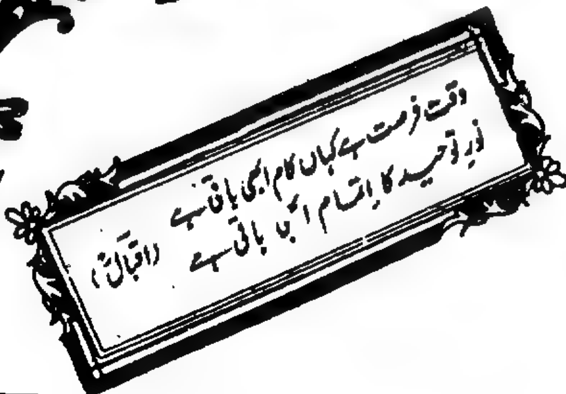
صاف اور آسان کرو۔" [1]

مرد کو عورتوں کے کپڑے پہننے کی ممانعت:۔ "اگر شوہر بیوی کے کپڑے پہنے تو اس پر جادوئی طاقتوں کا عذاب ہوتا ہے۔" [2]

عورت کی گھریلو زندگی کا حکم:۔ "وہاں تم سب سے اچھی گھر والی بنو اور شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے گھر کے ملازمین پر راج کرو۔ اے عورت شوہر کے گھر میں ماں بن کر سکھ پاؤ۔ شوہر سے محبت کے رشتے قائم کرو اور بڑھاپے کی عمر تک اپنے گھر میں راج کرو۔" [3]

عورت کی حیا کے احکامات:۔ "چونکہ برہما نے تمہیں عورت بنا لیا ہے اس لیے نظریں نیچی رکھو اوپر نہیں۔ اپنے پیروں کو سمیٹے ہوئے رکھو۔ ایسا لباس پہنو کہ کوئی تمہارا جسم دیکھ نہ سکے۔" [4]





---

[1] رگ وید ۱۰۔۸۵۔۲۳ [2] رگ وید ۱۰۔۸۵۔۳۰
[3] رگ وید ۱۰۔۸۵۔۲۵، ۲۶، ۲۷ [4] رگ وید ۸۔۳۳۔۱۹

باب ۱۴

احادیث اور پُران پیشینگوئیوں کی یکسانیت

مختلف پرانوں میں کلیگ (موجودہ دور) کے خاتمے کے قریب دنیا میں پھیلی برائیوں کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ ہم ذیل میں ہری ونش پران اور وشنو پران کے کچھ حصے نقل کر کے حدیثوں میں آخری زمانے کے حالات کی پیشین گوئیوں سے اس کا تقابل پیش کر رہے ہیں:

احادیث

حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت آنے سے پہلے جھوٹوں کی پیدائش بڑھ جائے گی لہٰذا ان سے بچے رہنا۔

(مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرنا۔ سوال ہوا امانت کیسے تلف ہوگی؟ فرمایا جب حکومت اور سلطنت کا کام نااہل لوگوں کے سپرد ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرنا۔

(بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا جب مالِ غنیمت کو دولت قرار دیا

ہری ونش پُران اور وشنو پُران

غیر ضروری ہونے پر بھی لوگ جھوٹے وعدے کریں گے اور قسمیں کھائیں گے۔

کلیگ میں راجا اپنی عورتوں کے غلام بن کر رعایا کی حفاظت سے بے پرواہ ہو جائیں گے، بہادروں کا تخت و تاج پر حق نہیں رہے گا۔ حکومت کرنے والے کمینوں کا طرزِ زندگی اپنائیں گے۔ دنیا کے سبھی لوگوں میں چوری کے رجحان میں اضافہ ہوگا۔ ایک دوسرے کا مال ہڑپ کر کے امیر بننا چاہیں گے۔ نیچی فطرت والے ہی نہیں، اونچے کہلانے والے بھی قرض لے کر ہڑپ کر جائیں گے

جانے لگے..... جب مرد بیوی کی اطاعت کرنے لگے..... جب قوم وجماعت کے سربراہ اس قوم وجماعت کے کمینے شخص ہونے لگے..... اور جب آدمی کی تعظیم اس کے شر اور فتنہ کے ڈر سے کی جانے لگے۔

(ترمذی)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ کریمؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا جہالت کی زیادتی ہوجائے گی۔ زنا کثرت سے ہونے لگے گا۔ شراب بہت پی جائے گی۔ مردوں کی تعداد کم ہوجائے گی عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی یہاں تک کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کرنے والا ایک مرد ہوگا۔

(متفق علیہ)

اس وقت دولت کی ہی پوجا ہوگی۔ شریف بے وقعت ہو جائیں گے اور کمینوں کو کوئی ملامت نہیں کرے گا۔

اس یگ کے آخر میں یہی حالت نظر آئیں گے علم و دھرم کو بیچنے والے ہو جائیں گے۔ خواص اور عالم دونوں مذہب کی آڑ میں بے راہ روی اپنائیں گے۔ کلیگ میں عالم اپنی عبادتوں کا سودا کریں گے۔ عورتیں اپنی خوب صورتی کو بیچنے لگیں گی۔ پوری زمین بدکار عورتوں سے بھر جائے گی۔ عورتیں غریب شوہر کو چھوڑ کر دولت سے ہی شادی کریں گی۔ جنسی بے راہ روی کی یہ حالت ہوگی کہ پانچ یا سات سال کی لڑکی اور آٹھ یا دس سال کے لڑکوں کی اولادیں ہونے لگیں گی۔ نیچ لوگ شراب کباب چھوڑنے کا بہانہ کرکے صاحب رائے اور صاحب نظر کہلائیں گے لیکن در اصل ویدوں کے خلاف زندگی گذاریں گے۔ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوجائے گی۔

نوٹ: ہری ونش پران اور وشنو پران کے یہ مضامین ہم نے ان دونوں پرانوں میں پنڈت اشری رام شرما کی لکھی ہوئی مجموعہ "کلکی اوتار" سے لفظ بلفظ لئے ہیں۔

باب ۱۴

ویدک دھرم میں کعبہ کی حقیقت

احمدؐ کا ذکر ہو، محمدؐ کا ذکر ہو، آخری علم (قرآن) کا ذکر ہو اور کعبہ کا ذکر نہ ہو، یہ کیسے ممکن ہے ؟ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ ہندو قوم کا کعبہ سے بہت گہرا تعلق ہے۔ ان کی مختلف طواف نما عبادات اسی کا مظہر ہیں۔ علامتیں باقی رہ گئی ہیں۔ اصل کعبہ کو یہ بھول گئے۔ ان کے تمام پرانے اہم منادر کا قبلہ رُخ تعمیر ہونا (جس کی وجہ انہیں نہیں معلوم) اس کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے ویدوں اور پرانوں میں کعبہ کے لیے بہت سے الگ الگ نام ہیں۔ آج بھی بہت سے ہندو خواص اس حقیقت سے واقف ہیں لیکن عوام لاعلم ہیں۔ ویدوں کے منتروں کے ترجموں کی حالت ایسی ہے کہ ان ترجموں کی مدد سے کعبہ کے بیانات ویدوں میں ثابت کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ ویدوں میں حقیقت کعبہ بہت طویل اور پیچیدہ موضوع ہے جس کا حق باقاعدہ ایک پوری کتاب سے ہی ادا ہو سکتا ہے۔ بہرحال کعبہ کے لیے ویدوں اور پرانوں میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کا تجزیہ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں جس سے کم از کم یہ ثابت ہو سکے کہ کعبہ کے بیانات مختلف ناموں سے ہندو مذہبی کتب میں بکثرت موجود ہیں کعبہ کو ویدوں اور پرانوں میں جن ناموں سے پکارا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

اِلاسپد	इलास्पद
نابھاپرتھیویا	नाभा पृथिव्या
آدِ پُشکر تیرتھ	आदि पुष्कर तीर्थ
مکتیشور	मक्तेश्वर
اِلایاسپد	इलायास्पद
نابھی کمل	नाभी कमल
دارُوکابن	दारु काबन

یہ تمام نام ویدوں اور پرانوں میں ایسے عظیم ترین تیرتھ (مقدس مقام) کے لیے استعمال ہوئے ہیں جس کا محل وقوع معلوم نہیں ہے۔ جی نہیں ایسا نہیں ہے کہ ہزاروں سال قدیم یا قبل از تاریخ ہونے کی وجہ سے اس کا مقام علم میں نہیں رہا۔ ہندو کتب میں بیان کردہ دیگر تمام مقامات اور شخصیات کو 'اپنائیت' اور 'عقیدت' کے جذبے کے تحت ہندوستان سے منسوب کر لیا جاتا ہے چاہے ان کی کوئی تاریخی حیثیت نہ ہو۔

شری رام اور شری کرشن کی کوئی تاریخی سند نہیں ہے اس کے کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہیں کہ شری رام کا تعلق موجودہ ایودھیا سے تھا اور شری کرشن کی جائے پیدائش موجودہ متھرا تھی لیکن ان شخصیات سے ہندو عوام کی اتنی عقیدت ہے کہ ثبوت نہ ہونے کے باوجود ایودھیا اور متھرا کو ان شخصیات کی جائے پیدائش قرار دے دیا گیا۔ پھر اب ایسا کیوں ہے کہ ویدوں اور پرانوں میں بیان کردہ یہ عظیم ترین تیرتھ ہندوستان میں کہیں نہیں تصور کیے جا سکتے؟ اس کا محل وقوع نامعلوم کیوں قرار دیا جاتا ہے۔ آیئے اس تیرتھ کے ان سارے ناموں پر غور کریں۔

اِلاسپَد (इलास्पद) 'ال'۔ 'ایلیا'۔ 'اِلاّ'۔ 'الایا'۔ یہ سب الفاظ معبود کے معنوں میں سنسکرت زبان اور ویدوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اس کا ذکر ہم باب منبر میں کر چکے ہیں۔ 'س' (स) یہاں زائد ہے اور 'پد' (पद) کے معنی ہیں مقام۔ اس طرح 'اِلاسپد' کے لفظی معنی ہوئے 'مقام اِلا'۔ سر مونیر ولیم [Sir M.Monier Williams] کی سنسکرت انگلش ڈکشنری میں اس لفظ 'الاسپد' کے آگے لکھا ہے۔ Name of Tirth۔ یعنی یہ ایک تیرتھ کا نام ہے ویدوں کے انگریزی مترجم گرفتھ نے اس کا ترجمہ Ila's Place کیا ہے یعنی اِلا (اللہ) کا مقام۔ انھوں نے 'اِلا' کسی دیوتا کا نام تصور کیا ہے۔

اِلایاسپَد (इलायास्पद) یہ لفظ الاسپد کا ہم معنی ہے

پنڈت شری رام شرما آچاریہ نے ویدوں کے اپنے ہندی ترجمے میں اس کا ترجمہ पृथ्वी का पवित्र स्थान. کیا ہے یعنی زمین کا مقدس مقام۔

نابھاپرتھیویا (नाभा पृथिव्या) نابھ کے معنی ہیں ناف اور پرتھوی کے معنی زمین۔ اس طرح نابھا پرتھیویا کا مطلب ہوا "ناف زمین"۔ تمام مسلمان اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ کعبہ کو ناف زمین کہا جاتا ہے۔ اب ایک وید منتر دیکھیے۔ جہاں یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں:

इलापास्त्वा पदे वयं नाभा पृथिव्या अधि

ترجمہ: ہمارا مقام الٰہ ناف زمین پر ہے[1]

اب بتایئے الا یا سپد کون سا متبرک مقام ہے؟ ویدوں کی اس تعریف کے بعد کیا کوئی شک باقی رہ جاتا ہے؟

یہ منتر رگ وید کے ۳-۲۹ سلسلے کا چوتھا منتر ہے اس کے آگے کے تمام منتروں کا ترجمہ دینا یہاں طوالت کا باعث ہو جائے گا لیکن اسی سلسلہ میں گیارھویں منتر کا ترجمہ اس کو بالکل واضح کر دیتا ہے کہ یہ کعبہ ہی کا بیان تھا کیوں کہ گیارھواں منتر رسول اکرمؐ سے متعلق ہے۔ رگ وید ۳-۲۹-۱۱ میں کہا گیا ہے کہ:

"جب اگنی (احمدؐ) جسمانی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں تب وہ آسُر (بعد میں آنے والے) اور نراشنس (محمدؐ) کہلاتے ہیں"

آیئے اب باقی کلمہ الفاظ پر غور کریں۔

نابھی کمل (नाभि कमल) پدم پران میں کہا گیا ہے یہ وہ تیرتھ ہے جہاں سے سرشٹی (सृष्टि) یعنی مخلوق کی پیدائش کا آغاز ہوا۔

قرآن شریف میں ہے کہ پہلا گھر بنی نوع انسان کے لیے بنایا گیا مکہ میں ہے۔[2] اور تخلیق کائنات کے مرحلوں میں کعبہ کی پیدائش کے بارے میں ہمیں حدیث سے معلوم ہوتا ہے:

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ مجاہدؒ۔ قتادہؒ اور سدیؒ نے فرمایا کہ آسمان و زمین کی پیدائش کے زمانے میں پانی کی سطح سے سب سے اول کعبہ کا مقام نمودار ہوا۔ شروع میں یہ سفید

---

[1] رگ وید ۳-۲۹-۴
[2] آل عمران: ۹۶

جاگ تھے جو منجمد ہو گئے تھے۔ پھر اس کے بعد زمین اس کے نیچے سے پھیلائی گئی۔ ؎۱

ناسبی کمل کی نابجا پر تیسویا سے لفظی مناسبت پر غور کیجیے اور پدم پران میں دی گئی اس کی تعریف پر غور کیجیے۔ کیا یہ کعبہ کے سوا کچھ اور ہو سکتا ہے؟

ہری ونش پران (हरिवंश पुराण) میں ناسبی کمل کا بیان دیکھیے۔ حالانکہ یہاں کچھ دیومالائی رنگ آ گیا ہے۔ لیکن حقیقت کو آپ اس قصہ میں سے بہ آسانی نکال سکیں گے۔

"بھگوان نے مخلوق کو پیدا کرنے کے ارادے سے اس کمل کو بنا کر اس کے اوپر سب سے بڑے عبادت گذار تمام جانداروں کے خالق برہما جی کو مقرر کر دیا۔ اس میں پوری زمین کی صفات پائی جاتی تھیں۔ اس (برہما جی) کا تخت زمین ہی تھی۔ اس (زمین) کے درمیان سے نکلنے والی کونپلیں پہاڑوں میں تبدیل ہو گئیں۔ ان پہاڑوں کا درمیانی حصہ ہی جمبودویپ [जम्बूद्वीप] ہے۔ ؎۲ بڑی عبادتوں کا مرکز اور عمل کرنے کی زمین اس ناسبی کمل کی جو چکر دیاں ہیں انہیں ہی زمین کے اندرونی حصہ کے پہاڑ (اور دھاتیں) سمجھنا چاہیے۔ ایسا مقام ہے جسے سمجھنا بے حد مشکل ہے جو غیر آریہ قوم سے بھرا ہے۔ کمل کے نیچے شیطانوں کے لیے پاتال۔ اس کے بھی نیچے نرک (دوزخ)، ناسبی کمل کے چاروں طرف جو کیسر تھے انہی کو ایکتا کا مرکز کہا جاتا ہے۔ اور اس کے چاروں طرف پایا جانے والا پانی (زمزم) کو چار سمندر کہا گیا ہے۔ زبردست علوم کے مالک پرانے مہارشیوں نے اسی طرح بتلایا ہے کہ یہ ناسبی کمل ہی دنیا کی پیدائش کی جڑ ہوتا ہے۔ اسی ناسبی کمل سے پہاڑ، ندی اور دنیا کے مختلف خطے پھیلے تھے۔" ؎۳

(ہندی سے اردو ترجمے میں بین القوسین الفاظ ہمارے ہیں)

؎۱ معرفت کعبہ ص ۵۔ رہبر فاروقی۔ بحوالہ تفسیر مواہب الرحمٰن مولانا امیر علی جلد ۴ ص ۱۵

؎۲ جمبودویپ = جمبو (جن) + امبو (अम्बु) + دویپ (द्वीप)

یعنی ← جیون + پانی + جزیرہ

یعنی ← ایسا پانی جہاں سے جیون شروع ہوا

یعنی ← کعبہ

؎۳ (ص ۴۹۹ تا ۵۰۱) ہری ونش پران بھاگ ۲ پنڈت شری رام شرما آچاریہ

آدِ پُشکر تیرتھ (आदि पुष्कर तीर्थ)

لفظی معنی میں پرورش کرنے والے کا سب سے قدیم تیرتھ۔ یہ بھی پدم پران میں ناف کمل کے لیے استعمال ہوا ہے۔

" جو دل میں کبھی پُشکر تیرتھ کی خدمت کی خواہش کرتا ہے اس کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں...... جو پُشکر تیرتھ کی یاترا کرتا ہے وہ لافانی ثواب کا حقدار ہوتا ہے۔ ایسا میں نے سنا ہے...... سب تیرتھوں میں پُشکر ہی قدیم ترین تیرتھ بتایا گیا ہے۔ قدیم پُشکر جاکر اشنان کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ [1]

جہاں اشنان کرنے کا ذکر آیا ہے یہ زمزم کا تذکرہ معلوم ہوتا ہے اس سے قبل ص ۹۵ پر کہا گیا ہے کہ "یہ رشیوں کا خفیہ ترین راز ہے"۔

دارو کا بن (दारु काबन)

سنسکرت میں ' دار ' کے معنی ہیں بیوی اور ' وَن ' معنی " جنگل " بائیبل میں سکاشفات جنا کے ۱۲ ویں باب میں کعبہ کو عورت کہا گیا ہے اور مکّہ کو قرآن میں اُم القرا یعنی بستیوں کی ماں کہا گیا ہے؛ اور عرب کو جنگل کہا جاتا ہے اس پیچیدہ تفصیل کو چھوڑتے ہوئے کہ کس طرح دارو کا بن کا مطلب ' کعبہ ' ہوتا ہے۔ آپ براہ راست دارو کا بن کے ڈکشنری میں معنی دیکھیں "نالندہ وشال شبد ساگر" میں اس لفظ کے آگے جو معنی لکھے ہیں وہ یہ ہیں:

"ایک بن (جنگل)، کا نام جسے تیرتھ سمجھا جاتا ہے۔"

یہ لفظ جس وید منتر میں استعمال ہوا ہے اس کا ترجمہ دیکھ لیجیے۔

"اے پوجا کرنے والے دُور دیش میں ساحل سمندر کے قریب جو دارو کا بن ہے وہ انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے اس میں عبادت کر کے ان کی مہربانی سے جنت میں پہنچو"۔ [2]

وید منتر خود بتا رہا ہے کہ " دارو کا بن ' کہاں ہے۔

---

[1] پدم پران نمبر اکتوبر ۱۹۴۴ء ص ۹۶ کلیان گورکھ پور

[2] (رگ وید ۱۰-۱۵۵-۳)

مکتیشور (मक्तेश्वर) مکہ کے اس تیرتھ کو، داڑو، کہہ کر اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ تیرتھ اس دیش میں نہیں ہے۔ [۱]

Sir M.Monier Williams) مونیر کی سنسکرت انگلش ڈکشنری سے ایک لفظ کے معنی دیکھ لینا کافی ہوں گے۔

मख (مکھ) ⟶ The City Of Mecca, Yagya.

یعنی مکہ شہر، قربانی کی جگہ،

مکتیشور کا مطلب ہوا ”خدا کا مکہ“ یا خدا کے لیے قربانی کی جگہ۔“

یکچھ مثالیں تھیں جن کی مختصر تفصیل ہم نے بیان کی۔ ان کے علاوہ بھی مختلف مقامات پر کعبہ کے لیے مختلف نام آتے ہیں مثلاً سیتا، مندار ورکچھ، (मन्दार वृक्ष) جمبو دیپ (जम्बू द्वीप) وغیرہ۔





یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ
اقبال



[۱] کلیان جنوری ۱۹۰۰ء ص ۲۲۵

باب ۱۵

شری رام و کرشن کون تھے؟[1] وید بتاتے ہیں

اصل حقیقت کی تلاش ضروری ہے

ویدوں کو پڑھیے، اور رامائن و مہابھارت کا مطالعہ کیجیے تو حیرت ہوتی ہے کسی طرح یقین نہیں آتا کہ یہ سب ایک ہی مذہب سے متعلق چیزیں ہیں۔ شری رام اور شری کرشن پر بنے ہوئے دیگر قصوں کا ذخیرہ ذکر ہی کیا کریں۔

شری رام اور شری کرشن کی شخصیتوں سے اتنے افسانے منسوب ہیں کہ عام حقیقت پسند ہندو کو انھیں تسلیم کرنے میں زبردست پس و پیش ہے اس کے باوجود وہ ان ناقابلِ فہم شخصیتوں سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ قرآن اور سنت کی روشنی میں ویدوں کے مطالعہ سے اگر ہندو دھرم کے موجودہ رائج عقیدوں کو ان کے اصل دین قیم پر لایا جا سکتا ہے تو یہ بھی بے حد ضروری ہے کہ ان غیر ویدک قصوں کی اصل حقیقتوں کو ہم تلاش کرنے کی کوشش کریں کیوں کہ عقائد درست ہونے کے بعد اگر ان کو اپنی مقدس شخصیات کو چھوڑنا نہ پڑے تو انھیں اس صحیح دین پر واپس آنے میں کوئی تامل نہ رہے گا جیسے (منو) حضرت نوحؑ نے ان کے سامنے پیش کیا تھا اور جو ہر نبی اپنی امت کے سامنے پیش کرتا آیا ہے اور آخر میں جسے حضرت محمدؐ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ کیا آپ عیسائیوں سے حضرت عیسیٰؑ کو چھوڑ دینے کی بات کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں ان کے عقیدے کی درستگی ہی کی کوشش کریں گے اور انھیں بتائیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ

[1] حاشیہ صفحۂ آئندہ پر

کو تو ہم بھی اپنا رسول مانتے ہیں اگر یہی صورتِ حال ان مقدس ہستیوں کے ساتھ بھی ہو، اور تحقیق کرنے کے بعد ہم ہندو قوم کو بتا سکیں کہ ان مقدس شخصیات پر تو ہمارا بھی ایمان ہے لیکن اس شکل میں نہیں کہ ان کے ساتھ طرح طرح کی غلطیاں منسوب کی جائیں تو یہ تبلیغِ دین کے مشن کی کتنی بڑی خدمت ہوگی۔ آپ کی نظر سے پہلے ہی گذر چکا ہے کہ ہمارے اسلاف میں سے بہت سے حضرات ان ہستیوں کے نبی ہونے کے امکان سے انکار نہیں کرتے تھے۔ اور ان کے نام کی بے ادبی کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ آج بھی ہمارے بہت سے علماء کا یہی مسلک ہے لیکن کوئی واضح تصور ان شخصیتوں کے متبرک ہونے کا ہمارے پاس نہیں ہے۔ کیونکہ آج تک ہم نے انھیں اسی روشنی میں دیکھا ہے جس میں ہندو قوم نے انھیں ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔

ہندو ذہن کی کش مکش

ہندو ذہن کے اقرار اور انکار کی درمیانی کیفیت کا اندازہ گاندھی جی کی تحریر سے لگائیں۔ وہ لکھتے ہیں

"رامائن اور مہابھارت میں ہر عظیم شخصیت کو جو کچھ کہا گیا ہے سب کو میں نقطہ بہ نقطہ نہیں تسلیم کرتا ہوں۔ ان میں مختلف انداز میں ضروری اصولوں کا بیان ملتا ہے۔ میں رام اور کرشن کو ایسا نہیں مانتا ہوں کہ ان سے کبھی غلطی نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ دونوں تصانیف میں ان کی سیرت ملتی ہے۔ ان کو حرف بہ حرف تسلیم کرنے سے ہمارا دم گھٹنے لگے گا اور ہر طرح کی ترقی رُک جائے گی۔" [1]

دیکھا آپ نے۔ چھوڑ بھی نہیں سکتے اور اس شکل میں تسلیم بھی کرنے میں ہچکچاہٹ ہے جس شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ دراصل کوئی معیار نہیں جس پر پرکھ کر صحیح اور غلط کو الگ کر سکیں۔ وہ معیار تو صرف آخری اور غیر تبدیل شدہ دین ہی ہو سکتا ہے لیکن اس کی روشنی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) سے شری رام اور شری کرشن کی اصل حقیقتیں سمجھنے کے لیے ایک پوری کتاب کی ضرورت ہے۔ موجودہ کتاب میں ہم صرف چند صفحات میں کچھ ضروری چیزیں پیش کر رہے ہیں۔ ان صفحات کے کچھ حصے اگر تشنہ رہ گئے ہوں تو ہم معذرت خواہ ہیں۔

[1] اہنسا اور ستیہ، مرتبہ: شری رام ناتھ سمن ص ۱۰

میں کسی نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ خیر! اور دیکھیے:

"تلسی داس جی نے رام کے منہ میں کتنی ہی باتیں ڈالی ہیں جن کا مطلب میں نہیں سمجھتا بالی سے متعلق سارا بیان ایسا ہے۔"[۱]

"گیتا تاریخی گرنتھ نہیں ہے لیکن مادی زندگی میں چھڑی جنگ کے ماحول میں ہر انسان کے دل میں لگاتار چلنے والی کشمکش کا ہی اس میں بیان ہے...... مہابھارت پڑھنے کے بعد میرا یہ خیال اور پختہ ہو گیا...... مہابھارت کو میں لفظی معنوں میں تاریخی نہیں مانتا۔ ویاس بھگوان نے اس کا استعمال صرف دھرم کا درشن کرانے کے لیے ہی کیا ہے.... گیتا کے کرشن خیالی ہیں۔ میرا مطلب کرشن نام کے اتارے گئے انسان کا انکار کرنا نہیں ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مکمل (مثالی) کرشن تصوراتی ہیں۔ مکمل اوتار کا انتساب ان پر بعد میں ہوا ہے۔"[۲]

مزید لکھتے ہیں:

"شاستروں (مذہبی کتابوں) کے وہ معنی جو حق کے خلاف ہوں صحیح نہیں ہو سکتے۔"[۳]

دھرم گرنتھوں کے نام پر جو کچھ چھپتا ہے اس میں سبھی کو کلامِ الٰہی نہیں سمجھنا چاہیئے۔[۴]

شری رام اور شری کرشن کے زمانے

ہندوؤں کے اس تردد کو سمجھنے کے بعد آیئے دیکھیں کہ شری رام اور شری کرشن کے زمانے کے سلسلے میں ہندو گرنتھ کیا کہتے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ شری رام تریتا یگ میں پیدا ہوئے تھے اور شری کرشن دواپر میں۔ اب پہلے تریتا اور دواپر کو سمجھیے۔ ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق زمانے چار ہیں۔ سب سے پہلے ست یگ تھا۔ جب حق ہی حق تھا۔

---

[۱] انسا اور ستیہ، مرتبہ: شری رام ناتھ سمن صفحہ ۱۳

[۲] ہریجن ۲۸ نومبر ۱۹۳۶ء ص ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ انا سکتی یوگ، گاندھی جی کا ترجمہ گیتا ص ۱۴۔۱۵۔۱۶

[۳] انسا اور ستیہ مرتبہ شری رام ناتھ سمن ص ۳

[۴] استریوں کی سمسیائیں۔ گاندھی جی۔ بحوالہ ہریجن ۲۸ نومبر ۱۹۳۶ء

اس کے بعد تنزل آتا رہا۔ اگلا زمانہ تریتا یُگ کہلاتا ہے۔ اس کے خاتمہ کے بعد دُواپر یُگ شروع ہوا اور دواپر کے ختم ہونے کے بعد موجودہ کل یُگ کا دور شروع ہوا۔ کل یُگ پھر جب ختم ہو جائے گا تو دوبارہ ست یُگ آئے گا۔ ان سارے یُگوں میں کل یُگ سب سے چھوٹا ہے جو متفرق بیانات کے مطابق حضرت نوحؑ کے سیلاب یا اس سے قبل سے شروع ہوا تھا اور ابھی جاری ہے۔ باقی سب یُگ لاکھوں سال کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارے عقیدہ کے مطابق جب سے زمین پر ہندوستانی زندگی کی شروعات ہوئی۔ ہندو عقیدے کے مطابق دُواپر اس سے پہلے اور تریتا اس سے بھی پہلے اور ست یُگ ان سب سے پہلے لاکھوں سال یا کروڑوں سال پر پھیلے ہوئے زمانے ہیں۔ انہیں زمانوں میں شری رام اور شری کرشن کا وجود مانا جاتا ہے جسے اگر ہم صحیح تسلیم کریں تو ہمارے عقیدے کے مطابق یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ شخصیات انسانی جسموں کے دور سے پہلے کی ہیں۔ انسانی جسم کے دور سے پہلے لاکھوں سال پر پھیلے ہوئے سلسلے کی روایات ہمارے یہاں بھی ملتی ہیں۔ اس وقت زمین پر جنوں کا راج تھا اور ان میں بھی بہت سے رسول آئے۔ خیر یہ ایک الگ موضوع ہے لیکن یہ واضح ہے کہ شری رام اور شری کرشن کا وجود اگر تھا تو یہ اس زمین پر انسانی جسم سے پہلے کی بات ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دنیا کی اکثر دیومالاؤں کے پیچھے حقیقتِ احمدی کا بگڑا ہوا تصور ہے۔ کہیں ان قصوں کا تعلق بھی اسی سے تو نہیں؟ پہلے شری رام کو لیں۔

شری رام کی کہانیاں تمام دنیا میں

آج ایک عام تصور یہ ہے کہ شری رام کی عزت یا پرستش صرف ہندوستان میں ہوتی ہے۔ جی نہیں۔ رام کی دیومالائیں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی ہیں۔

• جاوا میں وشنو کے اوتار رام کے لیے اتنی عقیدت تھی کہ انھیں وہ غیر ملکی نہیں مانتے تھے بلکہ وہ رام کی جائے پیدائش جاوا ہی مانتے تھے۔ رام کتھا کا پرچار وہاں گھر گھر میں تھا۔[1]"

"تھائی لینڈ کے سمراٹوں کا رام لقب۔ قدیم راجدھانی کا ایودھیا نام اور متعدد دُکانوں"

---

[1] منتر مہاد گیان جلد ۱ پنڈت شری رام شرما صفحہ ۵۰

سڑکوں اور ہوٹلوں کے رامائن کے کرداروں پر نام، اداکاری اور ڈراموں میں رام کے موضوع کی مقبولیت سے صاف ظاہر ہے کہ رام کتھا تھائی تہذیب کی ایک جیتی جاگتی اور مقبول روایت ہے۔"[1]

"انڈونیشیا میں بھی رام کلچر ملتا ہے۔ ملیشیا اسلامی ملک ہے لیکن رام کتھا کے بغیر وہاں کے باشندوں کا کوئی کام پورا نہیں ہوتا۔ سلطان کے القاب میں سے ایک لقب ہے سری پاڈکا (सिरिपादुका) جس کا مطلب ہے جیسے بھرت رام کے نمائندے کی شکل میں ایودھیا میں کام کرتے تھے اس طرح ملیشیا کے سلطان رام کے نمائندے ہیں۔ تھائی لینڈ کے موجودہ نریش کا لقب رام ہے۔ وہاں کے مشہور زمانہ مندر 'ایمرالڈ بدھا (Emerald Budha) کی واٹ (گیلری) میں پوری رامائن دیواروں پر لکھی ہے..... انڈونیشیا سمیت ان سبھی ملکوں میں رامائن کا پاٹھ باقاعدہ طریقے سے ہوتا ہے اور یہ کسی مذہب کے لیے خاص نہیں ہے۔ جزیرہ بالی کا عیسائی معلم عیسائی منتروں کے ساتھ رامائن کا مطالعہ بھی کرتا ہے۔ ملیشیا کے مسلمانوں کے نکاح کے موقع پر جب تک رامائن کا کوئی سین نہیں کھیلا جاتا تب تک شادی کی رسومات پوری نہیں مانی جاتیں۔"[2]

"اس مضمون کا مقصد اُردو داں اصحاب کو مسٹر ملاّدی وینکٹا رتنام، سابق وائس پرنسپل گورنمنٹ ٹریننگ کالج، راج مہندری، دکن کی ایک تصنیف سے متعارف کرانا ہے۔ جس کا نام ہے "رام مصر کا فرعون ہے۔"

یہ نسبت حیرت خیز معلوم ہوتی ہے لیکن مطالعہ کے بعد استہزا استعجاب سے بدل جاتا ہے۔"[3]

مندرجہ بالا تحریروں پر کسی کو حیرت نہ ہو۔ تبلیغی جماعت کے ساتھ آنے والے ملیشیا کے

[1] (ڈاکٹر شیو پرشاد سنگھ۔ دھرم یگ ۳ر اپریل ۱۹۷۶ء ص ۸)
[2] وشنو پربھاکر۔ نونیت ہندی ڈائجسٹ۔ جون ۱۹۶۸ء ص ۸۵-۸۶
[3] معارف جلد ۳۶ جنوری تا جون ۱۹۳۷ء۔ از: سید سلیمان ندوی ص ۱۰۶

ایک نوجوان سے ہم نے انڈونیشیا اور ملیشیا کے بارے میں مندرجہ بالا کی تحقیق کی تو انھوں نے زیادہ تر کی تصدیق کی۔ تھائی لینڈ کی راجدھانی بنکاک کا نام تو ابھی کچھ عرصہ پہلے تک ایودھیا تھا اور مصر کے دیوتاؤں کے نام 'را' ہمیں بکثرت ملتے ہیں مقامات اور زبانوں کے تلفظ سے 'را' اور رام میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ کیوں کہ سنسکرت میں 'م' آخر میں زائد ہوتا ہے۔ ویدوں میں رام کو 'را' کی طرح ہی لکھا گیا ہے۔ (राँ) اوپر بندی نام کی آواز دیتی ہے۔

رامچندر جی کی پیدائش سے پہلے بھی رام کتھا تھی

رامائن کے خالق بال میکی کے ہی بیان سے لگتا ہے انھوں نے رام کا تعارف نارد کے ذریعہ حاصل کیا یعنی بالمیکی سے پہلے بھی رام کی کتھا چلی آرہی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رام چندر جی کی پیدائش سے پہلے یہ قصے موجود تھے یعنی یہ واقعات اگر سچ مچ کبھی رونما ہوئے ہوں تو ان واقعات کے وقوع سے پہلے ہی ان کے قصے موجود تھے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ مستقبل کی کچھ خبریں تھیں جو دی گئی تھیں۔ کیا یہ حقیقت احمدی پر بنے بنائے قصہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو مستقبل کی خبر کی حیثیت رکھتا تھا لیکن اس کو گذرے ہوئے واقعات سمجھ کر کتابیں لکھ لی گئیں۔ آیئے آگے غور کریں۔

وید راز کھولتے ہیں

ڈاکٹر شیو پرشاد سنگھ دھرم یگ میں لکھتے ہیں:

"رگ وید میں اس لفظ (رام) کا صرف ایک مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ وہ بھی جاہ و جلال والی معزز ہستیوں کے ضمن میں۔ جس سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ وہ کوئی راجا تھے لیکن ان سے رامائن کی کہانی کا کوئی تعلق نہیں ہو پاتا۔" [۱]

جب کہ رام چرتر مانس میں جو کہ غیر ویدک لٹریچر میں ہندوؤں کی سب سے مستند کتاب مانی جاتی ہے' یہ کہا گیا ہے کہ:

"ویدوں میں رام کو تینوں جہانوں کا گرو کہا گیا ہے۔ ویدوں نے شری رام چندر جی کے سندر نام' صفات' اخلاق اور اعمال سبھی بے گنتی بتائے ہیں۔" [۲]

۱۔ دھرم یگ ۲۰ اپریل ۱۹۷۶ء صفحہ ۔ ۲۔ رام چرتر مانس، ٹیکا کار ہنومان پرشاد پوت دار، گیتا پریس، گورکھپور، ص ۱۳۲

اگر مندرجہ بالا دونوں بیانات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ ویدوں میں رام کا نام ایک مرتبہ "رام" لفظ کے ساتھ آیا ہوگا باقی دوسرے مقامات پر انھیں کچھ اور کہا گیا ہوگا۔ تینوں جہانوں کا لفظ بھی حقیقتِ احمدی کے نظریہ کو آگے بڑھاتا محسوس ہوتا ہے یعنی احمدؐ محمدؐ اور مقامِ محمود پر فائز ہونے کے بعد محمودؐ۔

بہر حال جب وید منتروں میں ہم نے رام کو دیکھا تو رامائن کی کہانی کے بجائے ہمیں کیا ملا وہ آپ بھی دیکھیں۔

प्र तद् दुशीमे पृथवाने वेने प्र रामे वोचमसुरे मघवत्सु। [1]

اب اس کا لفظ بہ لفظ ترجمہ دیکھیے: [2]

तद् = तत ← وہ، اس (و)

दुशीमे ← ناقابلِ شکست (و)

पृथवाने ← زمین، جنگل

वेन ← نان سے متعلق (م)

प्र राम ← پردیسی رام یا پرلوک کا رام یعنی روحانی رام

प्रवोचम ← بیان کروں (و)

सुर ← رشی (ن)

मघ ← ایک جزیرہ کا نام جہاں غیر آریہ ملیچھ رہتے تھے (ن) یعنی مکہ [3]

वत्सु ← بیٹا، سپوت (ن)

---

[1] رگ وید ۱۰۔۹۳۔۱۴ [2] ترجمے میں ہم نے تین مقامات سے مدد لی ہے۔ نالندہ وشال شبد ساگر (ن)، مونیر ولیمز سنسکرت انگلش ڈکشنری (م) اور ویدوں کا آریہ سماجی ترجمہ (و)۔ ہر لفظ کے ترجمہ کے آگے ہم نے مندرجہ بالا تینوں کتابوں کے مخفف بھی دیئے ہیں تاکہ یہ معلوم رہے کہ کس لفظ کا ترجمہ ہم نے کہاں سے لیا ہے۔ تینوں کتابوں کے لیے ہم نے بالترتیب (ن)، (م) اور (و) کے مخفف استعمال کیے ہیں۔

[3] मघ سے مراد مکہ ہونے کا دعویٰ یہ ہے کہ اس منتر کے ترجمے میں اس مقام کا ناف زمین پر ہونا بتایا گیا ہے۔ मख معنی مکرم (م)۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لفظ मघ، मख ہی کی ایک شکل ہو سکتا ہے۔

یہ تھے اِس منتر کے ہر لفظ کے الگ الگ معنی۔ پورے منتر کا ترجمہ یوں ہوا۔
"میں اُس ناقابل شکست رشمیات زمین کو کے ثبوت روحانی شخصیت رام کا بیان کروں۔"
کیا ہمیں بتانا پڑے گا کہ اس وید منتر میں رام کسے کہا گیا ہے؟ اور کیا یہ بھی بتانا پڑے گا کہ اکثر ویدوں کے ترجمے میں رام لفظ کا ترجمہ ہی رام نہیں کیا جا رہا ہے اور منتر کے دیگر الفاظ سے بھی دیگر معنی مراد لیے جا رہے ہیں۔
گرفتھ نے مندرجہ بالا منتر کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ بہت اہم اور پُراسرار منتر ہے۔

خود رام کے نام سے پوچھیے

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کے مختلف خطوں میں جہاں جہاں آریہ پھیلے، 'رام' کے نام سے کہانیاں کیوں پھیلیں؟ جاوا۔ انڈونیشیا، ملیشیا اور تھائی لینڈ وغیرہ میں بدھ مت کے ماننے والوں کی آبادیاں تھیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا تعلق ہندوستان سے ہوگا لیکن لفظ 'رام' پھر بھی غور طلب ہے۔ ویدوں میں 'احمد' لفظ بھی آیا ہے۔ 'محمدؐ' کے لیے با معنی لفظ 'نراشنس' استعمال ہوا ہے۔ کیا رام کے بھی کچھ معنی ہیں؟ نالندہ وشال شبد ساگر (ڈکشنری) کے مطابق رام کے جو مختلف معنی ہیں وہ یہ ہیں:۔ ایشور۔ گھوڑا۔ تین کی تعداد۔ راجا رام چندر جی کا نام۔
آیئے ان سب پر غور کریں:
ایشور ——— ایشور تو واضح ہے لیکن.....
گھوڑا ——— گھوڑے کی تشریح بہت پیچیدہ ہے۔ آسان زبان میں اتنا سمجھ لیں کہ اس لفظ کا تعلق حقیقتِ احمدی سے ہر مذہب میں ہے۔ مثلاً قرآن شریف میں سورۂ انفال کی آیت ۶۰ میں دشمن سے مقابلے کی تیاری کے لیے قوت اور گھوڑے سے تیاری کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پچھلے دور میں تو آیت کا مطلب واضح تھا لیکن موجودہ دور میں اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ گھوڑے آج کی جنگ میں استعمال نہیں ہوتے۔ قرآن شریف اپنے عمومی انداز بیان میں اگر صرف "قوت" سے تیاری کرنے کا حکم دیتا تو لڑائی کا تمام ساز و سامان اس لفظ کے مفہوم میں شامل ہو جاتا۔ پچھلے دور میں گھوڑے

اور موجودہ دور میں دوسرے ذرائع 'قوت' کے مفہوم میں ہی آجاتے۔ پھر یہ الگ سے 'گھوڑے' کا لفظ بھی تیاری میں کیوں استعمال فرمایا۔ جس کی افادیت صرف پچھلے دور میں تھی آج کے دور میں نہیں ہے۔ کیا ممتاز مفسرین کلام اللہ کی اس آیت پر رکے ہیں اور گھوڑے کے مفہوم پر غور کرنے کی کوشش کی ہے۔ کیا گھوڑے سے مراد کوئی اور قوت بھی ہے؟

قرآنِ عزیز کے الفاظ سے مختلف زمانوں میں مختلف مفہوم اخذ کیے جانے پر ممکن ہے کچھ حضرات کو اتفاق نہ ہو۔ موجودہ دور میں تدبر فی القرآن کا دروازہ بالکل بند ہو جانے سے ایسا جمود پیدا ہو گیا ہے کہ قرآن کے مفاہیم کو بھی جامد سمجھا جانے لگا ہے اور یہ غلط فہمی پیدا ہونے لگی ہے کہ اس کے تمام رموز و اسرار کھولنے کا حق ادا ہو چکا۔ ہماری تفاسیر کے ذخیروں میں سب سے آخری تفسیر بھی پچاس سال سے زیادہ پرانی ہو گئی جبکہ مادی ترقی کی رفتار آج اتنی تیز ہے، جتنی کبھی نہ تھی۔ اگر جلد ہی امت میں ایسے افراد سامنے نہ آسکے جو جدید علم سے واقفیت رکھنے کے ساتھ ساتھ قرآن فہمی کے اہل ہوں تو وہ وقت بالکل سر پر ہے جب قرآن پر فرسودہ (Out of date) ہونے کا الزام آجائے گا۔ یہ موضوع ایک پوری کتاب کا متحمل ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ صرف ایک مثال حاضر ہے۔

ترجمہ: 'اور وہ (ہی) جانتا ہے کہ رحموں میں کیا ہے ۔۔۔۔' (سورۂ لقمان: ۳۴)

کسی دور میں آیت کے اس حصے کے مفہوم میں یہ بھی شامل کیا جاتا تھا کہ رحم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی، اس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہے۔ پھر اس مفہوم میں تبدیلی کی گئی اور یہ کہا گیا کہ نطفہ قرار پانے کے بعد جب تک بچے کی شکل نہ بن جائے اس وقت تک اس کی جنس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ہوتا۔ نیز یہ کہ بچے کی عادات و اطوار اور خصائل کیا ہوں گے، یہ صرف اللہ کے علم میں ہے اور یہ بھی کہ نطفہ کب قرار پائے گا اور بچہ کب پیدا ہوگا۔ صحیح الاعضاء اور صحیح الدماغ ہوگا یا نہیں، یہ بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا؛ لیکن آج اس مفہوم کو بھی چھوڑنا پڑے گا اور قرآن کے انھیں الفاظ کے کچھ اور مفہوم متعین کرنا ہوں گے!

* صنفی خلیوں (Sex Cells) کے بغیر بدن کے کسی بھی حصے کے خلیے سے

اپنی منشاء کے مطابق خصائل والے افراد پیدا کرنے کی کوشش جاری ہے اور مینڈک میں کامیابی ہو چکی ہے۔ مرضی کے مطابق لڑکا یا لڑکی پیدا کرنا انسانی دسترس میں ہے۔ ۲۰ نومبر ۱۹۸۶ء کو دہلی کے ایک اسپتال میں ایک بانجھ عورت سے وہ تاریخی ولادت ہوئی جس میں بچہ کا لڑکی ہونا استقرارِ حمل سے پہلے ہی طے کر لیا گیا تھا۔ یہ عمل کروموزوم 'ز' کو چھانٹ لینے کی وجہ سے ممکن ہوا۔ پیدائش کا وقت مقرر کرنا اب عام سی بات ہے۔[۱]

یہ کلام الٰہی کا اعجاز ہے کہ وہی الفاظ بدلنے والے زمانہ کی ترقی کا ساتھ ہر دور میں دیتے ہیں۔ الفاظ تبدیل نہیں ہوتے ان کے مفہوم تبدیل ہوتے ہیں۔ بہرحال بات گھوڑے کی چل رہی تھی۔

بائیبل میں متعدد مقامات پر احمدؐ کے سفید گھوڑے (White horse) پر سوار ہونے کا ذکر ہے۔ مثلاً مکاشفات یوحنا میں[۲] ہندو مذہب میں تو اشومیدھ [अश्वमेध] بے حد پُر اسرار چیز ہے جسے آج تک کوئی عالم حل نہیں کر سکا ہے۔ جگہ جگہ اشومیدھ کو ہی اس قوم کی اصلاح اور نجات کا ذریعہ بتایا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اشومیدھ کے ذریعہ کل یگ یعنی موجودہ دور میں فلاح پائیں گے (اشو معنی گھوڑا اور میدھ معنی قربانی)۔ یہ بھی نظر میں رکھیں کہ سنسکرت میں گھوڑے کے لیے لفظ عربؔ (अरव) بھی استعمال ہوتا ہے۔ عرب کے معنی ہیں گھوڑا۔ ملکِ عرب اور اندر (اگنی) کا ایک نام[۳]۔ بہرحال اس پہلو کو اسی جگہ چھوڑتے ہوئے کیونکہ یہ عام قارئین کے بجائے محققین اور اہلِ علم کے ہی سمجھ سکنے کا موضوع ہے۔ ہم 'رام' کے اگلے معنوں پر آتے ہیں۔

تین کی گنتی ـــــ حضرت احمد مجتبےٰؐ کے تین دور یا تین حیثیتیں ہوتی ہیں۔ یہ ہم جانتے ہیں جسمانی دور سے قبل احمدؐ۔ اس دنیا میں محمدؐ اور وفات کے بعد مقامِ محمود پر فائز ہو کر محمودؐ۔

اس طرح 'رام' وہ لفظ ہے جس کے معنوں میں بیک وقت اللہ اور احمدؐ دونوں شامل ہیں۔ بالکل اگنی کی طرح اور اگنی ہی کے بیان میں ویدوں میں رام کا استعمال ہوا ہے۔

یہ کلامِ الٰہی کا اعجاز ہے کہ ایک ہی لفظ کے تمام معنی ایک ہی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

۱۔ اسلام اور ارتقائے زندگی۔ ڈاکٹر جمیل احمد جمیل۔ رنگ محل پبلیکیشنز مظفر نگر۔ ص ۱۳-۱۴

۲۔ مکاشفات یوحنا (۱۹-۱۱)　　　　۳۔ نالندہ وشال شبد ساگر

رامائن کا راز یہ تو تھی شری رام کی تشریح۔ اب دیکھیے ان کے پیدا ہونے کا مقام ایودھیا بتایا گیا۔ سیتا کو اِن سے منسوب کیا گیا۔ رامائن اِن کی حقیقت کا نام رکھا گیا۔ ہنومان سے سیتا کی مدد کرنے کا بیان ہوا۔ بھرت کو اُس کا بھائی بتایا گیا اور یہ تمام مستقبل میں ہونے والے واقعات کی خبریں تھیں جنھیں ماضی میں وقوع پذیر سمجھ کر کہانی بن گئی۔ حالانکہ ان تمام ناموں کی حقیقتیں مختلف تھیں۔

ایودھیا (अयोध्या) لفظ اَ + یُدھ سے بنا ہے۔ اَ (अ) کے معنی ہیں "نہیں" اور یُدھ (युद्ध) کے معنی "جنگ"۔ ایودھیا یعنی وہ مقام جہاں قتال ممنوع ہے۔ ہر طرح کی جنگ اور خون حرام ہے۔ عربی میں اس مفہوم کا مترادف لفظ 'دارالسلام' یا 'بیت الحرام' ہوتا ہے۔ شری رام یعنی محمدؐ کی پیدائش ایودھیا یعنی دارالسلام (مکہ) میں ہونا بتائی گئی تھی۔ بس رام کی جائے پیدائش ایودھیا سے ہندوستان میں ایک شہر موسوم ہو گیا۔ سیتا کو اُن سے منسوب کیا گیا تھا۔ سیتا لفظ کے سنسکرت ڈکشنری میں معنی ہیں 'راجا کی نجی زمین' (राजा की निज भूमि) یعنی کعبہ۔ مکہ کو اُم القریٰ یعنی بستیوں کی ماں قرآن نے بتایا ہے اور بائیبل میں بھی مکاشفات یوحنا[1] میں مکہ کو عورت (WOMAN) کہا گیا ہے۔ سیتا بجائے کعبہ کے رام کی بیوی سمجھ لی گئیں۔ سیتا کا ذکر ویدوں میں دو مقامات پر ہماری نظر میں ہے[2] لیکن دونوں جگہ مترجمین کو بے حد دشواری پیش آئی ہے کیوں کہ وہاں بھی رامائن والی کہانی کا تو کیا کسی عورت کا مفہوم لینے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ لفظ سیتا کا ڈکشنری میں ایک اور مطلب یہ ہے: "کھیت میں ہل سے بنائی گئی پہلی لکیر"

جب رام کا اصل مفہوم سمجھ میں آجائے گا تو مندرجہ بالا مطلب بھی سمجھنے میں دشواری نہ ہوگی۔ کھیت میں ہل سے بنائی گئی پہلی لکیر سے مراد ہوگا 'زمین پر وجود میں آنے والا پہلا مقام' یعنی کعبہ۔

رام چرتر مانس میں بتایا گیا ہے کہ بھگوان نے خود سیتا کو رام کے سپرد کیا تھا۔ رامائن

---

[1] مکاشفات یوحنا (۱۷-۱۸) [2] رگ وید (۴-۵۷-۶ اور ۴-۵۷-۷)

کا مطلب تھا رام + آین (राम + आयरण) یعنی رام کا آنا۔ یا رام کا گھر۔ یہ کہانی یا کتاب کا نام ہو گیا۔ رام چرتر مانس میں بتایا گیا ہے کہ جنہوں نے انھی کو بتایا۔ ہنومان جی انھیں کے دُوت یعنی بھیجے ہوئے ہیں۔ ہنومان کا مطلب ہے ہنن (हनन) کرنے والی مقدس ہستی۔ یعنی (باطل کو) نقصان پہنچانے والی مقدس ہستی۔ رشیوں کے ذریعہ یہ معلوم ہوا ہوگا کہ سیتا کے اغوا (अपहरण) کے بعد ہنومان انھیں چھڑائیں گے۔ یہ کعبہ کے یرغمال بنالیے جانے کے بعد اللہ کی غیبی مدد لے کر آنے والے کا نام تھا۔ بھرت کے معنی 'نیک'۔ نیکوں کو آپؐ کا بھائی بتایا گیا ہے اور آپؐ کی غیر موجودگی میں مکہ یعنی اسلامی سلطنت کی آپؐ ہی کے نام پر بھرت کے ذریعہ حکمرانی کرنے کی اطلاع تھی۔ یہ رام کے بھائی بھرت بھی رامائن کی کہانی میں فِٹ ہو گئے۔

روایت باقی ہے مطلب بھول گئے

موت کے بعد ارتھی کو اٹھا کر لے جاتے ہوئے " رام رام ست نہے "۔ ہزاروں سال سے ہندو کہتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ " رام ست نہے بلکہ " رام رام ست نہے۔ یعنی رام کا رام یا احمدؐ کا خدا ست ہے۔ روایت باقی رہ گئی مطلب بھول گئے

ہندو روایات میں ایک بہت اہم منتر کا ذکر آتا ہے جسے رام جی کا 'تارک منتر' کہتے ہیں یعنی رام جی کا پار لگانے والا یا نجات دلانے والا منتر۔ وہ منتر یہ ہے:

رام - رامائے نمہ (رام ۔ رامائے نمہ) اس کا مطلب ہے " رام کے رام کی عبادت کرو ۔ یعنی جن رام چندر جی کو جسمانی شکل میں دنیا میں مانتے ہیں۔ ان کی طرف خود یہ منسوب کیا جا رہا ہے کہ انھوں نے اپنی عبادت کرنے کو نہیں بلکہ اپنے سے اوپر کسی اور رام کی عبادت کو نجات کا ذریعہ بتایا تھا۔

بہت لمبا سلسلہ ہے جس کی مختصر ترین تفصیل اس دیومالا کی حقیقت سمجھانے کے لیے آپ کے سامنے رکھی گئی۔ اب شری کرشن کو لیں۔

لہ نالندہ وشال شبد ساگر ص ۱۱۷۵ پر دیکھیے " राम तारक " کے معنی۔

شری کرشن کی حقیقت

ویدوں میں شری کرشن کا نام جگہ جگہ ہے۔ بالکل واضح ہے لیکن اپنے تصورات یا فہم کی غلطی کی وجہ سے ترجموں میں کہیں شری کرشن کا نام ترجمے میں نہیں لکھا جارہا ہے کیونکہ وہاں کہیں مہابھارت کے واقعات یا مکھن چرانے یا گوپیوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ وہاں تو انہیں ہر جگہ صاف صاف 'اگنی' کہا گیا ہے۔ دوسری کتابوں میں بھی ان کے احمدؐ ہونے کا اشارہ ہے۔

"بنگال کے چینڈی داس کی شری کرشن کیرتن میں شری کرشن کو جنت اور پاتال کے پیدا کیے جانے کی وجہ قرار دیا گیا ہے..... انہیں کو شری رام کی شکل میں راون کو ختم کرنے والا بتایا گیا ہے۔" [1]

گیتا میں شری کرشن کہتے ہیں کہ "میں ہی رام ہوں۔" [2]

گیتا جسے ویدوں کا خلاصہ کہا جاتا ہے اس میں شری کرشن کہتے ہیں کہ میرا نام پاوک (اگنی کا ایک نام) ہے۔" [3]

رگ وید ساتویں منڈل تیسرے سوکت کے نمبر ایک سے چھٹے منتر کے درمیان میں جو مختلف الفاظ استعمال ہوئے ہیں انہیں دیکھ کر ایک اندازہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ (ان تمام منتروں کا پورا ترجمہ ہر سنسکرت لفظ کے معنی دے کر ثابت کرنا بہت طویل ہو جائے گا۔)

۱۔ کرشن (कृष्ण) ۲۔ اگنی (अग्नि) ۳۔ پاوک (पावक) (اگنی کا ایک نام) [4]

۴۔ یوَن (यवन) (یعنی مسلمان) [5]۔ ۵۔ یوِشٹ यविष्ट (یعنی اگنی) [6]۔

۶۔ رُکمنی (रुकमणी) (یہ شری کرشن کی بیوی کا نام بتایا جاتا ہے) ۷۔ برج (बृज) (یہ وہ مقام بتایا جاتا ہے جہاں شری کرشن کی راس لیلا ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ متھرا میں ہے)

دلچسپ بات یہ ہے کہ ان منتروں میں شری کرشن اور ان سے منسوب کہانیوں کے الفاظ رکمنی اور برج بھی آئے لیکن اس کے باوجود یہاں ان وید منتروں کے موجودہ ترجموں میں

---

[1] وشو رہسیہ۔ ڈاکٹر موہن لال گوتم ص ۱۳۵۔ [2] گیتا (۱۰-۳۱) [3] گیتا (۱۰-۲۳)
[4] نالندہ وشال شبد ساگر [5] نالندہ وشال شبد ساگر [6] نالندہ وشال شبد ساگر

نہ کہیں شری کرشن کا نام نظر آتاہے اور نہ رکمنی اور یدّ کا ۔ یہ تا بھی کیسے ؟ یہاں بھی اگر صحیح ترجمے کیے جائیں تو مہابھارت کی واقع کہانی کی جگہ کچھ اور ہی ملے گا ۔

بہر حال ذکر یہ تھا کہ گیتا جسے شری کرشن کی زبان میں ویدوں کا خلاصہ کہا جاتاہے اس میں شری کرشن نے اپنے آپ کو رام اور اگنی بتایاہے اور ویدوں میں شری کرشن کا تذکرہ اگنی کی حیثیت سے ہی کیا گیاہے ۔

جب شری رام ہی سمجھ میں نہیں آئے ۔ اگنی کا راز سمجھ میں نہیں آیا تو شری کرشن کو کون سمجھتا ؟

رگ وید[1] کے ایک منتر میں رسول مقبولؐ کے نام کی 'نرا شنس' (محمدؐ) کی حیثیت کا ذکر ہے اور اگلے ہی منتر[2] میں ان کی کرشن (احمدؐ) کی حیثیت کا تذکرہ ہے ۔ شری کرشن کا ایک نام ویدوں میں موہن مدن رکھا گیا ۔ اللہ نے الفاظ میں سب کچھ بیان فرمایا تھا ہم نے ان الفاظ پر افسانے گھڑ لیے ۔ حقیقتیں کھو دیں ۔

سنسکرت لفظ موہن (मोहन) کا موہ (मोह) لیجئے ۔ کیونکہ سنسکرت میں نون (न) آخر میں اکثر زائد ہوتاہے اور مدن (मदन) کا مد (मद) لیجئے ۔ (मोहमद) محمد ہو جاتا ہے ۔ زبانوں کے تلفظ میں فرق کے علاوہ کوئی فرق باقی نہیں رہتا ۔ اور کتنی عجیب بات ہے کہ اصل سنسکرت لفظ موہن مدن (मोहन मदन) کے معنی بھی بالکل وہی ہیں جو عربی لفظ محمدؐ کے ہیں یعنی محبوب ترین پرکشش ترین ذات ستودہ صفات !

ایسے ثبوت موجود ہیں کہ پانڈو دنیا کی پانچ بڑی مذہبی قوموں کو کہا گیا تھا ۔ کورو دنیا کے باقی تمام مادی وسائل اور ہتھیاروں اور دولت کے ذخیرہ پر قابض حکومتوں کو کہا گیا تھا اور مستقبل کے لیے یہ خبر دی گئی تھی کہ یہ پانچوں پانڈو بھائیوں کی طرح حق پر ایک ہو جائیں گے اور ان کی باطل کی مسلح طاقتوں سے فیصلہ کن جنگ ہوگی ۔ جس میں نہتے پانڈوؤں کا ساتھ شری کرشن دیں گے ۔ اس حق و باطل کے معرکہ ۔ غزوۂ ہند میں حق کی فتح کی خوشخبری دی

---

[1] رگ وید ۱-۱۱۷-۹ [2] رگ وید ۱-۱۱۶-۷

گئی تھی لے بس اسی غزوۂ ہند کو مہابھارت ویدک زبان میں کہا گیا جو معرکہ ابھی پیش آنا باقی ہے اسے ماضی کے واقعات سمجھ کر ان پر بھی افسانے بن گئے۔

ایسی مقدس ہستی اور مکھن چرانے کا الزام۔ استغفراللہ۔ ماکھن چور کا مطلب کیا تھا اور کیا سمجھا گیا۔ ماکھن لفظ मख کی ابھری ہوئی شکل سے بنا ہے۔ سنسکرت میں (मख) مکھ کے معنی ہیں شہر مکہ۔ (سر ولیم مونیر س سنسکرت انگلش ڈکشنری) اور اسی ڈکشنری میں ماکھ (माख) لفظ کو مکھ (मख) سے بنا ہوا بتایا گیا ہے۔ یہ مکہ کی ابھری ہوئی شکل ہے۔ ماکھ یا ماکھن کا مطلب ہوا مکہ کا سب سے قیمتی گھر۔ خانہ کعبہ۔ لہٰذا ماکھن چور کا مطلب ہوا "چوری سے خفیہ طریقے پر خانۂ کعبہ سے تعلق رکھنے والا"۔ یا یوں کہیے کہ "جس کا خانۂ کعبہ سے روحانی رابطہ قائم ہو"۔

شری کرشن جی کو گوپال بھی کہا گیا ہے۔ گوپال کے معنی ہیں "سرپرست اور محافظ" اور گوپی کے معنی ہیں "چھپانے والی"۔ کعبہ ہی کا ایک نام 'دارو کا بن' بتایا گیا تھا۔ اور 'دارا' کے معنی 'بیوی' کے ہیں خفیہ طریقے سے آنے والا، بیوی، چھپانے والی یہ تمام الفاظ ہو سکتا ہے کہ ان غرضی الزامات کی بنیاد بنے ہوں جو شری کرشن اور گوپیوں کی چھیڑ چھاڑ کی شکل میں بیان کیے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دریچے کھلنا شروع ہو گئے ہیں

ہندی اخبار 'آج' گورکھپور کے ۸ جولائی ۱۹۹۰ء کے شمارے میں صفحہ ۸ پر ممبر پارلیمنٹ شری رام نریش کشواہا کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کا سنسنی خیز عنوان ہے "کیا کعبہ اور کرشن میں کوئی سمبندھ ہے؟" گویا قدرتی طور سے شری کرشن یا موہن مدن کے عالمگیر دلربا لائی افسانے میں چھپی ہوئی اصل حقیقت کی تلاش کی سمت میں کچھ دریچے کھلنا شروع ہو گئے ہیں۔ اگرچہ ابھی یہ دریچے ان متلاشیوں کے غبار آلود ذہنوں کے ساتھ کھل رہے ہیں لیکن اگر ویدوں کی روشنی میں رام کرشن وغیرہ نام بھی حقیقت احمدی، محمدی کے بگڑے ہوئے خیال عنوان ثابت ہو سکتے ہیں تو اس انکشافِ حق کا پہلا داعیہ خود ہماری مخاطب پڑوسی قوم ہی میں پیدا ہو رہا ہے۔

مضمون نگار نے اس مضمون میں یہ بھی لکھا ہے ــــ

لے غزوۂ ہند کی احادیث کے لیے دیکھیے "انتخاب" کا صفحہ [illegible]۔ لے سنسکرت میں [illegible] (मख) اکثر زائد [illegible]

"میں دُوارکا دیش کے درشن کے لیے گیا۔ راستہ میں ایک جھیل تھی جہاں گائڈ نے مجھے بتایا کہ یہ وہی مقام ہے جہاں 'کاوا' لوگوں نے ارجن کو شکست دے کر ان سے گوپیوں کو چھین لیا تھا۔ میں نے پنڈے سے پوچھا کہ یہ 'کاوا' کون ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ یہاں کے قدیم باشندے ہیں...... میرے من میں یہ بات اٹھنے لگی کیا اس 'کاواجاتی' اور کعبہ میں کوئی رشتہ و تعلق ہے...... کاواجاتی عرب ساگر کے مشرقی کنارے پر اور کعبہ کا مندر عرب ساگر کے پچھم کنارے پر۔ کعبہ مسلمانوں کا مقدس تیرتھ ہے...... محمدؐ صاحب نے بت پرستی کا مقابلہ کیا لیکن فیاضی کے ساتھ کعبہ کی حیثیت بھی باقی رکھی۔ اتنے کشادہ دل تھے کہ اپنے کٹر دشمنوں سے بھی پیار کرتے تھے۔ خیر، یہاں بات کاوا اور کعبہ کے مندر کی ہے..... اگرچہ میرے اس قول کا کوئی ٹھوس ثبوت میرے پاس نہیں ہے لیکن حالات کی شہادت ایسی ہے جو میرے اس قیاس اور تصور کی تائید کرتی ہے۔ اب تو یہ بلا اختلاف ثابت ہو چکا ہے کہ بھارت اور عرب دیشوں کا سمندر اور خشکی کے راستے سے تعلق آریوں سے بہت پہلے سے تھا۔ یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ ندی گھاٹی کی تہذیب کا ارتقاء سارے سنسار میں ہوا تھا...... بھارت میں کوئی تاریخ نگاری کی روایت نہیں رہی ہے لیکن خوش قسمتی سے عربوں اور مصریوں میں کچھ تاریخ نویسی کی روایت رہی ہے...... ندی گھاٹی میں ایک سمادھی استوپ سونے کے تار کے کام والا ایک تاج اور رنگ برنگے پتھر ملے ہیں جو لگ بھگ دو ہزار سال پرانے ہیں...... انھیں ہرکانین نام کے ایک نامعلوم آریہ قبیلے کے باقیات و آثار مانا جاتا ہے۔ روایات کے مطابق یہ آریہ قبیلہ دوسری صدی قبل مسیح میں فارس چلا گیا تھا... یہ ثابت شدہ ہے کہ پرہلاد کے رام دشرتھ والے رام نہیں تھے۔ پرہلاد' رام کے بہت پہلے ہو چکے تھے۔ ساری کہانی بھارت کے باہر ہوئی گھٹنا سے متعلق ہے..... حالات کی شہادت تو پوری طرح ثابت کرتی ہے کہ گجرات کے قدیم باشندوں کاوا، اور کعبہ کے مندر اور اس سامراج کے معمار سے گہرا ربط و ضبط رہا ہوگا۔ لیکن..... تحقیق کی مزید ضرورت ہے۔"

شری کرشن کی زندگی سے منسوب اور بہت سی تفصیلات ہیں۔ جن کی ان صفحات میں

گنجائش نہیں ہے۔ مقصد صرف ایک بگڑی ہوئی حقیقت کی طرف متوجہ کرانا تھا اور یہ واضح کرنا تھا کہ ان ناموں پر لگے الزاموں پر مذاق اڑانے کے بجائے ہمیں دکھ ہونا چاہیے۔ ان الزامات کو دھونے کی کوشش کرنا چاہیے اور ان ناموں کو لیتے وقت ادب کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

ان توہمات کے پیچھے چھپی حقیقتوں کی وضاحت کا دوسرا اہم مقصد ہم شروع میں بیان کر چکے ہیں۔ تبلیغ اور صحیح دین سمجھانے کی حکمت ہم نہ صرف اس مقدس ہستی کے تمام ناموں کا ہندوؤں سے زیادہ احترام کرتے ہیں بلکہ اس کے ناموں کے ساتھ کسی قسم کا اتہام بھی ہمیں برداشت نہیں ہونا چاہیے۔





باب ۱۶

ویدوں میں آنحضرتؐ کا مقام محمود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانی نام احمدؐ اور زمینی نام محمدؐ ہے۔ زمینی دور کے بعد آپؐ کو مقام محمود پر فائز کیا گیا ہے جس کی ہم سبھی اذان کے بعد دعا کرتے ہیں۔ ویدوں میں آپؐ کی تینوں حیثیتوں کا ذکر ہے۔

• جس اگنی کا تمام وسیع و لامتناہی روپ کبھی ختم نہیں ہوتا اسے بغیر جسم والی روح کہتے ہیں (یہ مقام احمدی کا ذکر ہے) جب وہ پیکر جسمانی میں ہوتے ہیں تب آشر (سب سے بعد میں آنے والا) اور نراشنس (محمدؐ) کہلاتے ہیں اور جب کائنات کو منور کرتے ہیں تو ماتریشوا ہوتے ہیں اور اس وقت وہ ہوا کی طرح (روحانی) ہوتے ہیں۔ [1]

اوپر والے منتر میں ماتریشوا آپؐ کی تیسری حیثیت کا ذکر ہے اور ظاہر ہے یہ مقام محمود ہے۔ ویدوں کے انگریزی مترجم گرفتھ نے لکھا ہے کہ یہ سب سے بڑا اسرار؛ نقطہ ہے۔ ایک دوسری جگہ بھی ایک ہی منتر میں ان تینوں حیثیتوں کا بیان دیکھیے۔

• اگنی کا پہلا ظہور سورگ لوک (جنت کی دنیا) میں بجلی (نور) کی شکل میں ہوا۔ ان کا دوسرا ظہور ہم انسانوں کے درمیان ہوا۔ تب وہ جات وید (یعنی پیدا ہوتے ہی علم رکھنے والا) (اُمّی) کہلائے۔ ان کا تیسرا ظہور جل (ویدوں میں جل روحانیت کی علامت ہے) میں ہوا۔ انسانوں کی فلاح کا کام کرنے والے ہمیشہ ضو فشاں رہتے ہیں۔

---

[1] رگ وید ۳-۲۹-۱۱

نوٹ: اوپر دیئے گئے وید منتروں کے ترجموں میں بریکٹ کے درمیان والے الفاظ ہمارے ہیں۔

ان کی نعت کرنے والے ہی ان کی اطاعت کرتے ہیں۔"[۶]

"اے اگنی ہم تمہارے تینوں روپوں کو جانتے ہیں جہاں جہاں تمہارا ٹھکانہ ہے ان مقامات کو بھی ہم جانتے ہیں۔ ہم تمہارے انتہائی خفیہ نام اور تمہارے پیدا ہونے کے مقام کو بھی جانتے ہیں۔ تم جہاں سے آئے ہو یہ بھی ہم جانتے ہیں۔"[۷]



اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

اقبالؔ

---

[۶] رگ وید ۱۰-۴۵-۱ [۷] رگ وید ۱۰-۴۵-۲

باب ۱۷

ویدک دھرم میں دجّال کا بیان

دجّال کا ظاہر ہونا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ مختلف احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان انسانی قالب میں دجّال بن کر نکلے گا۔ وہ بے پناہ قوتوں کا مالک ہوگا اور کوئی اس کے مقابلے پر ٹِک نہیں سکے گا۔ وہ تمام روئے زمین کو فتح کرتا چلا جائے گا اور اپنے آپ کو خدا کہلوائے گا۔ جو لوگ اس سے اپنا ایمان صحیح سلامت بچا سکیں گے انھیں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ ظاہر ہوں گے اور حضرت مہدی علیہ الرضوان سے فیضان حاصل کر کے دجّال کو قتل کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دجّال کے فتنہ سے ڈرایا ہے یہ روئے زمین پر سب سے بڑا فتنہ ہوگا لیکن آپ کے فرمانے کے مطابق آپؐ سے پہلے کسی نبی نے یہ خبر نہیں دی کہ دجّال کانا ہوگا۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ دجّال مدینہ اور مکہ میں داخل ہونے پر قادر نہیں ہوگا۔ دجّال کا واضح بیان بائیبل میں بھی ہے وہاں اسے جانور (Beast) اور جھوٹا نبی (False Prophet) اور مسیح کی ضد (Anti-Christ) کہا گیا ہے۔ لیکن ہندو مذہب میں اس کے کانا ہونے کا اشارہ کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے صاف الفاظ میں کانا نہیں کہا گیا۔ لیکن کانے دجّال کے کانے ہونے کے سب سے قریبی کیفیت کا بیان ہندو مذہب میں ہی ہے۔ وہاں اسے اَندھک آسُر (अन्धक आसुर) کہا گیا ہے۔ آسُر یعنی بعد میں آنے والا اور اَندھک یعنی اندھے کی طرح۔ ہری ونش پران میں اَندھک آسُر یعنی دجّال کی جو تفصیل آئی ہے وہ ہم نقل کر رہے ہیں۔ پرانوں کے بیشتر حصوں کی طرح یہ حصہ بھی دیومالائی رنگ اختیار کر گیا ہے۔ پھر بھی دجّال کے بیان کی واضح جھلکیاں موجود ہیں۔ ؎

؎ حاشیہ صفحۂ آئندہ پر

مندرجہ ذیل ترجمہ میں بھی بین القوسین الفاظ ہمارا اضافہ ہیں

"اس کے ایک ہزار ہاتھ (یعنی ہر طاقت پر قادر) ہزار سر (یعنی بہت سوجھ بوجھ رکھنے والا) اور دو ہزار پاؤں (یعنی زمین کے ہر حصہ میں با آسانی پہنچ جانے والا) اور دو ہزار آنکھوں (یعنی انتہائی بصیرت والا) ہوتے ہوئے بھی وہی شیطان اپنی انا اور خود سری کی وجہ سے اندھے کی طرح چلتا تھا اسی لیے وہ "اندھے جیسا" (अन्धक) نام سے مشہور ہوا۔" [۱]

"اس طرح دنیا کے فساد سے بھر جانے پر سبھی نیک لوگ اس کو ختم کرنے میں ایک رائے ہو کر ترکیبیں سوچنے لگے۔ نارد جی کہنے لگے مندار پروت (मन्दार पर्वत) (یعنی مکہ کی پہاڑیاں) پر "کام دھام" ایک پاکیزہ ترین باغ ہے جو شنکر (خدا کا ایک نام) کا بنایا ہوا ہے۔ شیو جی (خدا کا ایک ملوز نام) کی اجازت کے بغیر وہاں کوئی نہیں جا سکتا۔ شیو جی کی مہربانی سے اس پہلی اُمت کو کوئی بھی ختم نہیں کر سکتا۔" [۲]

"اس مندار درکچھ (मन्दार वृक्ष یعنی کعبہ) کی ایسی شان ہے کہ دیسا کسی جگہ نصیب نہیں ہو سکتا۔" [۳]

"اندھک آسُر (अन्धक असुर) اندھے جیسا دجال) نے مندار پروت (مکہ کی پہاڑیاں) پر جانے کا خیال پختہ کر لیا اور اپنے ساتھ بہت سے شیطانوں کو لے کر شیو جی کی رہائش (یعنی اللہ کا گھر) کی طرف بڑے تکبر سے چل دیا۔ مندار پروت (مکہ کی پہاڑیوں) سے کہا "اے پہاڑ! تم جانتے ہو کہ میں اپنے پتا سے کسی کے بھی ذریعہ نہ مارے جانے کا وعدہ حاصل کر چکا ہوں (شیطان نے اللہ سے قیامت تک مہلت لی تھی) میں تمہیں ابھی چور چور کر ڈالتا ہوں!" یہ کہہ کر پہاڑ کی ایک چوٹی اکھاڑی۔ وہ شیطان پہاڑ کی اس چوٹی کو اکھاڑ کر پھینکتے تو انہیں شیطانوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اس قصے کو بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ مستقبل کی کہانی ماضی کی زبان بن گئی ہے

[۱] ہری ونش پران جلد ۱ پنڈت شری رام شرما آچاریہ ص ۴۹۲

[۲] " " " " " " ص ۴۹۷-۴۹۸

[۳] " " " " " " ص ۴۹۸-۴۹۹

پرگرکر (پہاڑ) انہیں تباہ کرنے لگا۔ آندھک آسُر (دجّال) نے زبردست غصّہ اور جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا: میں اس دھرتی (۳۳۰۰۰ جنگل یا صحرا یعنی عرب) کے مالک کو جنگ کے لیے دعوت دے رہا ہوں۔ یہ سن کر بھوتیشور بھگوان رُدر ترشول لے کر (ترشول کی شکل لفظ اللہ کی طرح ہوتی ہے یعنی اللہ کی مدد لے کر) اندھک آسُر (دجّال) کو مارنے کے لیے پہلی امت اور دوسری امت کے ساتھ اس کے سامنے آگئے۔"[1]

"انھوں نے اگنی کی شکل کے ترشول کو اندھک آسُر (دجّال) پر چلایا جو کہ شیطانوں کے راجہ کے دل پر بیٹھا...... مندراچل (مکّہ) کی گئی ہوئی شوبھا (وقار) دوبارہ لوٹ آئی۔"[2]

آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں
بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی مٹا دیں
سونی پڑی ہوئی ہے مدت سے دل کی بستی
آ اک نیا شوالہ اس دیس میں بنا دیں
دنیا کے تیرتھوں سے اونچا ہو اپنا تیرتھ
دامانِ آسماں سے اس کا کلس ملا دیں
ہر صبح اٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلا دیں!
شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے
(اقبالؒ)

---

[1] ہری ونش پران پنڈت شری رام شرما آچاریہ ص ۵۰۲۔۵۰۳
[2] ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ص ۵۰۳

باب ۱۸

یہ راز ـــ راز کیوں رہے؟

ہندوؤں میں چلے آرہے چند سربستہ راز

ہم اپنے آپ کو حضرت محمدؐ کا پیرو کہتے ہیں۔ ہم دنیا سے جہالت کے اندھیرے کو دور کرنے کے لیے اٹھے تھے۔ ہم نے اس زمین پر خدا کی بادشاہت قائم کرنے کا عزم کیا تھا۔ ذرا سوچیے کیا ہم اب بھی اس منصب کے اہل ہیں؟ لاعلمی کے اندھیرے کو دور کرنے کے دعوے دار خود کتنی عظیم مجرمانہ لاعلمی کا شکار ہیں؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ہم جو کچھ بہت بڑی تحقیق کی شکل میں آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں (اور ممکن ہے کہ آپ کو یقین کرنے میں بڑی دقت پیش آرہی ہو) ان تمام حقیقتوں سے ہندو خواص خوب اچھی طرح واقف ہیں۔

ہندو اس بات سے واقف ہیں کہ ان کا سب سے بڑا تیرتھ (اسے یہ آدی پشکر تیرتھ کہتے ہیں) مکہ میں ہے۔ ان کا اصل شیو لنگ مسلمانوں کا حجرِ اسود ہے۔ (شیو لنگ کسی گندی چیز کا نام نہیں ہے۔ شیو کے معنی خدا اور لنگ کے معنی نشان یعنی خدا کی نشانی)

یہ بات بھی ہندوؤں میں مسلمانوں سے راز میں رکھی گئی کہ جان کنی کے وقت نزع کی تکلیف سے بچانے کے لیے مرنے والے کے کان میں "آن کہی" کی سرگوشی کی جاتی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں ہندو حضرات پر جب نزع کا عالم طاری ہوتا تھا تو انھیں پلنگ سے اٹھا کر زمین پر لٹا دیا جاتا تھا ... اور نزع کی تکالیف سے بچانے کے لیے چپکے چپکے مرنے والے کے کان میں "آن کہی" کہی جاتی تھی مگر اس "ان کہی" کے الفاظ عام ہندوؤں کو معلوم نہ

تھے. لیکن اکبر اعظم کے عہد میں ایک برہمن نے یہ الفاظ بتا دیئے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ الفاظ اتھروید میں موجود ہیں۔ چنانچہ دلبستان المذاہب مطبوعہ نول کشور پریس میں بھی موجود ہے۔

لاالہٰ ہرنی پاپن الّا ملبا پرم پدم
جنم بیکنٹھ پراپ ہرتی تو جپے نام محمّم

ترجمہ: "لاالہٰ کہنے سے پاپ مٹ جاتے ہیں۔ الّا اللہ کہنے سے پرم پدوی (امامت عالم) مل جاتی ہے۔ اگر ہمیشہ کی بہشت چاہتے ہو تو محمدؐ کا نام جپا کر۔"

یہ ہے ان کہی کا مفہوم جو مرتے وقت کسی زمانے میں عالم نزع میں مرنے والوں کے کان میں کہی جاتی تھی۔ [1]

ترجمہ کرنے والوں نے اس "ان کہی" کے ترجمے میں حضورؐ کے دوسرے دور اور مقام محمود کا راز نہ جاننے کی وجہ سے حالانکہ تھوڑی سی تبدیلی کر لی ہے لیکن پھر بھی ملتا جلتا مفہوم سامنے آگیا ہے۔ آئندہ کسی موقع پر اس منتر کی اصل اہمیت ہم بیان کریں گے۔

ہندو خواص کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ ایک دن پوری ہندو قوم قرآن پر ایمان لائے گی لیکن یہ بھی ان رازوں میں سے ہے جنھیں ہندو عوام سے اور بالخصوص مسلمانوں سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔

ڈیو بائس لکھتا ہے۔

"جب برہمن اپنے بچوں کو اپنا وارث بناتے ہیں تو بچے کو اس طرح بٹھاتے ہیں کہ اس کا منہ مشرق کی طرف ہو اور خود مغرب کی طرف منہ کر کے اپنے بچے کے کان میں سرگوشی کرتے ہیں۔ "اے بیٹے یاد رکھنا خدا ایک ہے۔ وہی پیدا کرنے والا، پالنے والا اور بچانے والا ہے اور ہر برہمن کو خفیہ طریقے سے اسی کی عبادت کرنی چاہیئے۔ لیکن یہ بھی جان لو کہ یہ ایک ایسا راز ہے جو اگر تم نے لوگوں کے سامنے بیان کر دیا تو تمہاری....

---

[1] اخبار قومی جنگ ص۴ ۱۹ جنوری ۱۹۸۱ء

خوش قسمتی کے دن ختم ہو جائیں گے۔" لے

سیلاب والے منو کو حضرت نوحؑ کی حیثیت سے ہندو اتنی اچھی طرح جانتے ہیں کہ قصے کہانیوں میں بچوں کو سناتے ہیں. مثلاً رسالہ "منگل" کا اداریہ پڑھیں. ٢ے

"میرے ننھے منّے دوستو! ایکبار پرلینکاری (قیامت خیز) باڑھ آئی۔ ساری پرتھوی ڈوب گئی۔ یہ کتھا کئی لوگوں نے کئی طرح سے کہی ہے۔ ویدوں اور متسیہ پران میں بھی اس کا ورنن (بیان) ملتا ہے۔ اس باڑھ کی کتھا بائیبل میں بھی ہے۔ ایشور نے حضرت نوحؑ سے کہا ایک بڑا جہاز بنا کر اس میں اپنے پریوار کے سدسیوں (افراد) کے علاوہ دو دو سبر پرانی (جاندار) کو چڑھا لو۔ نوحؑ نے ویسا ہی کیا۔ اس کے بعد چالیس دن تک لگاتار بارش رات دن ہوتی رہی۔ صرف حضرت نوحؑ اور ان کے جہاز میں سوار پرانی (جاندار) ہی بچے۔ اس انک (شمارے) میں حضرت نوحؑ اور باڑھ پر آدھارت (مبنی) ایک روچک (دلچسپ) کتھا پرستت (حاضر) ہے۔ کیسی لگی تمہیں؟

اسنیہہ (پیار)

تمہارا آنند چاچا۔"

مندرجہ بالا عبارت میں نوحؑ سے پہلے حضرت کا لفظ بتا رہا ہے کہ لکھنے والے حضرت نوحؑ کو مسلمانوں کے پیغمبر کی حیثیت سے جانتے ہیں لیکن پھر بھی انھوں نے بچوں کے سامنے بائبل کا ذکر تو کیا اور اسلام اور قرآن کا ذکر نہیں کیا۔

اس بات کے ثبوت موجود ہیں کہ چند ہندو علماء ایودھیا کی اصل حقیقت سے واقف ہیں اور دیگر ہندو خواص کے سامنے انھوں نے اسے اس حیثیت سے پیش کیا ہے کہ ان کی اصل ایودھیا پر مسلمانوں کا قبضہ ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی نگاہیں ایودھیا کی بابری مسجد کی

لے Hindu Manners, Customs & Ceremonies - by DUBOIS ص ۱۹۹

٢ے بچوں کا رسالہ चिंगल کے شمارے ۱۰۹/۸۵ میں صفحہ ۱۵ پر لکھا اداریہ بلفظہ پڑھیے۔ (بریکٹ میں لکھے اردو ترجمہ کے الفاظ ہمارے ہیں)

بازیابی کی تحریک سے آگے نہیں ہیں۔ لیکن چند ہندو خواص کے سینوں میں یہ آرزو پل رہی ہے کہ انھیں اپنی اصل ایودھیا کو ایک دن مسلمانوں کے قبضہ سے آزاد کرانا ہے۔ یہ ان کے سینوں میں چھپا ایک انتہائی خفیہ راز ہے۔ جو چند لوگوں کی زبان پر بھی آیا ہے۔

ساجد رشید کو انٹرویو دیتے ہوئے شیوسینا کے چیف بال ٹھاکرے صاحب کی زبان پر یہ خواہش ایک مرتبہ آئی لیکن پھر وہ الفاظ کو دبا گئے اور ساجد صاحب نے بھی آگے نہیں کریدا۔ ایک سوال کے جواب میں بال ٹھاکرے صاحب نے کہا تھا:

"دیکھئے آپ اتنا پیچھے مت جائیے۔ ابھی کی بات کیجیے تاریخ میں بہت پیچھے جائیں گے تو میں آپ کو ایسی بہت سی مسجدیں بتا سکتا ہوں جو پہلے مندر تھے۔ جن کے نشانات ابھی باقی ہیں۔ کیا آپ انھیں ہندوؤں کو دینے کو تیار ہیں۔ میں کہنا تو نہیں چاہتا اور نہ میں کوئی ادھیکار جتا رہا ہوں۔ آپ کی بات پر کہہ رہا ہوں۔ اگر آپ بہت پیچھے جائیں گے تو آپ کا جو مکہ ہے اس میں پہلے بت تھے۔ اب اگر ہم کہیں کہ یہاں پہلے ہمارے لوگوں کے بت تھے اس لیے یہ ہم کو دو تو کیا آپ اس بات کو مانیں گے۔ میں کہتا ہوں آج کی بات کرو، پرانی بات چھوڑ دو۔" [1]

اس طرح کی بہت سی اور بھی مثالیں موجود ہیں۔ ہم بہت خوشی اور فخر کے ساتھ اُن کو ان کا یہ پرانا معبد واپس کریں گے لیکن اسی وقت جب وہ دیدہ ور اور قرآن واحادیث کی پیشین گوئی کے مطابق اپنا کھویا ہوا اصل دین پا چکے ہوں گے۔

ہماری غفلت

ابھی عام ہندو ان حقیقتوں سے لاعلم ہیں۔ یہ تمام حقیقتیں انھیں کی کتابوں کی تفصیلات سے مکمل ثبوتوں کے ساتھ پیش کی جائیں گی تو موجودہ شکل میں رام اور موجودہ شکل میں رام جنم بھومی کا وجود ہی نہیں رہے گا اور تاریخ اس طرح خود کو دہرائے گی جس طرح بت پرست عرب اور تین سو ساٹھ بتوں والی اصل ایودھیا (کعبہ) میں چودہ سو سال پہلے دہرائی جا چکی ہے۔

الغرض ان تمام رازوں کو ہزاروں سال سے ہندو خواص سینہ بہ سینہ مسلمانوں اور ہندو

---

[1] اُردو بلٹز ہفت روزہ بلٹز ۱۸ مارچ ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۴، ۱۵

عوام سے چھپاتے آرہے ہیں۔ ہندو خواص سے نکل کراب یہ راز بہت سے ہندو عوام تک بھی پہنچ رہے ہیں لیکن قوموں کو ہدایت دینے والی قوم مسلمان قوم کو ان کی خبر نہیں ۔

ہندو علماء یہ بھی جانتے ہیں کہ تبدیلی کا وقت قریب ہے ۔ ان کی انانیت ان کو روکے ہوئے ہے کہ وہ ہندو عوام کے سامنے حق کا اعلان کرسکیں، لیکن مسلمانوں کے سامنے تحقیقی ثبوت پیش کرنا پڑ رہے ہیں اور پھر بھی وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سب مجہول روایتوں پر مبنی ایک خیالی افسانہ ہے ۔ اوپر بیان کیے ہوئے تمام رازوں کے تحریری حوالے نہیں پیش کیے جاسکتے ۔ کیوں کہ حتی الامکان ان کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے جس کی وجہ سے زبانی تذکرے ہی ہوتے رہے ہیں لیکن ان تمام انکشافات کو ہم ثابت کرسکتے ہیں ۔ ہمیں ثابت کرنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی ۔ آپ کفار کہہ کر نفرت کرنے کے بجائے قریب جاکر تو دیکھیں آپ کو بھی ثبوت مل جائیں گے ۔

قرآن، رسول، اور بیت اللہ کی حقیقتوں کو جاننے والے جانتے ہوئے بھی چھپاتے ہیں اس بات کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے : "یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم " وہ اسے ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں "

ہندوستان کی ہندو قوم کے علماء بھی بطورِ خاص اِن حقیقتوں کو اپنی کتابوں اور روایتوں کی روشنی میں خوب اچھی طرح سے پہچانتے ہیں ۔

ہزاروں سال سے ساتھ رہنے والے پڑوسیوں کے افکار و خیالات کا جب تک ہمیں صحیح علم نہیں ہوگا ہم ان کی نفسیات کو نہیں سمجھ سکتے اور نفسیات کو سمجھے بغیر صحیح رُخ پر دعوت بھی پیش نہیں کرسکتے ۔ کیا اسے مجرمانہ لاعلمی نہیں کہا جائے گا ؟ کیا اس لاعلمی پر اللہ کی عدالت میں ہمیں مواخذہ کا خوف نہیں ہونا چاہیئے ؟ کیا اب بھی ہمارے جاگنے کا وقت نہیں آیا ہے ؟

باب ۱۹

سابقہ صحائف پر ایمان

ایک غلط فہمی کا ازالہ

انگریزی مقولہ ہے: "Seeing is believing" یعنی دیکھنے کے بعد یقین کیوں نہ کریں؟ پچھلے چند ابواب میں ہم نے ویدوں میں پائی جانے والی قرآنی تعلیمات کی جو چند مثالیں پیش کی ہیں (اور ان جیسے مفصل بیانات سے وید بھرے ہوئے ہیں) انھیں دیکھنے کے بعد شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ وید گم شدہ آسمانی صحائف کا مجموعی نام ہے جن کا خصوصی تعلق حضرت آدمؑ و نوحؑ سے رہا ہے یہ بیانات اخلاقی یا سماجی اصلاحات سے متعلق نہ تھے جنھیں ہزاروں سال قبل کسی مفکر نے مرتب کیا ہو بلکہ یہ دین کے بنیادی عقائد اور حقیقت احمدؐ و محمدؐ سے متعلق وہ خالص رموز و بیانات تھے جو ہر دور میں انبیاء علیہم السلام نے پیش کیے تھے۔ البتہ ویدوں میں حقیقت احمدیؐ ایک مخصوص محوری موضوع بھی ہے۔

یہاں چند ذہنوں میں یہ شبہات پیدا ہو سکتے ہیں کہ ہم اسلام و ہندو مذہب کو یکساں ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یا دونوں مذاہب کو ملا کر کوئی نیا دین بنا رہے ہیں یا دین اسلام کی فوقیت اور برتری کو گھٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں شیطانِ رجیم کی ایسی تمام کوششوں کے خلاف جن کے ذریعہ ایسے خیالات کا شائبہ بھی وہ ہمارے دماغوں میں پیدا کر سکے اور ہم اللہ کی مدد کے طالب ہیں۔ ابلیس لعین کی ان تمام چالوں کے مقابلہ میں جن کے ذریعہ وہ مخلص قارئین کو دین کی اشاعت کے موثر ترین طریقے کے خلاف بدگمان کر سکے۔

دین صرف اسلام ہے لیکن......

قرآن میں دو مقامات پر واضح انداز میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ دین اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین قابلِ قبول نہیں لیکن دونوں جگہ یہ تصریح بھی فرما دی کہ ہر نبی نے اپنی امت کو دین اسلام کی ہی تعلیم دی تھی۔

"آپ کہہ دیجئے کہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس پر جو ہمارے اوپر اتارا گیا ہے اور اس پر جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اسحاقؑ اور یعقوبؑ پر اولادِ یعقوبؑ پر اتارا گیا ہے اور اس پر جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور (دوسرے) نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا۔ ہم ان میں آپس میں کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ کے فرماں بردار ہیں اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو طلب کرے گا سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔" (آلِ عمران: ۸۴-۸۵)

تمام انبیاءؑ پر نازل کردہ تعلیمات پر ایمان رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ سب دین اسلام کے ہی داعی تھے۔ اب دوسرے مقام پر ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ:۔ "یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے اور جس میں جو اہلِ کتاب نے اختلاف کیا وہ آپس کی ضد سے اس کے بعد کیا کہ ان کو صحیح علم پہنچ چکا تھا۔ اور جو اللہ کی آیتوں سے انکار کرے گا سو اللہ یقیناً جلد حساب لینے والا ہے۔" (آلِ عمران: ۱۹)

یہاں بھی یہ واضح ہے کہ اہلِ کتاب کو دینِ اسلام ہی پہنچا تھا۔ پھر انھوں نے اسے بدل ڈالا۔ اسی بات کو دوسرے انداز میں بیان کرتے ہوئے قرآن عزیز کہتا ہے:

ترجمہ:۔ "اور انسان تو ایک ہی امت تھے پھر انھوں نے اختلاف کیا۔" (یونس: ۱۹)

کوئی مقدس صحیفہ اصلاً منسوخ نہیں ہوا

قرآن نے متعدد مقامات پر یہ واضح کر دیا ہے کہ صحیح اور اصل دین ہر دور میں اور ہر زمانے میں اسلام ہی تھا۔ تمام صحائف اور اللہ کی کتابوں میں دینِ اسلام ہی کی تعلیمات تھیں۔ آج ایک عام غلط فہمی مسلمان ذہنوں میں یہ ہے کہ حضرت

محمد مصطفیٰؐ کے تشریف لانے کے ساتھ ہی پچھلے تمام انبیاء کے لائے ہوئے دین منسوخ ہو گئے اور قرآن آجانے کے بعد پچھلے تمام انبیاء پر نازل کردہ صحائف منسوخ ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے۔ یہ بات تو ہمارے بنیادی عقائد ہی کے خلاف ہے تمام انبیاء اور ان کی لائی ہوئی کتابوں پر ایمان لائے بغیر تو ہم مسلمان ہو ہی نہیں سکتے۔ اور جب تمام انبیاء، دین اسلام ہی لائے تھے تو ان کے لائے ہوئے دین کے منسوخ ہونے کا مطلب کیا ہے؟ قرآن نے اللہ کی کسی کتاب کو منسوخ نہیں کیا بلکہ جگہ جگہ اللہ کا یہ ارشاد قرآن پاک میں ہے کہ قرآن ان سب کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔

اس عام غلط فہمی کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔

۱۔ ہر نبی کا دین اسلام تھا لیکن شریعتیں جدا تھیں۔ ارشاد ربانی ہے:

"تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک خاص شریعت اور راہ رکھی تھی......"

(المائدہ : ۴۸)

دین اور شریعت میں فرق ہے دین تو بنیادی عقائد کا مجموعہ ہے جیسے توحید رسالت، آخرت اور تقدیر پر ایمان لانا تمام انبیاء کی کتابوں میں ایک ہی دین اسلام کی تعلیم تھی لیکن شریعت ہر رسول کی جدا تھی۔ دین پر عمل کرنے کے طریقے یعنی عبادات و قوانین (جیسے چوری شراب کی سزائیں) کا نام شریعت ہے۔ ہر صاحبِ شریعت رسول کے آجانے کے بعد اُن کی لائی ہوئی شریعت نافذ ہوئی اور پچھلی شریعتیں منسوخ ہوئیں۔ رسولِ آخر حضرت محمدؐ کی بعثت کے ساتھ شریعت محمدیؐ نے پچھلی تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ دین اور شریعت کے مفہوم گڈمڈ ہو جانے کی وجہ سے یہ خطرناک غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ پچھلے تمام انبیاء کے دین اسلام سے مختلف تھے اور وہ اب منسوخ ہو گئے۔ غیر مسلموں کو دعوت دینے کے لیے پہلے ان کو اُن کے اصل دین اسلام کی طرف بلایا جائے گا جسے وہ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ بعد میں ان کو شریعت محمدیؐ پر عمل کرنے کو کہا جائے گا۔ پہلے ان عقائد کی درستگی ہو گی جن میں بگاڑ آیا ہے اس کے بعد ہی عملی زندگی میں دین کے نفاذ کا نمبر آئے گا۔ رسول اکرمؐ نے بھی دین کی اجنبیت کے دور میں یعنی مکی دور کی شروعات

میں مشرکین مکہ سے یہی کہہ کر دعوت کی ابتداء کی تھی کہ میں تمہارے سامنے کوئی نیا دین لے کر نہیں آیا ہوں بلکہ اصل دینِ ابراہیمؑ کو پیش کر رہا ہوں جس کا پیرو تم اپنے آپ کو بتاتے ہو۔

۲۔ پچھلی تمام کتب مقدسہ منسوخ ہو گئیں۔ اس زبردست غلط فہمی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آج یہ مقدس کتابیں اپنی اصل حالت میں دستیاب نہیں ہیں اس اشکال کا حل ہم ویدوں کے باب میں "مقدس کیسے بنیں" کی سرخی کے ذیل میں صفحہ ؟؟ پر پیش کر چکے ہیں۔

حق و باطل کی ملی جلی موجودہ شکل میں ان کا باطل منسوخ ہے اور ان کا حق جوں کا توں مقبول ہے اور اس امت کا فریضہ اسی حق و باطل کو الگ الگ کر کے دودھ کا دودھ، پانی کا پانی کرنے والا تحقیق کا کام ہے۔

پچھلی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب

قرآن حکیم نے جگہ جگہ اہل کتاب کو اپنی کتابوں پر عمل کرنے کی دعوت دی ہے اور ان پر عمل نہ کرنے پر ملامت کی ہے۔ مثلاً دیکھئے:

"اور (اے نبی) یہ (یہودی) تم سے کیسے فیصلے کراتے ہیں جبکہ ان کے پاس توریت موجود ہے جس میں اللہ کا حکم (موجود) ہے پھر یہ اس کے بعد بھی منہ موڑ رہے ہیں اور یہ لوگ ایمان لانے والوں کے ساتھ نہیں ہیں۔" (المائدہ : ۴۳)

"کہہ دیجئے اے اہل کتاب تم ہرگز کسی اصل پر نہیں ہو جب تک کہ تم توریت اور انجیل اور ان دوسری کتابوں کو قائم نہ کرو جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں۔"

(سورہ مائدہ : ۶۸)

کیا یہ آیات واضح طور پر اس حقیقت کی طرف نشاندہی نہیں کر رہی ہیں کہ اہل کتاب کو انہی کی کتابوں کے رُخ سے دعوت دی جائے ورنہ کیا مفہوم متعین کریں گے۔ آپ ان آیات کا جن میں ان کو توریت اور انجیل کو قائم کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کتابوں پر اگر یہ لوگ صدق دل سے ایمان لے آئیں اور ان کے تحریفی حصہ کو چھوڑ کر ان میں جو اللہ کا کلام ہے اس کے مومن بن جائیں تو اپنی ہی کتابوں میں ان کو وہ حقیقتیں ملیں گی

کہ اسلام اور قرآن کو مانے بغیر رہ نہیں سکتے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے متعین ہو کہ ان کتابوں کا کون سا حصّہ کلام اللہ ہے اور کتنا حصّہ تحریف شدہ ہے۔ اس کے لیے ہمیں محنت کرنا پڑے گی۔ ہمیں پھر وہیں لوٹنا پڑے گا جو ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ قرآن کی روشنی میں دوسرے ادیان کا مطالعہ ہمیں کرنا ہی پڑے گا تاکہ ان میں سے ہم کلام اللہ کو الگ کر سکیں اور اس پر ایمان لانے کی ان اقوام کو دعوت دے سکیں۔

قرآن میں اہلِ کتاب ہی کو نہیں ہمیں بھی بار بار پچھلی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔

"...... یہ سب مومنین ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ..... " (سورۂ بقرہ : ۲۸۵)

ذرا غور فرمائیں کہ پچھلی کتابوں پر ایمان لانے کے حکم کا کیا مطلب ہے؟ نہ صرف قرآن خود یہ کہتا ہے کہ ان کتابوں میں تبدیلیاں ہو گئی ہیں بلکہ ان کتابوں کے ماننے والے بھی ان میں تبدیلیوں کا اقرار کرتے ہیں۔

آج یہ سمجھا جاتا ہے کہ صرف اتنی سی بات مان لینے سے کہ یہ کتابیں نازل ہوئی تھیں، ان پر ایمان لانے کی بات پوری ہو گئی۔ قرآن میں اگر صرف تذکرے کے طور پر بھی ان کتابوں کی آمد کا بیان ہوتا تو بھی ہم پر یقین کرنا فرض ہوتا کہ یہ کتابیں اللہ نے نازل کی تھیں۔ ان پر ایمان لانے کے الفاظ جگہ جگہ کیوں استعمال ہوتے ہیں کہ اس کے بغیر مومن ہی نہیں ہوں گے؟ مطلب صاف ظاہر ہے ان کتابوں کے ان حصوں پر ایمان لانا مقصود ہے جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے اور وہ حصّے تب ہی واضح ہوں گے جب ان پر کام کیا جائے گا۔ یہ ہماری اُمّت پر فرض کفایہ ہے اور ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جو اس کے اہل ہیں کہ اس طرف توجہ کریں تاکہ ہم ان کتابوں پر ایمان لا سکیں جیسا کہ حکم ہوا ہے اور اہلِ کتاب کو انہی کتابوں کے رُخ سے دعوتِ اسلام پیش کر سکیں۔ جیسا کہ قرآن کا منشا ہے تب ہی ہم اسلام کو اُن کے مذہب کی حیثیت سے پیش کر سکیں کہ دیکھو، دین ہر دور میں ایک ہی تھا — یعنی اسلام۔

یہ تضاد کیوں محسوس ہو رہا ہے؟ قرآن اہلِ کتاب کو اپنی کتابوں پر عمل نہ کرنے پر

موردِ الزام ٹھہراتا ہے۔ (سورۂ مائدہ : ۴۴)
قرآن اہل کتاب کو توریت، انجیل اور پچھلی تمام کتابوں کو قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔
(المائدہ : ۶۸)

اور قرآن ہی ان کتابوں میں تحریف کا ذکر کرتا ہے ـــ
"...... کلام کو اس کے صحیح مقامات سے بدلتے رہتے ہیں۔" (المائدہ : ۴۱)
پھر قرآن ان کتابوں کی تصدیق بھی کرتا ہے۔

ترجمہ : "اس نے (یہ) کتاب آپؐ پر نازل کی ہے حق کے ساتھ۔ ان کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے آچکی ہیں اور اس نے اُتارا تھا توریت وانجیل کو۔" (آل عمران : ۳)

اور قرآن اہلِ ایمان سے ان پر ایمان لانے کو کہتا ہے ـ
ترجمہ : "کہہ دو کہ ہم تو ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر اتارا گیا اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا گیا اور اس پر جو دوسرے انبیاء کو ان کے پروردگار کی طرف سے دیا گیا اور ہم ان میں سے کسی کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ ہی کے حکم بردار ہیں۔" (البقرہ : ۱۳۶)

قرآن کی آیات میں باہم تضاد کہیں نہیں ہے۔ پھر یہ بظاہر تضاد ان آیات میں کیوں محسوس ہو رہا ہے؟ ذرا ٹھہریئے ـــ چند احادیث پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ بعض احادیث قرآن کے بعض حصوں کے مطلب واضح کرنے میں مدد دیتی ہیں۔

کیا احادیث میں بھی تضاد ہے؟

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) حضرت عمرؓ بن خطاب سرکارِ دو عالمؐ کے پاس توریت میں سے کچھ حصہ لائے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ توریت میں سے کچھ حصہ ہے۔ آنحضرتؐ خاموش رہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے (اُن کو) پڑھنا شروع کیا۔ ادھر حضورؐ کا چہرۂ مبارک متغیر ہونے لگا۔ (یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے کہا ـــ "عمر گم کرنے والیاں تمہیں گم کریں۔ کیا تم حضورؐ کے چہرۂ اقدس کو نہیں دیکھتے؟ حضرت عمرؓ نے چہرۂ انور پر نگاہ ڈالی اور کہا ـــ میں اللہ کے غضب اور

اس کے رسول کے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں (ہم اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمدؐ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر موسیٰؑ تمھارے درمیان ظاہر ہوتے اور تم ان کی پیروی کرتے اور مجھے چھوڑ دیتے تو یقیناً تم گمراہ ہو جاتے (حالانکہ) اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے اور میرا زمانۂ نبوت پاتے تو وہ بھی یقیناً میری ہی پیروی کرتے۔" (دارمی بحوالہ مشکوۃ باب الاعتصام)

اب دوسری حدیث دیکھیں:

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا:

..... بنی اسرائیل سے روایت کیا کرو یہ گناہ نہیں ہے ..... (بخاری بحوالہ مشکوۃ. باب کتاب العلم)

یعنی بنی اسرائیل کے پاس جو علم ہے اسے سن کر دوسروں سے بیان کرو ـــــ اس کی عملی مثال حضرت سلمان فارسیؓ ہیں جو سابقہ عیسائیت سے ہی اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی صحائفی خبریں لے کر تلاش رسولؐ میں مدینہ آئے تھے اور جب انھوں نے بزم رسالت میں آکر یہ توریت و انجیل والی علمی روایات سنائیں تو چہرۂ انور چمک اٹھا اور نہ صرف آپ نے خود یہ صحائفی خبر خوش ہو کر سنی بلکہ تمام صحابہ کو بلوا کر کے انہیں بھی سنائی۔

اور اب تیسری حدیث کا ایک حصہ جو بخاری و مسلم سے ماخوذ ہے اور سابقہ صحائف کی قانونی احادیث کا آئینہ دار ہے۔

"...... یہود مدینہ رسول اللہؐ کے پاس (سازش کی نیت سے) آئے اور ذکر کیا ہمارے ایک مرد و عورت نے بدکاری کی ہے ان کے بارے میں آپؐ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تمھارے یہاں توریت میں کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا۔ ہم تو اسے رسوا کرتے ہیں اور کوڑے لگا کر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ سن کر عبداللہؓ بن سلام نے فرمایا۔ جھوٹ کہتے ہو۔ توریت میں سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ لاؤ توریت پیش کرو۔ انھوں نے توریت کھولی لیکن آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے کی سب عبارت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عبداللہؓ سمجھ گئے اور فرمایا۔ اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔ ہاتھ اٹھایا تو سنگسار کرنے کی آیت موجود تھی اب ان کو اقرار کرنا پڑا پھر حضورؐ کے حکم سے زانیوں

کو سنگسار کر دیا گیا..."   (بحوالہ تفسیر سورۂ المائدہ ابن کثیر)

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک مسئلہ میں توریت میں اسلامی شریعت کے مطابق حکم موجود تھا رسول اللہؐ نے یہودیوں کا فیصلہ انہی کی کتاب میں ان کو وہ حکم دکھا کر کیا۔

اب ذرا غور فرمائیں کہ کیا ان تینوں احادیث میں بھی تضاد ہے؟

صحیح پس منظر میں دیکھیے

جی نہیں۔ پہلے واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ مدنی زندگی کے ابتدائی ایام میں جبکہ ابھی صحابہؓ کرام علم کے اعتبار سے پختہ نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ حصول علم کے شوق میں یہودیوں کے ایک مدرسہ بیت المدراس میں جا کر درس سنتے تھے اور نوٹ بھی کرتے تھے۔ وہیں سے توریت کے اوراق رسول اکرمؐ کے پاس لے کر آئے تھے آپؐ برہم ہوئے اور یہ واضح فرما دیا کہ اس دور میں صرف دین محمدیؐ کا اتباع ہی مطلوب تھا اور دوسرے علم کا شوق نہ صرف غیر ضروری بلکہ خطرناک تھا۔ بعد میں مدنی دور کے آخری حصہ میں جب یہ اطمینان آپؐ کو ہو گیا کہ اب آپؐ کے اصحاب قرآن کی روشنی میں صحیح اور غلط کی پرکھ کرنے کے قابل ہو گئے تو آپؐ نے توریت اور انجیل کے وہ حصے نقل کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی۔ جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے۔

دوسری حدیث اسی دور سے متعلق ہے اور تیسرے واقعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مصلحت کا تقاضا ہو اور اہل کتاب پر اتمام حجت کرنا ہو تو دین اسلام اور شریعت محمدیؐ کے مطابق ان کی کتابوں میں جو تعلیمات پائی جاتی ہیں وہ ان کو انہی کی کتابوں میں دکھا کر حجت پوری کرنا چاہیے۔ یہی وہ حصے ہیں جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے انھیں تحریف سے پاک حقائق کو قائم کرنے کی قرآن کے نازل ہونے کے بعد بھی اہل کتاب کو تلقین کی گئی ہے کہ جب تک انہیں قائم نہ کریں گے وہ کسی اصل پر نہ ہوں گے اور قرآن کے تصدیق شدہ اسی حصے پر مومنین سے قرآن ایمان لانے کو کہتا ہے۔



باب ۲۰

دعوت کا طریق کار

کیا ہندو اہل کتاب ہیں؟ جب یہ معلوم ہو جائے کہ ویدوں میں آسمانی کلام ہے اور ہندو قوم کو احمدؐ سے آسمانی نسبت بھی ہے اور وہ ملتِ آدمؑ اور قوم نوحؑ ہے تو سب سے پہلا سوال فطری طور پر یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہندو قوم کو اہلِ کتاب کہا جا سکتا ہے؟ اس سوال کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے کچھ بزرگ ہندو قوم کو کم از کم شبہِ اہلِ کتاب کا درجہ تو دیتے رہے ہیں۔ دیکھئے —

"لیکن مسلمان اس معاملے میں بڑے روادار ہیں اور عربوں نے ہندوؤں کو کفار و مشرکین کے زمرے میں شامل نہیں کیا ہے بلکہ شبہِ اہلِ کتاب کا درجہ دیا ہے۔ اس سلسلے میں سید سلیمان ندوی نے اپنی کتاب 'عرب و ہند کے تعلقات' میں بڑی محققانہ بحث کی ہے۔" [۱]

"سندھ کی سب سے قدیم عربی تاریخ 'چچ نامہ' کے فارسی ترجمہ میں یہ مذکور ہے۔ محمد بن قاسم نے برہمن آباد (سندھ) کے لوگوں کی درخواست قبول کی اور ان کو اجازت دی کہ سندھ کی اسلامی سلطنت میں اسی حیثیت میں رہیں جس حیثیت میں عراق اور شام میں یہودی، عیسائی اور پارسی رہتے ہیں۔" [۲]

"بلاذری میں یہ تصریح ہے کہ — ہندوستان کا بت خانہ بھی عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں اور مجوسیوں کے آتش کدے کی طرح ہے۔" [۳]

---

[۱] اسلام میں دوسرے مذاہب اور اہلِ مذاہب کی حیثیت۔ از مولانا شاہ معین الدین ندوی مطبوعہ رسالہ معارف جلد ۸۱ ص ۱۸۰

[۲] چچ نامہ ایلیٹ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۰ بحوالہ رسالہ معارف " " " " " " ص ۱۸۰

[۳] " " " " " " " " " " " " ص ۱۸۰

ہندو قوم کو ہم کفار و مشرکین کے زمرے میں شامل کریں یا اہلِ کتاب سمجھیں۔ یہ معلوم ہونا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مختلف گروہوں سے معاملات و تعلقات کی نوعیت قرآنی احکامات کی روشنی میں مختلف ہے اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ کسی گروہ کو دعوت دینے کا صحیح طریقِ کار قرآن و سنت کی روشنی میں تبھی متعین ہو سکتا ہے جب ہمیں اس مخصوص گروہ کے لیے استعمال ہونے والی قرآنی اصطلاح کا علم ہو۔

اب آئیے غور کریں کہ مشرکین تو اہلِ کتاب کو بھی کہا گیا ہے۔ یہودی حضرت عزیرؑ کو اور عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا ماننے کے بعد مشرکین کی صف میں شامل ہیں۔ بہت سے مسلمان بھی اپنے عقائد یا اعمال کی بنیاد پر شرک سے بری الذمہ قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ معلوم ہوا کہ مشرکین کا اطلاق اہلِ کتاب پر بھی ہو سکتا ہے۔ یہی شکل کافرین کی بھی ہے۔ قرآنِ عزیز کا ارشاد ہے کہ:

ترجمہ: "انھوں نے یقیناً کفر کیا جو کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تین میں کا تیسرا ہے....."[۱]

کفر کے معنی ہیں انکار کرنا۔ دینِ اسلام کے مسلّمہ عقائد سے کسی درجہ کا انکار بھی کفر قرار پائے گا حتیٰ کہ مخصوص موقعوں پر مسلمان بھی کفر کی زد میں آئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ مشہور حدیث ہے کہ:

"جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔"

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ شرک کی طرح کفر کے مختلف درجات ہیں جن میں سے کسی نہ کسی درجہ کی زد میں دنیا کے ہر مذہب کے ماننے والے آئے بغیر نہیں رہتے۔ کافرِ مطلق کی صف میں آج کے دور میں ہم کسی کو رکھ سکتے ہیں تو وہ ملحدین کی جماعت ہے جس کے پاس کسی خدا کا تصور ہی نہیں ہے۔ ان کے علاوہ جتنے گروہ یا اقوام ہیں وہ کسی نہ کسی درجہ میں کفر میں ملوث ہو ہی جاتے ہیں لیکن مکمل کافر نہیں کہے جا سکتے۔

ہندو قوم کے پاس شرک میں ملوّث ہونے کے باوجود خدا کا تصور ہے۔ کلامِ الٰہی سے

---

[۱] سورۃ المائدہ : ۷۳

مبہم سا ہی سہی لیکن رشتہ ہے۔ رسولوں کا تصور بہت بگڑ جانے کے باوجود بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے اور "مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوگا" یہ بھی ملحدین کی طرح وہ نہیں کہتے بلکہ ان کے پاس آواگون کے غلط عقیدے کی شکل میں بھی جزا اور سزا کا تصور ہے۔

اس طرح اگر ہم کافرِ مطلق یا مکمل کفر کرنے والوں ہی کو کافر کہیں تو کم از کم اس گروہ میں ہندو قوم کو ہرگز شمار نہیں کر سکتے۔

پھر کیا ان کو اہلِ کتاب کہا جا سکتا ہے؟

جب ہر قوم کی طرف اللہ کے نبی آئے تھے تو صرف یہودیوں اور عیسائیوں ہی کو قرآن نے اہلِ کتاب کیوں کہا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ کتاب وہ لوگ ہیں جن کا کتاب اللہ سے (چاہے وہ بگڑی ہوئی شکل میں ہو) رشتہ قائم ہے اور یہ رشتہ کسی نبی کے واسطے سے ہے۔ یعنی اس کتاب کے لانے والے نبی کی نبوت کا بھی وہ اقرار کرتے ہیں۔

اہلِ کتاب کی اس تعریف پر ہندو قوم پوری نہیں اترتی۔ کتاب ہونے کے باوجود اس سے ان کا رشتہ کٹا ہوا ہے اور نبی دیو مالاؤں میں گم ہے۔

اہلِ کتاب نہیں اُمیّین ہیں

ہندو قوم کو اگر ہم اہلِ کتاب نہیں کہہ سکتے تو ان کے لیے کون سی قرآنی اصطلاح مقرر کریں گے یہ جاننے کے لیے ہمیں ۱۴۰۰ سال پیچھے کی طرف لوٹنا ہوگا، کیوں کہ وہاں ایک قوم ہمیں ایسی ملتی ہے جو اپنے آپ کو ایک رسول (حضرت ابراہیمؑ) کی امت کہتی تھی لیکن رسول کی کتاب (صحفِ ابراہیم) اس کے پاس نہیں تھی۔ یعنی کتاب سے اس کا رابطہ منقطع تھا۔ قرآن نے اس قوم کو "اُمیوں کا گروہ" کہا۔

"اُمّی" کا مطلب 'بے پڑھا لکھا' نہیں تھا۔ اس معنی میں اس لفظ کا استعمال بعد میں ہونے لگا۔

زجاج نے تصریح کی ہے کہ اُمّی وہ ہے جو امتِ عرب کی صفت پر ہو۔ بے پڑھا لکھا ہونا عرب کی مخصوص صفت تھی۔ بعض علماء کے خیال میں اُمّی اُمّ کی طرف منسوب

ہے..... چونکہ بے پڑھے لکھے شخص کی حالت گویا وہی ہوتی ہے جس حالت پر کہ اس کو ماں نے جنا تھا اس لحاظ سے اس کی نسبت ماں کی طرف کی جانے لگی۔ امام باقرؒ کی طرف یہ خیال منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ اس کو امّ القریٰ (مکّہ) کی طرف منسوب بتاتے تھے۔ چونکہ اہلِ مکّہ یعنی قریش من حیث القوم بے پڑھے لکھے ہی تھے اس وجہ سے بے پڑھے لکھے شخص کو اُمّی کہا جانے لگا..... [1]

ہندو قوم کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بھی اس ۵۰۰۰ سالہ پرانی قوم کی طرح اہلِ قبلہ ہیں۔ ان کی تمام مذہبی رسومات میں قبلہ سے متعلق مناسک کی جھلک ہے اور ان کے تمام قدیم منادر آج بھی قبلہ رو کھڑے ہیں۔

اُمیّوں کی تعریف جب ہم قرآن میں ڈھونڈتے ہیں تو ہمیں اس مفہوم کے الفاظ ملتے ہیں:

"اور ان میں سے ایک دوسرا گروہ اُمیّوں کا ہے جو کتاب کا تو علم رکھتے نہیں بس اپنی بے بنیاد امیدوں اور آرزوؤں کو لیے بیٹھے ہیں اور محض وہم و گمان پر چلے جا رہے ہیں۔" [2]

مندرجہ بالا تمام صفات کی طرح قرآن کی بتائی ہوئی یہ تعریف بھی ہندو قوم پر سو فی صد پوری اترتی ہے۔

اُمیّوں کے تذکرے میں قرآن نے یہ بالکل واضح کر دیا ہے کہ اُمّی اہلِ کتاب نہیں ہیں بلکہ ایک مختلف گروہ ہیں۔

"..... اور آپؐ اہلِ کتاب سے اور اُمیّوں سے دریافت کیجیے کہ تم اسلام لاتے ہو؟" [3]

معلوم ہوا کہ Believers یعنی خدا پر کسی نہ کسی شکل میں ایمان رکھنے والوں کو قرآن دو گروہوں میں تقسیم کرتا ہے۔ "اہلِ کتاب" اور "اُمّی"۔ اور اُمیّوں کی جو خصوصیات قرآن اور علمائے قرآن نے بیان کی ہیں وہ یہ ہیں:

- کتاب کو نہیں جانتے۔ ان کا کتاب کے بارے میں علم گمان اور قیاسات پر مبنی ہے۔
- قدیم اُمّتِ عرب کی طرح اہلِ قبلہ ہیں اور امّ القریٰ یعنی مکّہ سے ان کا گہرا تعلق ہے۔

---

[1] لغات القرآن، تالیف مولانا عبدالرشید نعمانی۔ [2] البقرہ: ۷۸ [3] آلِ عمران: ۲۰

یعنی ان کی عبادات میں کعبہ کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ آج کی دنیا میں صرف ایک ہندو قوم ہی ایسی ہے جو اُمّی ہونے کی اس تعریف پر پوری اترتی ہے۔

اب دوبارہ آپ قرآن میں غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُمیوں کے قرآن نے دو گروہ بتائے ہیں جن کے ذریعہ رسولؐ کا پیغام دنیا کو پہنچنا مقدور ہوا۔ ایک پہلا گروہ جو ۱۴۰۰ سال پہلے عرب میں تھا اور جس میں محمد رسول اللہؐ کی بعثت ہوئی تھی اور ایک بعد میں آنے والا "آخرین" گروہ ہے۔[۱]

یہی وہ بعد والا گروہ ہے جس کی قبول اسلام کی خبر قرآن نے مختلف مقامات پر دی ہے اور احادیث نے جس کی وضاحت کرتے ہوئے ہندوستان کی ہندو قوم کی طرف اشارہ کیا ہے۔[۲]

دعوت کا طریق کار احادیث کی روشنی میں...

احادیثؐ نے ہی ہم کو اس قوم کو دعوت دینے کا طریق کار بتایا ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث میں آپ خود ملاحظہ فرمالیں۔

• حضرت عبدالرحمٰن بن علاء حضرمیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے یہ حدیث بیان کی جس نے نبی کریمؐ سے سنا تھا کہ آپؐ نے فرمایا ـــ یقیناً اس امت کے آخری حصہ میں ایک قوم ہوگی جس کا ثواب ابتدائی دور کے لوگوں (یعنی صحابہ کرامؓ) کے ثواب کے مانند ہوگا۔ وہ نیکیوں کا حکم دیں گے۔ برائیوں سے روکیں گے اور فتنہ پردازوں سے جنگ کریں گے۔[۳]

• حضرت ابوعبیدہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہؐ کیا ہم سے بھی بہتر کوئی ہوسکتا ہے کہ ہم نے (آپؐ کے ہاتھ پر) اطاعت قبول کی اور آپؐ کے شانہ بشانہ جہاد کیا۔ فرمایا ـــ ہاں۔ تم لوگوں کے بعد

---

[۱] دیکھئے سورۂ جمعہ آیات ۲-۳

[۲] یہ مضمون تفصیل سے باب ۱ میں بیان ہوا ہے۔

[۳] بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ باب ثواب ھذہ الامۃ

ایک قوم ہوگی۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں گے جب کہ انھوں نے مجھے دیکھا بھی نہ ہوگا۔" [1]

"حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے (ایک دن صحابہؓ سے) پوچھا۔۔ ایمان کے لحاظ سے کون سی مخلوق تمہارے نزدیک سب سے عجیب اور عزیمت والی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ "فرشتے"۔ فرمایا: (ان کے ایمان میں کیا عجیب بات ہے؟) وہ ایمان کیوں نہ لائیں جب کہ وہ اپنے پروردگار کے قریب بستے ہیں۔ صحابہؓ نے کہا۔۔ پھر یا رسول اللہؐ وہ انبیاء ہیں۔۔ فرمایا: وہ ایمان کیوں نہ لائیں جب کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔۔ صحابہ نے کہا۔ پھر یا رسول اللہؐ وہ ہم لوگ ہیں۔ فرمایا: تم ایمان کیوں نہ لاتے جبکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہؐ نے فرمایا: بے شک تمام مخلوقات میں ایمان کے اعتبار سے قوی اور عجیب ترین حقیقتاً ایک قوم ہوگی۔ وہ میرے بعد ہوں گے۔ وہ کچھ صحیفے پائیں گے۔ ان (صحائف) میں 'کتاب' ہے جو کچھ ان (صحائف) میں ہے اس پر وہ ایمان لائیں گے۔" [2]

مندرجہ بالا احادیث میں 'کتاب' سے مراد قرآن ہے۔ یعنی ان کو ان صحائف میں قرآن نظر آئے گا۔ اس مفہوم کو تقویت قرآن کی مندرجہ ذیل آیت سے بھی ملتی ہے۔

"بے شک یہ (قرآن) اوّلین صحیفوں میں ہے۔" [3]

دیکھا آپ نے احادیث بتاتی ہیں کہ یہ قوم براہِ راست قرآن پر ایمان نہیں لائے گی بلکہ پہلے وہ اپنے صحائف کو پائے گی یعنی یہ وہ قوم ہوگی جو اپنے صحائف سے کٹی ہوگی اور گویا انہیں دوبارہ دریافت کرے گی۔ ان صحائف میں اسے قرآنی تعلیمات نظر آئیں گی اور اس رُخ سے وہ اسلام قبول کرے گی اور اس طرح اس قوم کا ایمان عجیب ترین ہوگا اور اتنے مرتبہ والا ہوگا کہ ان کا ثواب صحابہؓ کے ثواب کے مانند ہوگا۔

اب تک آپ جان ہی چکے ہیں کہ دنیا کی مذہبی اقوام میں وہ کون سی واحد قوم ہے

[1] اس مضمون کی حدیث احمد اور دارمی نے بھی نقل کی ہے، رزین بحوالہ مشکوٰۃ۔ باب ثواب ھذہ الامۃ
[2] بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ۔ باب ثواب ہٰذہ الامۃ [3] سورۃ الشعراء: ۱۹۶

جس کے پاس آسمانی صحائف ہیں اور وہ ان سے کٹی ہوئی ہے۔

......قرآن کی روشنی میں

دعوت کی ابتدا کی بنیادیں قرآن شریف میں جگہ جگہ بیان ہونے والے مضمون کی روشنی میں ایمان باللہ۔ آخرت پر ایمان اور عمل صالح ہیں۔

"بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور جو عیسائی ہیں اور صابئین میں سے جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور صالح عمل کرے سو ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس ان کا اجر ہے اور نہ کوئی اندیشہ ان کے لیے ہے اور نہ وہ کوئی غم کریں گے۔" (سورہ بقرہ: ۶۲)

دنیا میں تمام مذاہب کے بنیادی طور پر توحید اور آخرت کے تصورات ہی میں بگاڑ آیا۔ ہر مذہبی قوم نے بعد میں آنے والے رسول کا انکار اسی لیے کیا کہ وہ نئے آنے والے رسول کے کہنے پر اپنے بگڑے ہوئے توحید اور آخرت کے تصورات کو درست کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اور اس کے علاوہ جو غلط اعمال انہوں نے اختیار کر لیے تھے انہیں بھی بدلنے کو تیار نہیں تھے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کی رسالت کا انکار کیا۔ اگر وہ اپنے بگڑے ہوئے توحید و آخرت کے عقائد سے رجوع کرنے کو تیار ہوتے اور اعمال بد چھوڑنے کو تیار ہوتے تو حضرت عیسیٰؑ کو رسول تسلیم کرنے میں انہیں کوئی تامل نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ یہی تعلیمات تو لائے تھے۔ اسی طرح انہیں تین بنیادوں میں تبدیلی ہو جانے کی وجہ سے عیسائیوں اور یہودیوں نے حضرت محمدؐ کی رسالت کا انکار کیا ورنہ وہ جانتے تھے کہ آپؐ رسول برحق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے صرف ان تین بنیادوں کا ذکر کر کے ان تمام مذہبی گروہوں کو بشارت دے دی کہ اگر تم انہیں درست کر لو تو پھر تمہیں کسی خوف کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایمان رسولِ آخرؐ اور قرآن پر بھی لانا ضروری ہے۔ پھر قرآن نے صرف ان تین ارکان کا ذکر کر کے کیوں ہر مذہب کے ماننے والے کو خوشخبری دے دی؟ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ علیم و حکیم اللہ ربّ العزت کے علم میں یہ بات تھی کہ اگر وہ ان تین بگاڑوں کو درست کر لیں تو رسول اور قرآن پر ایمان وہ ضرور لائیں گے۔

یہ تینوں بنیادیں توحید۔ آخرت۔ اور عملِ صالح ہم ہندو قوم کو ان کی ہی مذہبی کتب ویدوں میں سے نکال کر دے سکتے ہیں۔

دعوت کے طریق کار کے سلسلے میں قرآن ایک ہدایت اور دیتا ہے۔

"آپ اپنے پروردگار کی راہ کی طرف بلایئے۔ حکمت سے اور (دلوں پر رقّت طاری کرنے والی) اچھی نصیحت سے۔ اور ان کے ساتھ پسندیدہ طریقہ سے مباحثہ کیجیے۔" ؎[1]

حکمت سے بلانے کا مقصد نہ تو احساسِ کمتری کا شکار ہونا ہے نہ حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے سے گریز کرنا۔ حکمت حکومتِ وقت کی چاپلوسی یا اکبر کے دینِ الٰہی جیسے کسی مذہب کو ماننے کا نام بھی نہیں ہے لیکن اینٹ کا جواب اینٹ اور پتھر کا پتھر، بے شک اسلام نے اس کی بھی اجازت دی ہے۔ بلکہ بعض حالات میں حکم دیا ہے۔ حالات کے صحیح تجزیہ کا نام حکمت ہے۔ کسی موقع پر اللہ کے رسولؐ نے بلالؓ و خبابؓ کی جلتی ریت پر دردناک اذیتیں دیکھ کر صبر کیا ہے اور کسی موقع پر فتنے کو کچلنے کے لیے اسلامی افواج کو پیش قدمی کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک اسلام کی غربت کا دور تھا اور دوسرا مضبوطی کی طرف بڑھتی ہوئی اسلامی حکومت کا۔ دعوت کے لیے بھی مختلف ادوار میں مختلف طریق کار استعمال کیے گئے۔ پہلے تین سال خفیہ تبلیغ کی حکمت عملی اختیار کی گئی حالانکہ اس وقت بھی حق، حق ہی تھا۔ اس کے بعد پورے مکی دور میں ظلم و ستم کی بھٹی میں تپتے ہوئے، ہر جبر کو رضائے الٰہی کی خاطر سہتے ہوئے، دینِ حنیف کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا اور پھر نتیجہ کے طور پر وہ دور بھی آیا جس میں ظلم کا سر اٹھتے ہی کچل دیا جاتا تھا۔ تبلیغ کی یہ حکمت اگر ہم نے اس ہستی سے نہیں لی۔ جسے حکیمِ مطلق نے اپنے فضلِ خاص سے نوازا تھا تو ہمیں ہر موڑ پر شکست ہوگی۔ حکمت کی تعلیم اللہ کے رسولؐ کی تعلیم کا ایک جزو ہے۔

"...... اور وہ (رسول) تمھیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے ......" ؎[2]

کتاب (قرآن) کی تعلیم کے ساتھ حکمت کی کتنی اہمیت ہے اس کا اندازہ اس ارشاد

؎[1] سورۂ النحل : ۱۲۵ ؎[2] البقرہ : ۱۵۱

سے لگائیں:

"وہ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جسے حکمت عطا ہو گئی اسے یقیناً خیرِ کثیر عطا ہوا۔ اور نصیحت تو بس صاحبانِ فہم ہی قبول کرتے ہیں۔" (سورۃ البقرہ: ۲۶۹)

ہندو کو مسلمان | ہندو مذہب کو اس کی کھوئی ہوئی حقیقت دیجیے

کر کے ہم نے دیکھ لیا۔ مذہب تبدیل کرنے کے بعد وہ اپنے معاشرے سے کٹ جاتا ہے۔ ہندو سماج میں مسلمانوں کے خلاف نفرت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور اس نومسلم کو ہم اپنے ساتھ ایڈجسٹ نہیں کر پاتے۔ اس کے شادی بیاہ اور روزگار کے مسائل مزید الجھ جاتے ہیں۔ جیسے مدینے کے انصار نے مکے کے مہاجرین کو بھائی بنایا تھا اس کی ادنیٰ سی مثال بھی ہم اس بے چارے کو فراہم نہیں کر پاتے۔ کبھی کبھی تو بددل ہو کر نومسلم کی واپس پرانے مذہب کی طرف لوٹنے کی مثالیں بھی دیکھنے میں آئی ہیں۔ یہ تو ان چند افراد کا معاملہ ہے جو اسلام قبول کرنے کی ہمت کرتے ہیں۔ اکثریت مسلمانوں کے بگاڑ کو دیکھ کر اسلام کی خوبیوں ہی سے متاثر نہیں ہوتی۔ ایسے حالات میں دعوت کی صرف ایک ہی مؤثر شکل ہے۔ ہندو کو مسلمان نہ کر کے ہندو مذہب کو اس کی بھولی ہوئی اصل حقیقت پر لایا جائے۔ یہ افراد کی نہیں قوم کی تبدیلی کا راستہ ہے۔

موجودہ دور میں اسلام کا طرزِ تبلیغ و دعوت، کتاب و سنت سے اصولی طور پر تمام مذاہب کے ماننے والوں کے لیے اور خصوصی طور پر ہندو قوم کو دعوت دینے کے لیے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان کے سابقہ مذہب کو اس کے اصل گم شدہ اسلام کی طرف بحال کرنے کا انداز اختیار کیا جائے۔ ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس سے تبدیلیٔ مذہب، ارتداد اور دھرم پریورتن کا الزام عائد ہو۔ یہ غلط مسخ شدہ طریقہ ہمارا نہیں، عیسائی مشنریوں کی درآمد کردہ بدعتِ سیئہ ہے۔ ہمیں اسے چھوڑ کر اس وقت ملتِ آدمؑ و نوحؑ کے معاملے میں وہی طریقۂ دعوت اختیار کرنا ہوگا جو خود حضورؐ نے ملتِ ابراہیمی کے سامنے اسلام کے تعارف کے لیے اختیار فرمایا تھا

دو زبردست حادثے

تبلیغ میں حکمت کی اتنی زبردست اہمیت قرآن نے کیوں رکھی ہے اس کے واضح ثبوت تاریخی واقعات میں ہیں ملتے ہیں۔ اسی صدی میں دو موڑ تاریخ میں ایسے آچکے ہیں جب مسلمانوں کے حکمتِ عملی سے کام نہ لینے سے غیر مسلمین کی حکمت عملی کامیاب ہوئی اور دونوں مرتبہ کروڑوں کی تعداد میں پوری پوری قومیں اسلام میں داخل ہوتے ہوتے رک گئیں۔ ان دونوں زبردست حادثوں میں سے ایک کا تعلق روس سے ہے اور دوسرے کا ہمارے ملک ہندوستان سے۔

روسی کمیونسٹ انقلاب کے رہنما اور لیڈر لینن تمام مذاہب عالم کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام سے بہت متاثر ہوئے تھے اور روسی عوام کے قبولِ اسلام کی خواہش رکھتے تھے، ان کے بارے میں باور کیا جاتا ہے کہ ان کی اسلام سے دلچسپی ایک بزرگ بقرا خان سے ملاقات کا نتیجہ تھی جن سے وہ کافی متاثر ہوئے تھے اور جن کے فیضِ صحبت کا لینن پر بہت اثر تھا بہرحال لینن نے کوشش کی لیکن علمائے مصر کی لاعلمی وغیر دانش مندی اور برطانوی حکومت کی حکمت عملی سے یہ زریں موقع ضائع ہوگیا۔

اس سانحے کی تفصیلات ایک ہندوستانی کمیونسٹ لیڈر نے بیان کی ہیں جن کے لینن سے ذاتی تعلقات تھے۔ محمد عبداللہ ریٹائرڈ آئی۔ اے۔ ایس کی زبان میں سنیے:

"ایم این رائے (M.N.Roy) ہندوستان کے معروف لیڈر تھے اور ۱۹۲۱ء۔ ۲۸ء کے درمیان وہ کمیونسٹ انٹرنیشنل روس کے فعال کارکن تھے۔ جرمنی، فرانس اور چین کے مزدوروں کی تحریک میں انھوں نے اہم خدمات انجام دیں۔ لینن سے ان کے اچھے تعلقات تھے اور انھیں کے ایک ساتھی اور ہندوستانی نے اس وقت کے سیاسی حالات کے تحت ہندوستان چھوڑ کر روس میں پناہ لی تھی۔ ان سے بھی لینن کے ذاتی تعلقات تھے۔ انھوں نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں لینن کی اسلام سے دلچسپی اور عقیدت کے بارے میں جو صراحت کی وہ قابل ملاحظہ ہے ـــــ

زارِ روس کے دور کے خاتمے پر جب لینن برسرِ اقتدار آئے اور انھوں نے

کمیونسٹ حکومت قائم کرلی تو ایک دن اپنے قریبی دوستوں کی میٹنگ طلب کی اور اس میں انھوں نے فرمایا...... ہم اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں لیکن اس کو برقرار رکھنے اور اس کو چلانے کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ ہم ایسے نظریۂ حیات کو اپنائیں جو انسانی فطرت کے مطابق ہو' اس لیے کہ انسان کو اپنی بقا کے لیے صرف روٹی نہیں چاہیئے بلکہ اس کی روح کی تسکین کے لیے ایک مذہب کی بھی ضرورت ہے۔ میں نے تمام مذاہب کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ میرے نزدیک سوائے ایک مذہب کے کسی اور میں یہ صلاحیت نہیں ہے جو ہمارے نظریۂ کمیونزم کا ساتھ دے سکے۔ اس لیے میں ابھی اس مذہب کا نام ہی بتلاؤں گا۔ اس بارے میں رائے قائم کرنے میں آپ جلدی نہ فرمائیں اس لیے کہ یہ سوال کمیونزم کی موت اور حیات کا ہے۔ آپ وقت لیں اور غور کریں۔ ہو سکتا ہے میں غلطی پر ہوں لیکن ہمیں اپنے تصفیے کے بارے میں ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے مادی رجحانات میں کمیونزم پر پورا اترتا ہے۔

یہ سن کر مجمع میں شور ہونے لگا تو لینن نے ٹھنڈے دل سے پھر غور کرنے کی ہدایت دی کہ آج سے پورے ایک سال کے بعد ہم پھر ملیں گے اور اس وقت طے کریں گے کہ کمیونسٹ کو کوئی مذہب اختیار کرنا چاہیئے؟ اور کون سا؟

برطانوی حکومت کے محکمۂ خارجہ کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے اس میں برطانوی سلطنت کے لیے بڑا خطرہ محسوس کیا کہ اگر کمیونزم اور اسلام مل جائیں تو روس کو برطانیہ پر ایک ناقابلِ تسخیر قوت اور فوقیت حاصل ہو جائے گی۔ فوری انھوں نے ایک مسئلہ کھڑا کیا۔

"اسلام کے لیے مارکسزم جیسا خدا سے منحرف اور ملحدانہ نظریہ قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟"

علمائے ازہر نے جو اس سوال کے پس منظر سے واقف نہ تھے ایسا فتویٰ صادر کر دیا جو برطانوی حکومت چاہتی تھی۔ یہ فتویٰ طبع کروا کر دنیا کے کونے کونے میں تقسیم کروا دیا گیا حتیٰ کہ روس کے اسلامی علاقوں میں اس فتوے کی کاپیاں ابھی تک بعض مسلمانوں کے پاس ہیں

ظاہر ہے کہ اس کا علم لینن کو ہو گیا۔ انھوں نے اپنی حیرت کا اظہار کیا اور کہا۔ میں سمجھتا تھا کہ مسلمان سمجھدار ہوں گے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے وہ بھی اور مذاہب کی طرح بڑے کٹر اور دقیانوسی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکیم دھری کی دھری رہ گئی اور اس کے مخالفین نے اطمینان کا سانس لیا۔ ؎

اب غیر مسلمین کی کامیاب حکمت عملی کی ایک دوسری مثال دیکھیے جس کا تعلق ہندوستان سے ہے۔

یقین کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر امبیڈکر جو ہریجنوں اور ہندو پس ماندہ ذاتوں کے سب سے مقبول رہنما تھے، ہندوستان کی پوری ہریجن آبادی کے ساتھ اسلام قبول کرنے کے خواہش مند تھے۔ گاندھی جی کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے ڈاکٹر امبیڈکر سے پوچھا کہ تم کون سا اسلام قبول کرنا چاہتے ہو۔ شیعہ مسلمان والا یا سنی مسلمان والا۔ اگر شیعہ ہونا چاہو تو ان میں بھی بہت سے مذہبی فرقے ہیں کس فرقے کا اسلام قبول کروگے؟ اگر سنی ہونا چاہتے ہو تو ان میں بھی بہت سے مذہبی فرقے ہیں۔ دیوبندی، بریلوی، وہابی وغیرہ اور ان سب میں آپس میں ایسی ہی نفرت ہے کہ ایک دوسرے کو داخل اسلام نہیں مانتے ڈاکٹر امبیڈکر نے اس گفتگو کے بعد اپنا ارادہ تبدیل کر دیا اور کہا کہ میں سمجھتا تھا کہ اسلام میں ذات پات نہیں ہوتی اور اسی لیے میں اس مذہب کو پسند کرتا تھا۔

یہ وہ عبرت کی داستانیں ہیں جن کی سیاہی ابھی تاریخ کے صفحات میں خشک بھی نہیں ہونے پائی ہے۔

کاش ہم یہ سمجھ لیں کہ۔۔۔

رسول اکرمؐ کی پوری دعوتی زندگی حکمت پر عمل پیرا ہونے کا عملی نمونہ تھی۔ اسلام کی غربت کے اس دور میں اللہ کے رسولؐ نے اس قوم سے کہا تھا کہ میں تمھارے پاس کوئی نیا دین لے کر نہیں آیا

؎ محمد عبداللہ (ریٹائرڈ۔ آئی۔ اے۔ ایس) کے مضمون سے ماخوذ مطبوعہ رسالہ سوویت یونین (اردو) جلد ۲۰ جون ۱۹۸۲ء

ہوں بلکہ دینِ حنیف اور دینِ ابراہیمی ہی پیش کر رہا ہوں۔ کیا اسلام کی غربت کے اس دور میں ہم اس قوم کے سامنے دین اس حیثیت سے پیش نہیں کر سکتے کہ ہمارا دھرم کوئی نیا دھرم نہیں ہے بلکہ ہم بھی نوحؑ (منو) کو پیغمبر مانتے ہیں اور ان کا پیغام جو تمہارے پاس ہزاروں برس کی دھول میں دھندلا گیا ہے۔ اسے اللہ کی آخری اور مکمل کتاب کی روشنی میں صاف کیا جا سکتا ہے۔

یقین کیجئے یہ قوم بڑی متلاشی ہے صدیوں سے ان افراد کی جو انہیں ان کا دھرم سمجھا سکیں جسے یہ آج تک خود بھی نہیں سمجھ سکی ہے لیکن اس سے چمٹی ہوئی ہے کہ یہ ان کا دھرم ہے۔

سومناتھ کے مندر کو ڈھانے والے محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ ہی تو البیرونی آیا تھا جس کے یہ آج تک احسان مند ہیں کیونکہ اس نے ان کے دھرم کو سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ البیرونی کا انداز کچھ اور تھا۔ اس کام کو بہتر طور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ کیا ہم اسلام کو اس حیثیت سے ان کے سامنے پیش نہیں کر سکتے کہ یہی تمہارا اصل دھرم تھا اور قرآن کی روشنی میں ان کے دھرم کی گتھیاں سلجھا کر یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ یہی دین ہے جسے نوحؑ (منو) نے پیش کیا تھا۔

انکار مت کیجئے۔ یہ نہ کہیئے کہ کہاں صاف ستھرا پاکیزہ مذہب اسلام اور کہاں دنیا بھر کی خرافات کا مجموعہ ہندو دھرم، کوئی مماثلت ہی نہیں!!! وہ سرے سے کوئی دھرم ہی نہیں ہے!!!

اس رخ پر کام کرنے سے پہلے ان کے دھرم کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے حضرت عمرؓ بن خطاب سے مروی حدیث نقل کی ہے کہ "قریب ہے وہ شخص اسلام کی ایک ایک کڑی علیحدہ کر دے جس نے اسلام میں ہی آنکھیں کھولیں اور جاہلیت سے بالکل ناآشنا ہے۔"[1]

---

[1] مقدمہ ارکان اربعہ۔ ص ۱۵ مطبوعہ ۱۹۸۱ء

چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ میں بہت بڑی تعداد میں ہمارے علماء نے توریت، زبور، اور انجیل کو کنگال ڈالا لیکن کتنے علماء ایسے ہیں جنھوں نے ہندو دھرم کا مطالعہ کیا؟ کچھ کوششیں سامنے آئیں تو وہ اس انداز کی ہیں جن میں ہندو مذہب کی موجودہ کتب کے غلط ترجموں میں ہندو مذہب کی خرابیاں تلاش کر کے اسلام کی خوبیوں سے تقابل کیا گیا ہے۔ بات چاہے سچ ہو لیکن ایسی اُردو کتابوں کا ترجمہ اگر آپ ہندوؤں کے سامنے رکھ دیں تو وہ بجائے تسلیم کرنے کے اور متنفر ہو جائیں گے۔

مثبت انداز میں ان کی تمام مذہبی کتب کا جائزہ لیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ ہم اسلام کو ان ہی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کر سکتے ہیں اور انھیں تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا۔

کم از کم اتنا تو کیجئے

اس تحقیقی کام کو ہر ایک فوری طور پر شروع نہیں کر سکتا صرف ہندی جاننے سے بھی کام نہیں چلے گا۔ اصل گمراہی ویدوں پرانوں اور اپنشدوں کے ہندی ترجموں سے پھیلی ہے۔ امت میں سے ایسے افراد کو سنسکرت سیکھنے کے لیے سامنے آنا ہوگا جن کی دینی بیک گراؤنڈ بھی ہو۔ یہ کام بظاہر محنت طلب ہے۔ لیکن اگر اللہ کے رسولؐ کے کاتب حضرت زیدؓ چند دن میں سریانی سیکھ سکتے تھے۔ مولانا حمید الدین فراہیؒ سریانی اور عبرانی سیکھ سکتے تھے۔ البیرونی سنسکرت سیکھ سکتے تھے تو ہمارے قرآن و حدیث کا علم رکھنے والے نوجوان سنسکرت کیوں نہیں سیکھ سکتے۔ اگلے چند برسوں میں جب تک امت میں ایسی کھیپ تیار ہو اس وقت تک ایک کام ہے جو ہم کر سکتے ہیں۔ نفرتوں کی خلیج کو پاٹنے کا کام۔ وہ کام جو امریکہ کے مسلمانوں نے شروع کیا ہے۔ اس کا ایک مختصر خاکہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

امریکیوں کی مثال

تین سال قبل امریکہ کے عیسائیوں اور یہودیوں نے ملتِ ابراہیم کی بنیاد پر ایک فورم قائم کیا جس کا مقصد ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش اور مذہبی منافرت کو ختم کرنا تھا۔ امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد بھی اب اتنی ہو گئی ہے کہ ان کو بہ حیثیت ایک اقلیت کے اب تسلیم کیا جانے لگا ہے **مسلمان**

علماء نے اس فورم سے کہا کہ حضرت ابراہیمؑ ہمارے بڑے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ پھر آپ نے اس فورم سے ہمیں کیوں علیحدہ رکھا ہے۔ فورم کی از سرِ نو تشکیل ہوئی اور اس کا نام مسلم عیسائی یہودی لیڈر شپ فورم (Muslim, Chistian, Jews Leadership Forum) رکھا گیا۔ تینوں نے طے کیا کہ ہم سب حضرات ابراہیمؑ کے پیرو ہیں۔ مذہبی اختلافات کے معاملے میں اپنے اپنے مسلک پر جمے رہنے کے باوجود ہم میں بہت کچھ مشترک ہے اور ان مشترک قدروں کو ہمیں ایک دوسرے کے سامنے نمایاں کرنا چاہیے۔

پہلے آٹھ آٹھ علماء ہر فرقے کے اکٹھا ہوئے اور انھوں نے دو دو گھنٹوں کے چھ وقفوں میں آپسی تبادلۂ خیال کیا۔ اپنے اپنے عقائد اور مذہبی خیالات سے ایک دوسرے کو آگاہ کرایا۔ فورم کے لیے لائحۂ عمل مرتب کیا۔ پھر ایک نچلی سطح کا زیادہ نمائندہ افراد کا اجلاس بلایا گیا۔ انھوں نے ایک دوسرے کو اپنی معاشرت، تہذیب، تہوار اور مذہبی رسومات سے آگاہ کرایا۔ پھر ۷ دسمبر ۱۹۹۵ء کو امریکی ریاست ڈیٹرائٹ (DETROIT) میں مزید نمائندہ افراد کا ایک عمومی اجلاس ہوا۔ اس میں ۲۹ مسلمان ۳۶ یہودی ۹۱ عیسائی اور دیگر مذاہب کے افراد بھی شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں تینوں مذاہب کے علماء نے تقاریر کیں۔ مسلمان عالم دین ڈاکٹر مزمل حسین صدیقی نے جن کی پیدائش ہندوستان کی ہی ہے۔ ان تینوں جلسوں میں شرکت کی اور رہن سہن، معاشرت اور دیگر باہمی مذہبی مسائل پر تفصیل سے تمام نمائندوں سے تبادلۂ خیال کیا۔ اس کے بعد سے آج تک یہ فورم بہت اچھے نتائج کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ اس وقت اس فورم کے ترجمان رسالہ ہیلان [HAELAN] جلد ۷، شمارہ ۲ سے کچھ حوالے ہم آپ کے سامنے رکھ رہے ہیں۔ اگرچہ ۴۸ صفحات کا یہ رسالہ لفظاً بہ لفظ دیکھنے کے قابل ہے لیکن متعارف کرانے کے لیے ہی جن اقتباسات کو نقل کرنا ضروری ہے وہ ہم پیش کر رہے ہیں۔

عیسائی پادری آسکر۔ جے۔ آئس نے اپنی تقریر میں کہا۔

"......حضرت ابراہیمؑ دنیا کے تین بڑے مذاہب کے باوا آدم ہیں۔ یہودیت عیسائیت اور اسلام۔ ان تینوں مذاہب میں ایک خدا کا عقیدہ، بہت سے انبیاء کو تسلیم کرنے کی یکسانیت

اور دوسروں کے مقابلے میں انسانی زندگی کو زیادہ قدر و قیمت جیسی قدریں مشترک ہیں۔" لہ
ذاتی ماحول میں افہام و تفہیم سے ہمارے اندر باہمی اعتماد اور اپنائیت پیدا ہو چلی ہے اور اس
کے ساتھ ہی سب کی سلامتی کی مخلصانہ فکر بھی۔" ٹے

"..... پچھلے مارچ میں ٹیلی ویژن پر ایک پروگرام دکھایا گیا جس میں شیعہ مسلمانوں کو
دہشت گردوں کی حیثیت سے پیش کیا گیا تھا۔ تینوں مذاہب کے علماء اکٹھے ہوئے اور انھوں
نے ٹیلی ویژن کارپوریشن کو اس سلسلے میں احتجاجی مراسلے بھیجے کہ چند لوگوں کی شرارت کی وجہ سے
پوری قوم کے بارے میں خراب تصور پیش نہ کیا جائے۔" ٣ہ

"..... ستمبر کے مہینے میں استنبول میں ایک یہودی عبادت گاہ پر بمباری ہوئی۔ جب
آخری رسومات کے لیے ڈیٹرائٹ میں یہودی اکٹھا ہوئے تو انھیں فورم کے دو مسلم علماء کے
تعزیتی خطوط موصول ہوئے جن میں یہ بھی اس کی خواہش کا اعادہ کیا گیا تھا۔ ایک مسلم عالم نے
آخری رسومات میں شرکت کی...." ٤ہ

امام مزمل حسین صدیقی نے اپنے خطاب میں فرمایا:

"..... یہ اور دیگر بہت سے اختلافات اسلام، یہودیت اور عیسائیت میں ہیں لیکن
بہت سی مشترک قدریں بھی ہیں جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ احترام اور باہمی صلح کا مطلب یہ ہے
کہ جب اختلاف کریں تو بھی باہمی اعتماد، عزت اور نرم خوئی کا خیال رکھیں۔ گفتگو دلائل کے ساتھ
ہو اور اچھے سے اچھے انداز میں ہو۔ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمیں قرآن کا مشورہ ماننا چاہیئے۔
"اور اہلِ کتاب سے مباحثہ مت کرو بجز مہذب طریقے سے...." (العنکبوت: ۴۶) ٥ہ

لہ انگریزی جرنل Ecumenical Theological Centre مجریہ Haelan، Detroit, Michigan. Vol VII No 2 ص ۵

٢ہ انگریزی جرنل HAELAN جلد ۷ نمبر ۲ ص ۶
٣ہ " " " " ص ۶
٤ہ " " " " ص ۶
٥ہ " " " " ص ۱۵

"..... ہماری روایات بہت مثبت کردار ادا کر سکتی ہیں اور ان سرگرمیوں میں شامل ہو کر ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمارے درمیان کتنی قدریں مشترک ہیں جن کا ہم نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ اس سے ہماری آپسی دوریاں ختم کرنے میں مدد ملے گی۔ ہمارے درمیان تعصبات، خوف اور نفرت کا زیادہ حصہ اسی ایک دوسرے سے دوری کی وجہ سے ہے... قریب آنے سے ہم ایک دوسرے کے مسائل کو بہتر سمجھ سکیں گے اور ایک بہتر سماج کی تشکیل میں معاون ہوں گے ..." [1]

یہودی عالم ڈاکٹر مارک۔ ایچ۔ تانینبوم کی تقریر کے اقتباسات بھی دیکھیے:

"ہمارا بنیادی مسئلہ ایک دوسرے کے بارے میں مجرمانہ لاعلمی ہے...." [2]

"..... یہاں ایک عام تاثر یہ ہے کہ تمام مسلمان بربریت کے علم بردار اور دہشت پسند ہوتے ہیں۔ یہ بات ایک مذہبی جھوٹ کی حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہے..... ہمیں ان تمام مذہبی جھوٹوں کا قلع قمع کرنا ہے، اس سے پہلے کہ سیاست انہیں استعمال کر کے عالمگیر تباہی کا باعث بن جائے ....." [3]

"..... مشہور ماہر نفسیات فرام کہتا ہے کہ ہندوستان میں ایک اجتماعی بیماری ہے کہ ہر مذہب کا پیرو اپنے کو برتر اور دوسرے کو کمتر سمجھتا ہے۔ مسلمان سمجھتے ہیں کہ تمام سچائیوں اور نجات کے راستوں پر ان کی اجارہ داری ہے۔ یہی ہندو اپنے بارے میں اور سکھ اپنے بارے میں سمجھتے ہیں۔ یہی مسئلہ دنیا کے ہر خطہ میں کشیدگی کی بنیاد ہے...." [4]

یہ تو تھے یہودی عالم کی تقریر کے حصے۔ اس سے قبل عیسائی اور مسلمان علماء کی تقریروں کے اقتباسات آپ نے دیکھے۔

اس فورم میں جن دیگر مسائل پر غور کیا جا رہا ہے ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

▣ ایک اچھا مسلمان، عیسائی، یہودی کیسا ہوتا ہے؟

---

[1] انگریزی جرنل	جلد ۷	نمبر ۲	ص ۲۶
[2] " "	"	"	ص ۲۹
[3] " "	"	"	ص ۳۲
[4] " "	"	"	ص ۳۳

دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہب کی دعوت کیسے دی جائے ؟

اس عنوان کے تحت عیسائی پادری نے بتایا۔ "ہم اپنے آپ کو ایسے دل کش انداز میں پیش کرتے ہیں کہ دوسروں میں ہمارے ساتھ شامل ہونے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔"

مسلمان عالم امام عبداللہ الامین نے کہا: "ہم ان تمام لوگوں کو اپنے مذہب کی دعوت دیتے ہیں۔ جو ایک خدا اور آخرت میں ایمان رکھتے ہیں۔"

ہمارا خدا کے بارے میں کیا عقیدہ ہے ؟

سوسائٹی میں دہشت گردی کے اثرات ۔

ذرائع ابلاغ اور اسکولی کتابوں سے نفرت کا مواد ختم کرنا۔

یہ ہے امریکی مسلمانوں کی کوشش کی ایک جھلک ۔ ایک دوسرے سے نفرت کرنے والی تین قوموں نے یکسانیت کی ایک بنیاد تلاش کر لی تاکہ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے وہ سازگار ماحول پیدا ہو سکے جس میں ایک دوسرے کو اپنا مذہب سمجھایا جا سکے۔ اس دوستانہ کشمکش میں جیت اسی دین کی ہوگی جو حق ہوگا ۔ انشاء اللہ ۔

سازش یا حکمت عملی

کیا ہم ہندوستان میں حضرت نوحؑ کو اپنا نبی تسلیم کرنے کی بنیاد پر یہاں کی ان دو بڑی قوموں کو اکٹھا نہیں کر سکتے تاکہ آپسی منافرت ختم ہو کر وہی سازگار ماحول پیدا ہو سکے جس کی امریکی مخلصین کوشش کر رہے ہیں۔ اگر یہ کوشش ہماری طرف سے ہو تو یہ عالم گیر پیمانے پر نتائج کی حامل ہوگی کیونکہ حضرت نوحؑ کو یہودی اور عیسائی بھی اپنا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ انھوں نے صرف سامی نسلوں میں مشترک قدریں تلاش کی ہیں ہم دنیا کی دونوں بڑی نسلوں سامی اور غیر سامی مذہبی قوموں کے اتحاد کی راہ فراہم کر سکتے ہیں جن میں ہندو، عیسائی، یہودی اور مسلمان سب شامل ہیں۔

یہ غور طلب پہلو ہے ۔ عوام، مسلمان سیاست داں اور اہل علم حضرات غور فرمائیں کہ کیا یہ مسلمانوں کو ہندوانے کی سازش کا حصہ ہے یا تمام عالم کو اسلامیانے کی حکمت عملی ۔

خلاصہ: طریق کار کے سلسلے میں قرآن وسنت اور تاریخی مثالوں کی روشنی

یہاں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے :

۱۔ ملت نوح کی بنیاد پر عالمی اتحاد کی بنیاد رکھی جائے تاکہ غلط فہمیوں کی جگہ افہام وتفہیم کا راستہ کھلے۔

۲۔ ہندوستانی قوم کی مذہبی کتابوں میں اہل علم حضرات قرآن کی روشنی میں تحقیق کریں تاکہ ان کو ان کے اصل دین کی طرف انہیں کی کتابوں کے رُخ سے بلایا جا سکے۔

اور یہ خیال رہے کہ مہلت بہت زیادہ نہیں ہے۔ پندرھویں صدی شروع ہو چکی ہے پندرہ سو سال بعد کسی عظیم تبدیلی کی قرآن وحدیث کی پیشین گوئی آپ کی نظر سے گذر چکی۔ کعبہ میں فساد کے بعد اور قحطانی اور عربوں کے گڑبڑ کرنے کے بعد حدیث کی یہ تنبیہ آپ کے نظر نواز ہو چکی کہ — "اب یہ نہ پوچھنا کہ عرب کب ہلاک ہوں گے ؟"

یہ انتظار کا نہیں بلکہ عمل کا وقت ہے۔ جان لیجئے ہم تاریخ کے فیصلہ کُن سرے کے قریب ہیں اور صدیوں سے چڑھا ہوا اس قوم کا قرض ہمیں چکانا ہے۔

ہندو عالم جانتے ہیں

تبدیلی کا وقت قریب ہے۔ یہ ہندو علماء بھی جانتے ہیں۔ ثبوت ملاحظہ ہو :

"ایسے ثبوت موجود ہیں کہ یُگ بدلنے کا وقت آگیا ہے۔ کل یُگ اب وداع ہو رہا ہے، اور اس کی جگہ پر ایسا دور آرہا ہے جسے ست یُگ کہا جا سکے۔ منو اسمرتی، لنگ پران اور بھاگوت میں دیئے گئے اعداد وشمار کے مطابق حساب پھیلانے سے پتہ چلتا ہے کہ موجودہ دور بحران کا دور ہے ...... ان سب اعداد وشمار کو دیکھتے ہوئے وہ وقت ٹھیک انہیں دنوں ہے جس میں یُگ بدلنا چاہیئے ...... جو ۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۰ء تک ۲۰ سال کا ہے۔"[1]

ان کے اعداد وشمار کہاں تک ٹھیک ہیں ؟ اس کا آخری فیصلہ تو ہم نہیں کر سکتے لیکن پندرھویں صدی ہجری کے فیصلہ کن ہونے کے بارے میں تو ہمیں یقین ہونا ہی چاہیئے۔

---

[1] اکھنڈ جیوتی۔ مارچ ۱۹۸۱ء از : پنڈت شری رام شرما آچاریہ ص ۳۰۔۳۹

یگ بدلنے والا ہے

قرآن وحدیث نے جس ایمان افروز ایمانی بارش کی پیشین گوئی کی تھی اس کے آثار نمایاں ہو چلے ہیں: نگاہیں اٹھا کر دیکھیے۔ گھٹائیں اٹھتی ہوئی نظر آنے لگی ہیں. ٹھنڈی ہوا کا پہلا جھونکا کسی بھی وقت آنے ہی والا ہے. ان گھٹاؤں میں بجلیاں بھی چھپی ہوئی ہیں جن سے حفاظت کا طریقہ خداوند قدوس ہمیں بتا چکا ہے. گہری نیند سے فوراً بیدار ہونے کا وقت ہے۔

دلیل خداوندی

دنیا کی وہ تمام زبانیں جن میں آسمانی صحائف کا نازل ہونا انسان کے علم میں ہے، مُردہ ہو چکی تھیں سوائے عربی کے جو اللہ کی آخری کتاب قرآن کی زبان ہے اور تا قیامت زندہ رہے گی۔ سنسکرت، کلدانی، آرامی، سریانی اور عبرانی زبانیں مردہ ہونا بھی قدرت کی ایک نشانی تھی جو اس بات کا مظہر تھی کہ قرآن کے سوا دیگر صحائف عوام کے لیے ناقابلِ فہم بنا دیے گئے۔ لیکن یہ کیا! اس دور کے نزدیک جس میں اس قدیم ترین مذہب والی قوم کا اہنی کہ اپنی مذہبی کتابوں کے رُخ سے ایمان لانا مقدر تھا، دنیا کی تمام مردہ زبانوں میں قدیم ترین زبان سنسکرت میں دوبارہ زندگی کے آثار نمایاں ہو چلے ہیں۔ بے شک اللہ جلّ شانہٗ کی حسنِ تدبیر انسانی عقل سے باہر ہے. ہندوستانی حکومت کی سرپرستی میں سنسکرت کو اس طور پر دوبارہ زندہ کیا جارہا ہے کہ ہماری اگلی پیڑھی کے بیشتر افراد جس میں ہندو مسلمان سب شامل ہیں سنسکرت جاننے اور سمجھنے والے ہوں گے۔ یہ وہ نسل ہو گی جو سنسکرت جاننے کے بعد پنڈتوں کے شجرِ ممنوعہ بنا دینے کے باوجود دیدوں پر تحقیق کیے بغیر نہ مانے گی. اور یہی ابتداء ہو گی اُس انتہا کی جسے ہندو مذہب نے کل یگ (دورِ تاریکی) جانے کے بعد ست یگ (نورانی دور) کا آنا بتایا ہے۔

اے کاش......

رحمتِ خداوندی کا یہ ہمارے اوپر بے پایاں خصوصی کرم ہے کہ ہمیں اُس ملک میں پیدا کیا جہاں ہمارے لیے دنیا کے دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں اس قومِ نوحؑ کے سامنے علم اور عمل کے ذریعہ دعوت پیش کرنے

کے بے شمار مواقع ہیں۔ اب یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم اس انعام کو پلکوں سے اٹھاتے ہیں یا ناشکر گزار ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ ہم جو پیغمبر آخر الزماںؐ کی امت ہیں۔ حکمتِ ربانی کے تحت تاریخ انسانی کے ایک اہم ترین موڑ پر اس قوم کے درمیان بھیجے گئے ہیں، جو دنیا کے پہلے سرے پر مبعوث ہونے والے آدمِ ثانی کی امت ہے۔ تمام گواہیاں اس بات کی موجود ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی۔ جہاں سے شروعات ہوئی تھی وہیں اختتام ہوگا تاریخ عبرت کی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ کیا ہمارے جاگنے کا اس کے بعد پھر کوئی اور موقع آئے گا۔؟

کتنے دکھ کی بات ہے کہ اپنے ساتھ رہنے بسنے والی قوم کو دعوت دینے کے بارے میں غور کرنا ہم میں سے کچھ لوگوں نے اب شروع کیا ہے۔ اس لیے کہ اب اس کی نیت اور ارادوں سے ہم کو خوف محسوس ہونے لگا ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ اللہ کی رضا کے لیے ایسا کرتے ورنہ اگر ہم خوف سے اِدھر متوجہ ہوئے ہیں تو اس قوم کے خوف سے زیادہ خوفناک خبر یعنی اللہ کی پکڑ کی خبر سے ڈر کر ہم اس کام کا ارادہ کرتے جس سے ہم آج تک غافل ہیں۔

سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی مختلف تنظیموں میں آپس ہی میں اتفاق نہیں ہے۔ البتہ ایک بنیاد ایسی ہے جس پر مسلمانوں کے تمام گروپ متحد ہو سکیں گے "قرآن"۔ قرآن پر شیعہ سنی، بریلوی دیوبندی مسلمانوں کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتیں ایمان رکھتی ہیں۔ قرآن کی فریاد سننے کے لیے مسلمانوں کی تمام جماعتوں اور تنظیموں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔

"کیا ان لوگوں نے قرآن میں تدبر نہیں کیا یا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں"۔ (سورۂ محمد: ۲۴)

قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میرے پاس تمام مسائل کا حل ہے۔ مجھ سے فیصلہ کراؤ۔ ہم ہر جگہ پسپا ہو رہے ہیں لیکن پھر بھی اپنی عقلوں کے فیصلے کرنے پر اصرار کر رہے ہیں۔

اللہ ہم سب کی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی فرمائے۔ ہر مسئلہ کا حل۔ ہمیں قرآن حکیم پر تدبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ نے اپنے دین کی سربلندی کے لیے جن کا انتخاب کیا ہے انھیں دعوت دینے میں ہمیں بھی شامل فرمائے۔ آمین۔

باب ۲۱

انھیں خود بھی تلاش ہے

[redacted]

ہندو قوم کا ایک وصف بہت قیمتی ہے۔ وہ ہے اپنے پرانوں اپنشدوں اور دیگر کتابوں میں موجود تضادات پر بہت متفکر ہیں۔ انھیں تلاش ہے۔ جسے خواہش نہیں ہوئی اس پر اللہ اپنا انعام نہیں کرتا۔ یہ اپنے مذہبی سرمائے کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ لیکن یہ انھیں خود محسوس ہو چکا ہے کہ تعلیمات قصوں اور واقعات کی صحیح اصل اور ان کے صحیح مطلب کچھ اور ہونے چاہییں۔ اس طرز فکر کے دو نمونے پیش خدمت ہیں۔

'ہندوستانی طرز فکر کا ایک اصول یہ ہے کہ جو شخص اپنشد، برہم سوتر اور گیتا تینوں میں تطبیق پیدا کر کے دکھا دے اور ان تین میں سے ایک ہی بنیادی علم کو نچوڑ کر پیش کر دے۔ اُسے آچاریہ مانا جائے گا اور اسی کی بات سنی اور مانی جائے گی۔' ۱؎

'سوال اٹھتا ہے کہ ان اسمرتیوں کا کیا کیا جائے جن میں ایسے اشلوک ہیں جو اسی میں دیے ہوئے دوسرے اشلوکوں کے خلاف اور فطری طبع کے خلاف ہیں۔ میں کئی بار لکھ چکا ہوں کہ دھرم گرنتھوں کے نام پر جو کچھ چھپتا ہے اس میں سبھی کو کلام ربانی کی شکل میں نہیں لینا چاہیے لیکن ہر کوئی یہ تو نہیں کر سکتا کیا چیز اچھی اور مستند ہے اور کون سی بری اور تحریف شدہ۔ اس لیے ایک ایسی با اختیار تنظیم کی ضرورت ہے جو دھرم گرنتھوں کے نام پر جو کچھ چھپتا ہے اس کی اصلاح کرے۔ ایسے اشلوکوں کو کاٹ چھانٹ دے جو دھرم اور فطرت کے اصول کے خلاف ہیں۔ یہ خیال اس لیے کام میں لانا ہوگا چاہیے کہ تمام ہندو اور مذہبی مانے جانے والے ویدہ'

۱؎ از: [illegible]، صفحہ ۸

ایسی تنظیم کی بات مستند نہیں مانیں گے۔ جو کام سچائی اور خدمت کے جذبے سے کیا جائے گا وہ وقت گزرنے پر اپنا اثر مرتب کرے گا اور یقیناً ان کے لیے مددگار ہوگا جو اس طرح کی مدد بری طرح چاہتے ہیں۔“ [1]

”بدھ نے آتما اور پرماتما کے موضوع پر خاموشی اختیار کی جیسے ان کا وجود ہی نہ ہو۔ شنکر نے کہا صرف برہم (خدا) ہے اور کچھ نہیں دنیا دھوکہ ہے۔ مکمل چھوڑ دینے کی چیز ہے۔ یہ خیال اور خیالات ہماری قومی فکر میں لگ بھگ ڈھائی ہزار سال سے ملے جلے چلے آرہے ہیں۔ جہاں ہم نے روحانی تجربوں میں کچھ نئی کامیابیاں حاصل کی ہیں وہاں دنیا کی زندگی میں بہت سی مصیبتیں بھی جھیلی ہیں۔ راج پاٹ کھویا اور طاقت سے دور رہے۔ ہم نے ایک خصوص روحانی تجربہ کی قوت اور حد کو بھی جان لیا۔ اس سے ہم ویدک اور اُپنشدک نمونوں کی خصوصیات کا تجربہ کرنے کے لیے خاص طور سے تیار ہو گئے ہیں اور یقیناً اب جو نئی فکر طلوع ہوگی غالب گمان یہ ہے کہ وہ مکمل ہوگی۔“ [2]

کیا ان بیراگرانوں میں چھپی اپیلوں پر آپ آگے آنے کے لیے تیار ہیں؟
آپ ہی کے پاس تو مکمل حل ہے۔
آپ ہی کے پاس تو ان تمام تضادات کی تطبیق ہے۔
کیا آپ بے چین و تڑپتی ہوئی انسانیت کے مسیحا نہ بنیں گے؟
یاد رکھیے آج دوا آپ کے پاس ہے۔ اگر آپ علاج میں بخل کریں گے تو حکمتِ الٰہی کو دوسرے معالج مہیا کرنے میں دیر نہ لگے گی۔

---

[1] مہاتما گاندھی۔ استریوں کی سمسیائیں۔ اخبار ہریجن ۲۸ نومبر ۱۹۳۶ء
[2] ڈاکٹر اندر سین۔ کلیان جنوری ۱۹۵۰ء صفحہ ۲۰۸-۲۰۹

باب ۲۲

معیار صرف قرآن

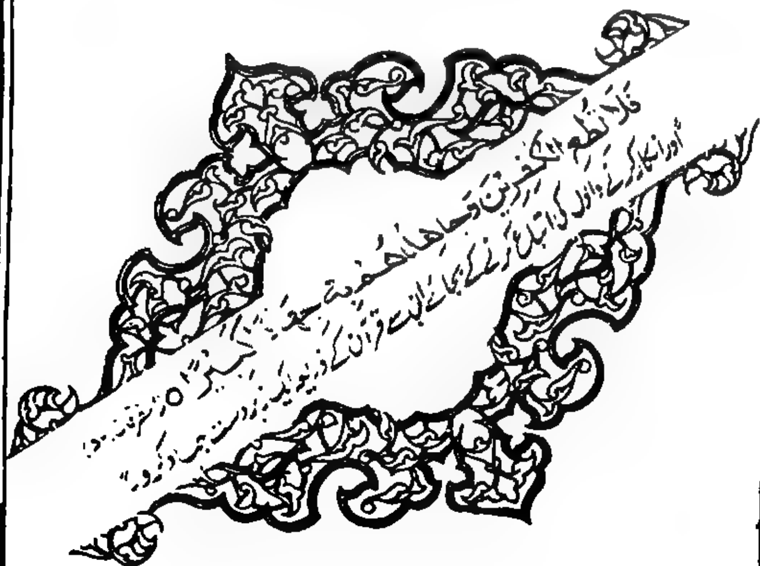
ہماری تحریروں سے کچھ مقامات پر اگر قارئین نے یہ تاثر لیا ہو کر ویدوں کے موجودہ مترجمین کو ہم بددیانت سمجھتے ہیں تو اسے ذہن سے نکال دیں. علم کو چھپانے والا طبقہ ہر مذہب میں ہوتا ہے اور مسلمانوں میں بھی ہے. جن ہندو علما نے ویدوں کے ترجمے کیے ہیں ان کی خدمات قابل ستائش ہیں کیوں کہ انھوں نے اس علم کو عوام تک پہنچانے کی کوشش کی ہے جسے نام نہاد پنڈتوں نے عوام کے لیے ہزاروں سال سے شجرِ ممنوعہ قرار دیا ہوا تھا اور جو اصل ہندو دھرم کی بنیاد ہے خصوصاً پنڈت شری رام شرما آچاریہ کے بارے میں ہمیں ذاتی طور پر علم ہے کہ وہ انتہائی قابل شخصیت ہیں اور تمام مذاہب کے مطالعہ کے لیے ان کے یہاں باقاعدہ ایک ریسرچ سنٹر ہے. ہماری نظر میں ان کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ ویدوں کو معیار بنا کر تمام مذاہب کا مطالعہ کر رہے ہیں. جو علم ہزاروں سال سے تقریباً غائب تھا اس پر خود تحقیق کی ضرورت ہے اور وہ خود سمجھے جانے کا محتاج ہے. اپنے پرانے عقائد کو ذہن میں رکھتے ہوئے انسانی عقل کی روشنی میں خود ویدوں ہی کو نہیں سمجھا جا سکتا' اور جسے براہ راست سمجھا نہ جا سکے اس کو معیار بنا کر دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیسے ہوگا ؟ کلامِ الٰہی کو طب کی روشنی میں نہیں، عقل کی روشنی میں نہیں، صرف اللہ کے کلام کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے اور اللہ کا آخری کلام قرآن ہے جس کے لفظ بہ لفظ محفوظ ہونے پر تمام دنیا متفق ہے. اگر ویدوں کے مترجمین قرآن کی روشنی میں ویدوں کا مطالعہ کریں تو وہ تمام اسرار اور گتھیاں سلجھ جائیں گی جو ویدوں میں آج تک ان کے لیے معمہ بنی ہوئی ہیں اور جن کی بنیاد پر میکس مُلر نے کہا تھا کہ :

"ایک اسکالر کے لیے یہ ناممکن ہے اور شاید اسکالرس کی ایک پوری نسل کے لیے یہ ناممکن ہوگا کہ وہ رگ وید کے نغموں کو تشفی بخش طور پر حل کرسکیں۔"

ہم سمجھتے ہیں کہ ویدوں کے ترجموں میں قابل ترین ہندو عالموں کے ذریعہ غلطیاں دانستہ نہیں کی جارہی ہیں بلکہ غلطی کی بنیاد وہ تصورات اور عقائد ہیں جنھیں ویدوں کے مطالعے سے پہلے ذہن سے نکالنا ضروری ہے۔

اگر یہ نکتہ مترجمین کی سمجھ میں آجائے اور قرآن کی روشنی میں ان کا مطالعہ کیا جائے تو ویدوں کے وہ ترجمے سامنے آئیں گے جن سے ویدانت، گیتا اور اپنشدوں کے تمام تضادات دور ہوجائیں گے اور ہندو قوم اس عالم گیر انقلاب کی داعی بن کر اُٹھے گی جس کا قرآن اور وید دونوں میں وعدہ کیا گیا ہے۔





انجامِ سخن

ایک

شمعِ رسالتؐ کے پروانوں میں کیا چیز مشترک تھی؟

چند بنیادی عقائد اور ذاتِ رسولؐ سے محبت کے سوا کچھ بھی تو نہیں، طریق کار اور طبیعتیں و مزاج سب کے جدا تھے۔

حضرت عثمانِ غنیؓ صاحبِ دولت و ثروت اور قیمتی لباس زیبِ تن کرنے والے ہیں اور دوسری طرف حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت براء بن مالکؓ ہیں۔ درویش صفت، پراگندہ حال ناکافی لباس اور فقر و استغناء کا شاہکار۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہیں جو خالی ہاتھ مدینہ آتے ہیں اور مدینہ کے مالدار ترین شخص بن جاتے ہیں اور اسی صف میں حضرت مصعب بن عمیرؓ ہیں جن کی پچھلی زندگی کی خوش لباسی ضرب المثل تھی لیکن بعد میں اپنے لیے ایسے پیوند زدہ موٹے کپڑوں کا انتخاب کرتے ہیں کہ رسولِ خدا انہیں دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے ہیں۔

اسی مدرسہ میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ، اور حضرت ابی بن کعبؓ جیسے جلیل القدر فصیح و بلیغ اہل علم ہیں اور اسی مدرسہ کے فارغ سیدنا بلالؓ ہیں جن کی کل تقریر صرف ایک لفظ 'احد' ہوتی تھی۔

حضرت عمر بن خطابؓ کی شدت آمیز سختی دیکھیے اور حضرت عثمان بن عفانؓ کی مصلحت آمیز نرمی۔

حضرتِ کعب بن مالکؓ ہیں جن سے برسوں کی عبادت کے بعد بھی غزدہ میں شامل نہ ہو سکنے کی کوتاہی ہوئی۔[1] اور حضرت اصیرمؓ ہیں جو بغیر ایک وقت کی نماز ادا کیے اسلام قبول کرتے ہی غزدہ میں شامل ہو کر شہید ہوئے۔

حضرت خالدؓ سیف اللہ جیسا ذہین سپہ سالار بھی اسی لشکر میں ہے جس میں حضرت حمزہؓ جیسا ننگے بدن میدانِ کارزار میں گھس جانے والا۔

حضرت مقدادؓ کی سادہ لوحی اور حضرت اسامہؓ کی جرأتِ اظہار دیکھیے' اور حضرت عثمانؓ کی حیا روشرم۔

حضرت فاطمہ زہراؓ کی قناعت و گوشہ نشینی پر نظر ڈالیے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی علمی محفلوں پر غور کیجیے۔

یہ سب لائقِ احترام ہیں۔ اللہ کے مقرب بندے ہیں۔ رسولِ خدا کی آنکھ کے تارے ہیں۔ اللہ کے حبیبؐ کے ہاتھوں کے تربیت یافتہ ہیں۔ پھر بھی ان کے مزاج۔ افتاد۔ طبیعتیں۔ پسند ناپسند ایک دوسرے سے کتنی مختلف ہیں۔ ان کو کس قائد نے باہم شیر و شکر کر دیا تھا؟

آج اسی قائد کو اگر ہم ہر وقت اپنے درمیان تصور کریں تو کیا مختلف مزاج اور افتاد رکھنے والے مخلصین کا بکھرا ہوا شیرازہ مجتمع نہیں ہو سکتا ۔۔۔؟

دُو

رسالت مآبؐ کی بارگاہ کیا تھی؟

علمی سرگرمیوں کا مرکز؟ عملی سرگرمیوں کا مرکز؟ تنظیم کا مرکز؟ تبلیغ کا مرکز؟ عبادتوں کا مرکز؟ تربیت کا مرکز؟ سپہ سالار کا مرکز؟ صلح جوئی کا مرکز؟ سلطنت کا مرکز؟ فقیری کا مرکز؟ عدالت؟ خانقاہ؟ مدرسہ؟

---

[1] حضرت کعب بن مالکؓ نے بعد میں توبہ کی وہ مثال قائم کی جس پر صحابہؓ رشک کرتے تھے۔ آپ ان چند خوش نصیبوں میں سے ہیں جن کی برأت کا اعلان اللہ نے قرآن پاک میں کیا ہے۔

سرورِ کونین ؐ کو ان میں سے کس میں محدود کردیں ؟ ان میں سے کیا نہیں تھا وہاں ؟ یہ سب کچھ تھا ان میں۔ ان کے علاوہ بھی بہت کچھ تھا۔

وہاں حکومت و سلطنت بھی تھی۔ فقیری، درویشی، گوشہ نشینی و اعتکاف بھی تھا۔ جہاد و جانفروشی کی ترغیب بھی تھی۔ فتنہ سے بچنے کی تعلیم بھی تھی۔ تیر و تلوار جیسے اسپورٹس کے میدان بھی تھے۔ روحانی تربیت کی مجلسیں بھی تھیں۔ فوجداری و دیوانی کی عدالتیں بھی تھیں۔ بے تکلف اصحاب کی پرمذاق محفلیں بھی تھیں۔ چل کر تبلیغ بھی ہوتی تھی، بیٹھ کر تبلیغ بھی ہوتی تھی اور تبلیغ کے بہت سے وسائل کے ذرائع بھی استعمال کیے جاتے تھے۔ علم حافظوں میں بھی محفوظ کیا جاتا تھا اور تحریروں میں بھی۔ مسلمان کی تربیت بھی مقصود تھی۔ غیر مسلم کو دعوت بھی مطلوب تھی۔

آنسو، مسکراہٹ، غمگساریاں......

سبھی کچھ تو تھا وہاں ـــ بیک وقت معاشرتی، مدنی، سیاسی، قانونی، مذہبی، فکری اور دعوتی محاذوں پر کام جاری تھا۔

آج دنیا میں جتنی جماعتیں کام کر رہی ہیں وہ سب ان میں سے کسی ایک یا چند شعبوں میں کام کر رہی ہیں۔ لیکن ہمارا عظیم ترین المیہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر جماعت صرف اپنے آپ کو منہجِ نبوت یا سنتِ رسول ؐ پر کاربند سمجھتے ہوئے دوسری تمام جماعتوں کے طریقِ کار کو غلط سمجھتی ہے۔

ایک جانب سرورِ کائنات ؐ کی بے مثال اور لامحدود صلاحیتیں ہیں اور دائرہ کار دنیا کا ایک چھوٹا سا حصہ۔ دوسری طرف آپ ؐ کے غلاموں کے پاؤں کی دھول سے زیادہ حقیر اور کمتر افراد کی جماعتیں اور دائرہ کار ؟ سارا عالم ! کیا کوئی تقابل ہے ؟ کیا دنیا میں کوئی جماعت یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ اس نے رسول اکرم ؐ کی عملی و دعوتی زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کر لیا ہے ؟

قرآن کریم دنیا میں صرف دو جماعتوں کے وجود کا ذکر کرتا ہے۔ حزب اللہ (اللہ کی پارٹی) اور حزب الشیطان (شیطان کی پارٹی)۔ دنیا کے جس جس حصے میں اسلامی

جماعتیں کارفرما ہیں: وہ حزب اللہ کے الگ الگ شعبے ہیں جو رسول کریم کی سنت کے کسی ایک مخصوص یا چند پہلوؤں پر کام کر رہی ہیں اور دنیا میں جہاں جہاں جس جس انداز کی طاغوتی طاقتیں سرگرم ہیں وہ حزب الشیطان کے مختلف شعبے ہیں۔

ہائے افسوس! حزب الشیطان کے تمام شعبوں میں، باطل کی تمام قوتوں میں اتحاد ہے اور حزب اللہ کے تمام شعبوں میں، دعوتِ دین کی علم بردار تمام جماعتوں میں باہم اشتراک و تعاون تو درکنار، مخالفت اور معاندت ہے۔ ان میں سے ہر ایک شعبہ تنِ تنہا خود حزب اللہ ہونے کا دعویدار ہے اور دوسرے تمام شعبوں کی افادیت کا انکار کرتا ہے۔

مختلف الخیال افراد کی طرح مختلف الخیال گروہوں کو متحد کر سکنے والی ہستی اس دنیا میں صرف ایک ہے۔ اسے جب تک اپنے درمیان محسوس نہیں کریں گے، انتشار باقی رہے گا۔

تین

دنیا میں بہت سی دینی جماعتیں سنت کے کسی نہ کسی جز پر عمل پیرا ہو کر سرگرم کار ہیں اور الحمد للہ ان کی کوششوں کے نتائج بھی برآمد ہو رہے ہیں لیکن ایک شعبہ ابھی تک بالکل خالی تھا۔ احادیثِ نبوی نے تبدیل ہونے والی جس قوم کی نشاندہی کی ہے اور اس کو دعوت دینے کے جس طریقِ کار کی طرف رہنمائی کی ہے اس پہلو سے اس قوم میں کام ابھی تک شروع نہیں ہو سکا تھا۔

اللہ نے اپنے ایک بندے کے دل میں تڑپ پیدا کی۔ اسے فکر و بصیرت سے نوازا، اور وہ لگن اسے عطا کی کہ اس نے پندرہ سال کی لگاتار محنت کے بعد اس خلا کو پُر کرنے کا مواد فراہم کر دیا۔

مولانا شمس نوید عثمانی کے درد کو لے کر کچھ نوجوان اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور دعوت کے اس رخ پر کام شروع ہو چکا ہے۔ تنظیم کا نام وَرک [WORK]

World Organisation of Religions & Knowledge رکھا گیا ہے
اور بازار نصر اللہ خاں۔ رام پور (یو۔پی) میں اس تنظیم کا دفتر ہے۔

اس کام کا عملی رخ چونکہ علمی تیاری کے بغیر شروع نہیں ہو سکتا اس لیے ورکرس (کارکنان) کے لیے ایک کم سے کم درجے کے نصاب پر عبور حاصل کرنا ضروری ہے جس میں کچھ حصے قرآن پاک اور احادیث کے ہیں اور کچھ ویدوں اور بائیبل کے ہیں۔ اس نصاب پر عبور حاصل کرنے کے بعد ہی یہ ورکرس عملی تبلیغی میدان میں نکلنے کے قابل ہو سکیں گے۔ اس مقصد کے لیے مذکورہ کورس کی کلاسوں کا انعقاد جاری ہے۔ جلد ہی دیگر شہروں میں بھی انشاء اللہ اس طرح کی کلاسیں شروع کر کے وہاں ورکرس تیار کیے جائیں گے اللہ مدد فرمائے۔ آمین!

اس تنظیم کے ورکرس ایک مخصوص رخ پر کام کرنے کے ارادہ کے باوجود دوسری تمام دینی جماعتوں کے لیے نیک خواہشات رکھتے ہیں۔ انھیں بھی حزب اللہ کا حصہ سمجھتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر ان کے ساتھ تعاون کرنے کو بھی اپنے کام کا ہی ایک جز سمجھتے ہیں۔

ان تمام اہل درد سے جنھوں نے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد مذکورہ خلاء کو محسوس کیا ہو، دعا کی درخواست ہے۔

ایس۔ عبداللہ طارق
بازار نصر اللہ خاں
رام پور۔ یو۔پی

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

(اقبالؒ)

کسی بھی سنجیدہ علمی تنقید کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ اتحاد بین المسلمین کے پیشِ نظر ہماری یہ درخواست ہے کہ علمی اختلافات کو پریس میں لانے سے پہلے ہمیں متوجہ فرمائیں۔ اگر ہم سے مخلص ہوتے ہوئے بھی نادانستگی میں کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے تو ہم علی الاعلان اس سے رجوع کرنے کے لیے تیار ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کی
صراطِ مستقیم کی طرف
رہنمائی فرمائے اور ہمیں
اس پر قائم رکھے۔